

انگوٹھے چومیے





اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور



اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 042 - 7352022
Mob: 0300-4477371

نام کتاب	....	منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (انگوٹھے چومیے)
مؤلف	....	امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
اشاعت	....	جولائی ۲۰۰۶ء
کمپوزنگ	....	عبدالسلام رائل پارک' لاہور
صفحات	....	۲۰۰
طابع	....	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	70/- روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

ترتیب

يَا فَتَّاحُ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

استفتا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں

کہ اذان میں کلمہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ

سن کر انگوٹھے چومنا، آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟

بَيِّنُوْا وَتُوْجِرُوْا

فتویٰ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

الحمد لله الذى نور عيون المسلمين بنور عين اعيان المرسلين والصلوة والسلام على نور العيون سرور القلب المحزون محمد ن الرفيع ذكره فى الصلوة والاذن والحبيب اسمه عند اهل الايمان وعلى اله وصحبه المشروحة صدورهم لجلال اسرارهو المفتوحة عيونهم بجمال انواره واشهد ان لآاله الا الله وحده لاشريك له وان محمّدا عبده ورسوله بالهدى ودين الحق ارسله صلى الله تعالى عليه وعلى اله وصحبه اجمعين وعلينا معهم وبهم ولهم يا ارحم الراحمين امين ، قال العبد الذليل للمولى الجليل عبدالمصطفى احمد رضا المحمّدى

السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی نوراللہ عیونہ واصلح شیونہ مستعذا۔

برب الفلق من شرما خلق وحامد اللہ علی ما الھم ووفق۔

الجواب

حضور پرنور شافع یوم النشور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگوٹھے یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز جس کے جواز پر بمقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم اور خود اگر کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا جو ناجائز بتائے ثبوت دینا اس کے ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاجِ دلیل نہیں۔ پھر یہاں تو حدیث وفقہ وارشادِ علما وعملِ قدیم سلف صلحاء سب کچھ موجود علمائے محدثین نے اسباب میں حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر وحضرت ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امام حسن وحضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوالعباس خضر علی الحبیب الکریم وعلیہم جمیعان الصلوٰۃ والتسلیم وغیرہم اکابردین سے حدیثیں روایت فرمائیں جس کی قدرے تفصیل امام علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب مستطاب مقاصدِ حسنہ میں ذکر فرمائی اور جامع الرموز شرح نقایہ مختصر الوقایہ وفتاویٰ صوفیہ وکنز العباد وردّ المحتار حاشیۂ درمختار وغیرہا کتب فقہ میں اس فعل کے استحباب واستحسان کی صاف تصریح آئی۔ ان میں اکثر کتابیں خود مانعین اور ان کے اکابر وعمائد مثل متکلم قنوجی وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور ان حدیثوں کے بارے میں ان محدثین کرام ومحققین اعلام نے جو تصحیح وتضعیف وتجریح وتوثیق میں دائرۂ اعتدال سے نہیں نکلتے اور راہ تساہل وتشدد نہیں چلتے۔ حکم اخیر وخلاصہ بحث وتنقیح یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں۔ باصطلاح محدثین درجہ صحت کو فائز نہ ہوئیں۔ مقاصد میں فرمایا: لا یصح فی المرفوع من کل ھذا شیء۔ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں: کل

مـا يـروى فى هذا فلا يصح دفعه البتته ۔ علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمختار میں علامہ اسماعیل جراحی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں: لـم يـصـح فـى الـمرفوع من هذا شیء ۔ پھر خادمِ حدیث پر روشن کہ اصطلاح محدثین میں نفی صحت نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں۔ نہ کہ نفی صلاح وتماسک وصلوح تمسک نہ کہ دعویٰ وضع کذب تو عندالتحقیق ان احادیث پر جیسے با صطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں۔ یوں ہی حکم وضع وکذب بھی ہرگز مقبول نہیں، بلکہ بتصریح ائمۂ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور اور عمل علماء وقبول قدما حدیث کے لیے مقوی دیگر اور نہ سہی۔ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور اس سے بھی گزرے تو بلاشبہ یہ فعل اکابردین سے مروی ومنقول اور سلف صالح میں حفظ صحت وبصر وروشنائی چشم کے لیے مجرب اور معمول۔ ایسے محل پر بالفرض اگر چہ کچھ نہ ہوتو اسی قدر سند کافی۔ بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہوتو صرف تجربہ وافی کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف اور نفع حاصل نہیں تو منع باطل بلکہ انصاف کیجیے تو محدثین کرام کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے۔ پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے۔ لہٰذا مولانا علی قاری نے عبارت مذکورہ کے بعد فرمایا:

قلت واذثبت رفعه الى الصديق رضى الله تعالٰى عنه فيكفى للعمل به لقوله عليه الصلوٰة والسلام عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين ۔

یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ اس فعل کا ثبوت عمل کو بس ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفاء راشدین کی سنت۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

تو صدیق اکبر سے کسی شے کا ثبوت بعینہٖ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت ہے، اگرچہ بالخصوص حدیث مرفوع درجہ صحت تک مرفوع نہ ہو۔

حضرت امام سخی المقاصد الحسنہ فی الاحادیث الدائرۃ علی الالسنہ میں فرماتے ہیں:

حدیث: مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عند سماع قول المؤذن اشهد ان محمد الرسول الله مع قوله اشهد ان محمدا عبده ورسوله رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی الله علیه وسلم نبیا ذکره الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه انه لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمد ارسول قال هذا وقبل باطن الانملتین السبابتین ومسح عینیه فقال صلی الله علیه وسلم من فعل مثل مافعل خلیلی فقد حلّت علیه شفاعتی ولا یصح .

یعنی مؤذن سے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللہِ سن کر انگشتان شہادت کے پورے جانب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَضِیْتُ بِاللہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا ۔اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب انہوں نے مؤذن کو اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللہِ کہتے سنا تو یہ دعا پڑھی اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے نے کیا' اس پر میری شفاعت حلال ہوگئی اور یہ حدیث اس درجہ کو نہ پہنچی' جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجہ صحت کا نام رکھتے ہیں۔

پھر فرمایا: وکذا اوردہ ابوالعباس احمد بن ابی بکرن الرداد الیمانی المتصوف فی کتابه موجبات الرحمة وعزائم المغفرة بسندفیه مجاهیل مع

یعنی ایسے ہی وہ حدیث کے حضرت ابوالعباس احمد بن ابی بکر رداد یمنی صوفی نے اپنی کتاب موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ میں ایسی سند سے جس میں مجاہیل ہیں اور منقطع بھی ہے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ

انقطاعه عن الخضر عليه السلام انه قال حين يسمع المؤذن يقول اشهد ا ن محمد ارسول الله مرحبا بحبيبی وقرة عينی محمد بن عبدالله صلی الله عليه وسلم ثم يقبل ابهاميه ويجعلهما علی عينيه لم يرمد ابداً ۔

السلام سے روایت کی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص مؤذن سے اشھد ان محمد ارسول اللہ سن کر مرحبا بحبیبی وقرہ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے' پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں۔

پھر فرمایا: ثم روی بسند فی من لم اعرفه عن اخی الفقيه محمد بن البابا فيما حکی عن نفسه انه هبت ريح فوقعت منه حصاة فی عينيه واعياه خروجها وامته اشد الالم وانه لما سمع المؤذن يقول اشهد ان محمدارسول الله قال ذلك فخرجت الحصاة من فوره قال الرادرحمه الله تعالٰی وهٰذا يسير فی جنب فضائل الرسول صلی الله تعالٰی عليه وسلم ۔

یعنی پھر ایسی سند کے ساتھ جس کے بعض رواۃ کو میں نہیں پہچانتا۔ فقیہ محمد بن البابا کے بھائی سے روایت کی کہ وہ اپنا حال بیان کرتے تھے۔ ایک بار ہوا چلی' ایک کنکری ان کی آنکھ میں پڑ گئی۔ نکالتے نکالتے تھک گئے مگر ہرگز نہ نکلی اور نہایت سخت درد پہنچایا۔ انہوں نے مؤذن کو اشھد ان محمد رسول اللہ کہتے ہوئے یہی کہا' فوراً نکل گئی۔ رواد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے حضور اتنی سی بات کیا چیز ہے۔

پھر فرمایا: وحکما الشمس محمد بن صالح ن المدنی امامها و خطيبها فی تاريخه عن المجد احد القدماء من المصوبين انه سمعه يقول من صلّی علی النبی

یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام وخطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے' نقل کیا کہ میں نے انہیں فرماتے سنا جو شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اذا سمع ذکرہ فی الاذان جمع

پاک اذان میں سن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے اور انہیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں۔

پھر فرمایا: قال ابن صالح وسمعت ذالك ایضا من الفقیہ محمد بن الزرندی عن بعض شیوخ العراق والعجم وانہ یقول عند ما یمسح عینیہ صلی اللہ علیك یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویانور بصری ویاقرۃ عینی وقال لی کل منھما منذ فعلتہ لم ترمد عینی ۔

یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرندی سے بھی سنا کہ بعض مشائخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور ان کی روایت میں یوں ہے کہ آنکھوں پر مس کرتے وقت یہ درود عرض کرے۔ صلی اللہ علیك یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویار نور بصری یا قرۃ عینی اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ مجد وفقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں ہماری آنکھیں نہ دکھیں۔

پھر فرمایا:

ابن صالح وانا وللہ الحمد والشکر منذ سمعتہ منھما استعملتہ فلم ترمد عینی وارجو ان عافیتھما تدوم وانی اسلم من العمی ان شاء اللہ تعالیٰ ۔

یعنی امام ابن صالح ممدوح نے فرمایا اللہ ہی کے لیے حمد وشکر ہے جب سے میں نے یہ عمل ان دونوں صاحبوں سے سنا، اپنے عمل میں رکھا۔ آج تک میری آنکھیں نہ دکھیں اور امید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں کبھی اندھا نہ ہوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

پھر فرمایا: قال وروی عن الفقیہ محمد بن سعید الخولانی قال اخبرنی الفقیہ العالم ابو الحسن

یعنی یہی امام مدنی فرماتے ہیں فقیہ محمد بن سعید خولانی سے مروی ہوا کہ انہوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابوالحسن علی بن محمد بن

علی بن محمد بن حدید الحسینی اخبرنی القیه الزاهد البلانی عن الحسن والسلام انه قال من قال حین یسمح الموذن یقول اشهد ان محمد ارسول اللہ مرحبا بحبیبیؐ وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقبل ابهامیه ویجعلهما علی عینیه لم یعم ولم یرمد ۔

حدید حسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے حضرت امام حسن علی جدہ الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی کہ حضرت امام نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کو اشهد ان محمدا رسول اللہ کہتے سن کر یہ دعا پڑھے: مرحباً بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ط اور اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے نہ کبھی اندھا ہو اور نہ آنکھیں دکھیں۔

پھر فرمایا: وقال اطاؤسی انه سمع من. الشمس محمد بن ابی نصر البخاری خواجه حدیث من قبل عند سماعه من المؤذن کلمة الشهادة ظفری ابهامیه ومسهما علی عینیه وقال عند المس اللهم احفظ حدقتی ونور هما ببرکة حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ونور هما لم یعم ۔

یعنی طاؤسی فرماتے ہیں انہوں نے خواجہ شمس الدین محمد بن ابی نصر بخاری سے یہ حدیث سنی کہ جو شخص مؤذن سے کلمہ شہادت سن کر انگوٹھوں کے ناخن چومے اور آنکھوں سے لگائے: اللهم احفظ حدقتی ونور هما ببرکة حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ونور هما ۔ اندھا نہ ہو۔

شرح نقایہ میں ہے:

واعلم انه یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشُهادة الثانیه صلی اللہ تعالیٰ علیک یا

یعنی خبردار ہو بیشک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشهد ان محمدا رسول اللہ سنے صلی اللہ علیک یا

رسول اللہ وعند الثانیہ منھا قرۃ عینی بك یا رسول اللہ ثم یقال اللھم متعنی بالسمح والبصر بعد وضع ظفری الابھامین علی العینین فانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکون لہ قائدً الی الجنۃ کذافی کنزالعباد ۔

رسول اللہ کہے اور دوسری بار قرۃ عینی بك یا رسول اللہ کہے۔ پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے۔ ایسا ہی کنزالعباد میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں: ونحوہ فی الفتاویٰ الصوفیہ ۔ یعنی اسی طرح امام فقیہ عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سہروردی تلمیذ امام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع المضمرات شرح قدوری قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ صوفیہ میں فرمایا: شیخ مشائخنا خاتمۃ المحققین سید العلماء الحنفیہ بمکۃ المحمیہ مولانا جمال بن اللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

سئلت عن تقبیل الا بھامین ووضعھما علی العیتین عند ذکر اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الاذان ھل ھو جائز ام لا اجبت بما نصہ نعم تقبیل الا بھامین ووضعھما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الاذان جائز بل ھو مستحب صرح بہ مشائخنا غیر ما کتاب ۔

یعنی مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے ان لفظوں میں جواب دیا کہ ہاں اذان میں حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ ہمارے مشائخ مذہب نے متعدد کتابوں میں اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

علامہ محدث طاہر فتنی رحمۃ اللہ علیہ تکملہ مجمع بحار الانور میں حدیث کو صرف لا یصح فرما کر لکھتے ہیں۔ دروی تجربۃ ذالك عن کثیرین ۔ یعنی اس کے تجربہ کی روایات

بکثرت آئی ہیں۔

فقیر مجیب غفر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے اب طالب تحقیق وصاحب تدقیق افادات چند نافع وسودمند پر لحاظ کرے تاکہ بحول اللہ تعالیٰ چہرہ حق سے نقاب اٹھے اور صدر کلام میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمالی اشارے کیے۔ ان کے قدرے تفصیل زیورِ گوش سامعین بنے کہ یہاں بسطِ کامل وشرح کافل کے لیے تو دفتر وسیط بلکہ مجلد بسیط درکار۔

واللہ الموفق ونعم المعین ۔ فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق ۔

افادۂ اول

محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں' اس کے یہ معنیٰ نہیں ہوتے کہ غلط وباطل ہے' بلکہ صحیح ان کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے جس کے شرائط سخت ودشوار اور موانع وعوائق کثیر وبسیار حدیث میں ان سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتفاع کم ہوتا ہے۔ پھر اس کمی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں اگر اس مبحث کی تفصیل کی جائے۔ کلام طویل تحریر میں آئے' ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرما دیتے یہ حدیث صحیح نہیں۔ یعنی اس درجۂ علیا کو نہ پہنچی۔ اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حسن کہتے ہیں۔ یہ باں کہ صحیح نہیں' پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی۔ ورنہ حسن ہی کیوں کہلاتی۔ فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبہ سے جھکا ہوتا ہے۔ اس قسم کی بھی سینکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتبِ صحاح بلکہ عند التحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں۔ یہ قسم بھی استناد واحتجاج کی پوری لیاقت رکھتی ہے۔ وہی علماء جو اسے صحیح نہیں رکھتے برابر اس پر اعتماد فرماتے ہیں اور احکام حلال وحرام میں حجت بناتے ہیں۔

امام محقق محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح منیہ[1] میں فرماتے ہیں:

---

[1] ذکرہ فی مسئلہ المسح بالمندیل بعد الوضوء منہ سلم ربہ

قول الترمذی لا یصح عن النبی صلی اللہ علی وسلم فی ھذا الباب شیء انتھی لا ینفی وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لا یتوقف ثبوتہ علی الصحیح بل کما یثبت بہ یثبت بالحسن ایضاً۔

ترمذی کا فرمانا اس باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ صحیح نہیں حسن اور اس کے مثل کی نفی نہیں کرتا اور ثبوت مقصود کچھ صحیح پر ہی موقوف نہیں، بلکہ جس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے یوں ہی حسن سے بھی۔

اوسی[1] میں ہے: علی المشی علی مقتضی الا صطلاح احدیثی لا یلزم من نفی الصحۃ نفی الثبوت علی وجہ الحسن۔

یعنی اصطلاحِ علم حدیث کے رو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ[2] میں فرماتے ہیں:

قول احمد انہ حدیث لا یصح ای لذاتہ فلا ینفی کونہ حسنا لغیرہ والحسن لغیرہ یحتج بہ کما بین فی علم الحدیث۔

یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کے معنی یہ ہیں کہ صحیح لذاتہ نہیں تو یہ حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہ کرے گا اور حسن اگرچہ لغیرہ ہو حجت ہے جیسا کہ علم حدیث میں بیان ہو چکا۔

سند الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اذکار امام نووی کی تخریج احادیث میں فرماتے ہیں۔

من نفی الصحۃ لا ینتفی الحسن اھ ملخصاً

یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا منتفی نہیں ہوتا۔

یہی امام نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں:

---

[1] آخر صفہ الصلوٰۃ قبیل فصل فیما یکرہ فعلہ فی الصلوٰۃ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[2] ذکرہ فی حدیث التوسعۃ علی العیال یوم العاشورا فی آخر الفصل الاوّل من ۱۱ باب الحادی عشر قبیل الفصل الثانی ۱۲ منہ سلمہ ربہ

هذا القسم من الحسن مشارك للصحيح فی الاحتجاج به وان کان دونه — یعنی حدیث حسن لذاتہ اگرچہ صحیح سے کم درجہ میں ہے مگر حجت ہونے میں صحیح کی شریک ہے۔

مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں: یعنی محدثین کا یہ قول کہ حدیث صحیح نہیں۔

لایصح لا ینافی الحسن اھ ملخصاً — اس کے حسن ہونے کی نفی نہیں کرتا

سیدی نورالدین علی سمہودی جواہر العقدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں:

قدیکون غیر صحیح وھو صالح للاحتجاج به اذالحسن رتبة بین الصحیح و الضعیف۔ — یعنی کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے وہ قابلِ حجیت ہے، اس لیے کہ حسن کا رتبہ صحیح و ضعیف کے درمیان ہے۔

حدیث: کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ینهی ان ینتعل الرجل قائمًا کو امام ترمذی نے جابر وانس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے فرمایا:

کلاالحدیثین لا یصح عند اهل الحدیث — دونوں حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں اسے نقل کرکے فرماتے[۱] ہیں:

نفیه الصحة لا ینافی انه حسن کما علم۔ — صحت کی نفی حسن ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح صراط مستقیم میں فرماتے ہیں:

"حکم بعدم صحت کردن بحسب اصطلاح محدثین غرابت ندارد۔ چہ صحت در حدیث چنانچہ در مقدمہ معلوم شد درجہ اعلٰی است ودائرۂ آں تنگ ترجمیع احادیث کہ در کتب مذکور است حتیٰ دریں شش کتاب کہ آں را صحاح ستہ گویند،

---

[۱] المقصد الثالث النوع الثانی ذکر فعله صلی اللہ تعالٰی علیه وآله وسلم۔ ۱۲ منه

بہ اصطلاح ایشاں صحیح نیست' بلکہ تسمیہ آں ہاں صحاح باعتبار تغلیب است''۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الحق والدین محمد بن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

وقول من یقول فی حدیث انه لم یصح ان سلم لم یقدح لان الحجیة لا تتوقف علی الصحّة بل الحسن کاف۔

یعنی کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ صحیح نہیں۔ اگر مان لیا جائے تو کچھ حرج نہیں ڈالتا کہ حجیت کچھ صحیح ہونے پر موقوف نہیں' بلکہ حسن کافی ہے۔

تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار نفی حسن میں بھی نص نہیں جس سے قابلیت احتجاج منتفی ہو' نہ کہ صالح ولائق اعتبار نہ ہونا' نہ کہ محض باطل وموضوع ٹھہرانا۔ جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح وموضوع دونوں ابتداء وانتہا کے کناروں پر واقع ہیں۔ سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہیں۔ درجہ بدرجہ مرتب صحیح[۱] کے بعد حسن لذاتہ[۲] بلکہ صحیح لغیرہ۔ پھر حسن لذاتہ[۳] پھر حسن لغیرہ پھر ضعیف بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاط راوی یا سوئے حفظ یا تدلیس وغیرہا۔ اول کی تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب محتج بہا ہیں اور آخر قسم صالح یہ متابعات وشواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح ہو جاتی ہے۔ اس وقت وہ صلاحیت احتجاج وقبول فی الاحکام کا زیورِ گراں بہا پہنتی ہے۔ ورنہ دربارۂ فضائل تو آپ ہی مقبول وتنہا کافی ہے۔ پھر درجہ ششم میں ضعف قوی ووہن شدید ہے جیسے راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے جدائی ہو۔ یہ حدیث احکام میں احتجاج درکنار اعتبار کے بھی لائق نہیں۔ ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً اور بعض کے طور پر انجبار بتعدد مخارج وتنوع طرق منصب قبول وعمل پاتی ہے۔ کما سَنُبَیِّنُہٗ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر درجہ ہفتم میں مرتبہ مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا متہم بالکذب پر ہو۔ یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کی

رو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جس کا مدار کذاب پر ہو۔ عین موضوع یا نظر تدقیق میں یوں کہیے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے۔ یہ بالا جماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہا۔ کسی باب میں لائق اعتبار بلکہ اسے حدیث کہنا ہی توسع وتجوز ہے۔ حقیقۃً حدیث نہیں، محض مجعول وافترا ہے۔ والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ۔ **وسیرد علیک تفاصیل جل ذٰلک ان شاء اللہ العلی الاعلیٰ۔** طالب تحقیق ان چند حرفوں کو یاد رکھے کہ باوصف وجازت محصل وملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں۔ **وللّٰہ الحمد والمنتہ۔**

خیر بات دور پڑتی ہے کہنا اس قدر ہے کہ جب صحیح وموضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکار صحت سے اثبات وضع ماننا زمین وآسمان کے قلابے ملانا ہے۔ بلکہ نفی صحت اگر بمعنی نفی ثبوت ہی لیجیے یعنی اس فرقہ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت صحت وحسن دونوں کو شامل تاہم اس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ صحیح وحسن نہیں۔ نہ کہ باطل وموضوع ہے کہ حسن وموضوع کے بیچ میں بھی دور دراز میدان پڑے ہیں۔ میں اس واضح بات پر سندیں کیا پیش کرتا، مگر کیا کیجیے کام ان صاحبوں سے پڑا ہے جو اغوائے عوام کے لیے دیدہ ودانستہ محض امی عامی بن جاتے ہیں اور مہر منیر کو زیر دامن مکرو تزویر چھپانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا کلمات علماء سے اس روشن مقدمہ کی تصریحیں لیجیے:

امام سند الحفاظ وامام محقق علی الاطلاق وامام حلبی وامام مکی وعلامہ زرقانی وعلامہ سمہودی وعلامہ ہروی کی عبارات ابھی مذکورہ ہوئیں۔ بحکم دلالۃ النص وفحوے الخطاب اس دعوی بینہ پر دلیل مبین کہ جب نفی صحت سے نفی حسن تک لازم نہیں تو اثبات وضع تو خیال محال سے ہمدوش وقرین۔ تاہم عبارات النص سنیے:

امام بدرالدین زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ۔ پھر علامہ علی بن محمد بن عراقی کنانی تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن اخبار الشنیعہ الموضوعہ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

یبن قولنالم یصح وقولنا موضوع بون کبیر فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق وقولنا لم یصح لایلزم منه اثبات العدم وانما هواخبارعن عدم الثبوت وفرق بین الامرین ۔

یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور موضوع کہنا ان دونوں میں بڑا بل ہے کہ موضوع کہنا تو اسے کذب وافترا ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفی حدیث لازم نہیں بلکہ اس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

یہ لفظ لآلی کے ہیں اور اسی سے مجمع میں مختصراً نقل کیا۔ تنزیہ میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ فرمایا: وھٰذا یجئی فی کل حدیث قال فیه ابن الجوزی لایصح ونحوه ۔ یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان سب میں یہی تقریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا حلیہ صحت سے عاطل وعاری ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی القول المسدد فی الذب عن المسند احمد میں فرماتے ہیں:

لایلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعاً ۔

یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام سیوطی کتاب التعقبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں:

اکثر ماحکم الذھبی علیٰ ھٰذا الحدیث انه قال متن لیس بصحیح وھٰذا صادق بضعفه ۔

یعنی بڑھ سے بڑھ کر اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا حکم کیا کہ یہ متن صحیح نہیں یہ بات ضعیف ہونے سے بھی صادق ہے۔

مولانا علی قاری موضوعات میں زیر بیان احادیث نقل فرماتے ہیں:

لایلزم میں عدم الصحة وجود الوضع کمالا یخفیٰ ۔

یعنی کھلی ہوئی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

اسی میں روزِ عاشورا کو سرمہ لگانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حکم لایصح ھٰذا الحدیث نقل کر کے فرماتے ہیں:

قلت لایلزم من عدم صحة ثبوت وضعه غاية انه ضعيف ۔ یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں۔ غایت یہ کہ ضعیف ہو۔

علامہ طاہر صاحب مجمع تذکرۃ الموضوعات میں امام سند الحفاظ عسقلانی سے ناقل ہیں:

ان لفظ لا يثبت لا يثبت الوضع فان الثابت يشمل الصحيح فقط والضعيف دونه ۔ یعنی کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اس کی موضوعیت ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہے اور ضعیف کا درجہ اس سے کم ہے۔

بلکہ مولانا علی قاری آخر موضوعاتِ کبیر میں حدیث البطيخ قبل الطعام يغسل البطن غسلا ويذهب بالداء ۔ اصلاً کی نسبت قول امام ابن عساکر شاذ لا يصح نقل کرکے فرماتے ہیں:

هو يفيد انه غير موضوع كمالا يخفى یعنی ان کا یہ کہنا ہی بتا رہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں جیسا کہ خود ظاہر ہے یعنی موضوع جانتے تو باطل یا کذب یا موضوع یا مفتری یا مختلق کہتے' نفی صحت پر کیوں اقتصار کرتے۔ فافہم' واللہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیہ

بحمد اللہ تعالیٰ یہاں سے ان متکلمین طائفہ منکرین کا جھل شنیع وزور فظیع بوضوع تام طشت از بام ہوگیا جو کلمات علماء مثل مقاصد حسنہ ومجمع البحار وتذکرۃ الموضوعات ومختصر المقاصد وغیرہا سے احادیث تقبیل ابہامین کی نفی صحت نقل کرکے بے دھڑک دعوے کردیتے ہیں کہ ان کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انگوٹھے چومنے میں لائی جاتی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ فعل ممنوع وغیر مشروع ہے۔ سبحان اللہ! کہاں نفی صحت کہاں حکم وضع کیا مزہ کی بات ہے کہ جہاں درجات متعددہ ہوں' وہاں سب میں اعلیٰ کی نفی سے سب کا ادنیٰ ثبوت ہوجائے۔ مثلاً زید کو کہیے کہ بادشاہ نہیں تو اس کے معنے یہ ٹھہریں کہ نان شبینہ کو محتاج ہے۔ یا متکلمین طائفہ کو کہیے کہ اولیاء نہیں تو اس کا

مطلب یہ قرار پائے کہ سب کافر ہیں۔ ولکن الوهابية قوم يجهلون .

افادۂ دوم

کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل وموضوع بلکہ علماء کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت قادح صحت ومانع حجیت بھی ہے یا نہیں۔ تفصیل مقام یہ کہ مجہول کی تین قسمیں ہیں: اول مستور جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں اس قسم کے راوی صحیح مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ دوم مجہول العین جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو: وهذا على نزاع فيه فانّ العلماء من نفى الجهالة برواية واحدٍ معتمد مطلقا او اذا كان لا يروى الاعن عدل عنده كيحيى بن سعيد القطان وعبدالرحمن بن مهدى والامام احمد فى مسنده وهناك اقوال اُخر . سوم مجہول الحال جس کی عدالتِ ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں۔ وقد يطلق على مايشمل المستور۔

قسم اول یعنی مستور تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے۔ مذہب امام الائمہ سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ فتح المغیث میں ہے: قبله ابو حنيفة خلا للشافعي۔ امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے۔

قاله فى شرح المهذب ذكره فى التدريب وكذالك مال الى اختياره الامام ابو عمر وبن الصلاح فى مقد منز حيث قال فى المسئلة الثامنة من النوع الثالث والعشرين يشبه ان يكون العمل على هذا الرأى فى كثير من كتب الحديث المشهورة فى غير واحد من الرّواة الدين تقادم العهد بهم وتعذرت للخبرة الباطنة بهم .

اور دو قسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے۔ جمہور مورث ضعف مانتے ہیں۔

امام زین الدین عراقی الفقیہ فرماتے ہیں:

واختلفوا هل يقبل المجهول وهو على ثلثة مجعول ردّه الاكثر

مـجهـول عيـن مـن لـه راوفقط　　والـقسـم الـوسـط وحـكـم الردلدى
مـجهـول جـال بـاطن وظـاهـر　　الـجـماهر فى باطن فقط فقد راى له
الثـالث المجهول للعدالة حجيّة　　ماقبله منهم سليم[1] فقطع
بعض من منع .

اسی طرح تقریب النواوی وتدریب الراوی وغیرہما میں ہے۔ بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا۔ مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں:

الـمـجهول اقسام مجهول العدالة ظاهر او باطنا ومجهو لها باطنا مع وجود هاظاهر اوهوالمستور ومجهول العين فاما الاول فالجمهور على انه لا يحتج به واما الاخران فاحتج بهما كثيرون من المحققين .

بلکہ اجل عارف باللہ سیدی ابوطالب مکی قدس سرہ الملکی اسی کو فقہائے کرام اور اولیائے عظام قدس اسرارہم کا مذہب قرار دیتے ہیں۔ کتاب مستطاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب کی فصل ۳۱ میں فرماتے ہیں:

بعض مايضعف به رواة الحديث وتـعـلـل بـه احـاديثهم لا يكون تعليلا ولا جرحا عند الفقهاء ولا عـنـد الـعـلماء بالله تعالى مثل ان يـكـون الـراوى مجهولا لا يثاره الـخـمـول وقد ندب اليه او لقلة الا تباع لـه ادلـم يقع لهم الاثره عنه .

یعنی بعض وہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور ان کی حدیثوں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے۔ فقہا واولیاء کے نزدیک باعث ضعف وجرح نہیں ہوتیں‘ جیسے راوی کا مجہول ہونا‘ اس لیے کہ اس نے گمنامی پسند کی کہ خود شرع مطہر نے اس کی ترغیب فرمائی۔ اس کے شاگرد کم ہوئے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا۔

بہر حال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجوہ طعن بھی ہے یا نہیں۔ یہ

---

[1] ای الامام سلیم التصغیر ابن ایوب الرازی الشافعی فانه قطع بقبوله ۱۲ منه سلمه

کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو۔ خواہی نخواہی باطل ومجہول ہو۔ بعض مشددین نے اگر دعویٰ سے قاصر دلیل ذکر بھی کی۔ علماء نے فوراً ردّ و ابطال فرما دیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ۔

مولانا علی قاری رسالہ فضائل نصف شعبان میں فرماتے ہیں:

جهالة بعض الرّواة لا يقتضي كون الحديث موضوعا وكذا نكارة الالفاظ فينبغي ان يحكم عليه بانه ضعيف ثم يعمل با ضعيف في فضائل الاعمال .

یعنی بعض راویوں کا مجہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو۔ ہاں ضعیف کہو۔ پھر فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا:

فيه راو مجهول ولا يضر لانه من احاديث الفضائل .

اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے۔

موضوعات کبیر میں استاذ المحدثین امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا:

انه [2] ليس بموضوع وفي سنده مجهول

یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے

امام بدرالدین زرکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی لالی مصنوعہ میں فرماتے ہیں:

لوثبت [3] جهالة لم يلزم ان يكون الحديث موضوعا مالم يكن في اسناده من يتهم بالوضع .

یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں' جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو۔

---

[1] ذكره في باب افضل الاذان واجابة المؤذن آخر الفصل الثاني. ۱۲ منه سلمه

[2] يريد حديث عالم قريش يملو الارض علما. ۱۲ منه سلمه

[3] قاله في حديث ابن عباس رضى الله تعالى عنهما في الصلوٰة التسبيح حين اعله ابو الفرح بجهاله موسى بن عبد العزيز

یہی دونوں امام تخریج احادیث رافعی ولآلی میں فرماتے ہیں:

لا[1] یلزم من الجهل بحال الراوی ان یکون الحدیث موضوعاً۔ راوی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام ابوالفرح ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرض بیت شعر بعد العشاء الاخرة تقبل له صلوٰة تلك اللیلة کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر الخطاء ہے۔

اس پر شیخ الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد۔ پھر حضرت امام سیوطی نے لآلی وتعقبات میں فرمایا:

لیس فی شیء مما ذکره ابوالفرج مایقتضی الوضع۔ یہ علتیں جابوالفرج نے ذکر کیں ان میں ایک بھی موضوعیت کی مقتضی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی تزویج فاطمة من علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت فرماتے ہیں:

کونه کذبا فیه نظروا انما هو غریب فی سنده مجهول اس کا کذب ہونا مسلم نہیں ہاں غریب ہے اور راوی مجہول۔

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے[2] ہیں:

قال السهیلی فی[3] اسناده مجاهیل وهویفید ضعفه فقط وقال ابن کثیر منکر جد اوسنده مجهول وهوایضا صریح فی انه ضعیف فقط فالمنکر من قسم الضعیف ولذا قال السیوطی بعد ما اورد قول ابن عساکر منکر هذا حجة لماقلة من انه ضعیف لا موضوع لان المنکر من قسم الضعیف وبینه وبین الموضوع فرق معروف فی الفن فالمنکر ما

---

[1] قالا ہ فی حدیث وعید تارك الحج فلیمت انشاء یهودیًا او نصرانیًا ۱۲ منه سلمه ربه

[2] باب وفاة امه وما یتعلق بابویه صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم ۱۲ منه سلمه ربه

[3] یعنی حدیث احیاء الابوین الکریمین حتی آمنابه صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم ۱۲ منه سلمه ربه

انفردبه الراوی الضعیف مخالفا لروایۃ الثقات فان انتفت کان ضعیفافقط وھی مرتبة فوق المنکر اصلح حالامنه اھ ملخصًا ۔

خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجہولوں کا ہونا حدیث میں صرف ضعف کا مورث ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث منکر سے احسن واعلیٰ ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو۔ پھر وہ بھی موضوع نہیں تو فقط ضعیف کوموضوعیت سے کیا علاقہ ۔ امام جلیل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم:

افادۂ سوم

اسی طرح مسند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔ ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت وحجیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا۔ امام محقق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

ضعف بالا نقطاع وھو عندنا کالا[1] رسال بعد عدالة الرواة وثقتھم لا یضر۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ[2] میں فرماتے ہیں:

لا یضر ذٰلك فان المنقطع کا المرسل فی قبوله من الثقات ۔

مولانا علی قاری مرقاۃ[3] میں فرماتے ہیں: قال ابوداؤد ھذا مرسل ای نوع مرسل وھو المنقطع لکن المرسل حجة عندنا وعند الجمھور ۔

اور جو اسے قادح جانتے ہیں۔ وہ بھی صرف مورث ضعف مانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضوعیت مرقاۃ شریف میں امام ابن حجر مکی سے منقول ہے:

لا یضرّ ذٰلك فی الاستد لال به ھھنا لان المنقطع یعمل به فی — یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کومضر نہیں کہ منقطع پر فضائل میں تو بالا جماع عمل کیا

---

[1] قوله کالارسال اے علی تفسیر و ھو منه علی آخر و ھو علی اطلاق ۱۲ منه سلمه ربه

[2] اوّل صفة الصلوٰة فی الکلام علی زیادہ وجل ثناء ك فی الثناء ۱۲ منه

[3] تحت حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنھا کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم یقبل بعض ازواجه ثم یصلی ولا یتوضاء ۱۲ منه

الفضائل اجماعاً ۔ جاتا ہے۔

افادۂ چہارم

انقطاع تو ایک امر سہل ہے جسے صرف بعض نے طعن جانا۔ علما فرماتے ہیں حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ درباره فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ مدرج بھی موضوع سے جدا قسم ہے۔ حالانکہ اس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے۔ تعقبات[۲] میں ہے:

المضطرب میں قسم الضعیف لا الموضوع ۔ اسی[۳] میں ہے:

المنکر نوع اٰخر غیر الموضوع وھو من قسم الضعیف ۔

اسی[۴] میں ہے: صرح ابن عدی بان الحدیث منکر فلیس بموضوع ۔

اسی[۵] میں ہے: المنکر من قسم الضعیف وھو محتمل فی الفضائل

اسی[۶] میں ہے: الذھبی قال فی تاریخه ھٰذا حدیث منکر لا یعرف الا ببشر وھو ضعیف انتھیٰ فعلم انه ضعیف موضوع ۔

اسی[۷] میں ہے: حدیث ابی امامة رضی اللہ تعالٰی عنه علیکم بلباس الصوف تجدوا حلاوة الیمان فی قلوبکم الحدیث بطوله فیه الکدیمی وضاع قلت قال البیھقی فی الشعب ھذه الجملة من الحدیث معروفة من غیر ھٰذا الطریق وزاد الکدیمی فیه زیادة منکرة ویشبه ان یکون من کلام

---

[۱] تحت حدیث اذا رکع احد کم فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم ثلث مراة فقدتم رکوعه قال الترمذی لیس اسناده بمتصل فقال ابن حجر ھو لا یقتر ذلك الخ ۱۲ منه سلمه ربه

[۲] ذکره فی آخرب باب الجنائز ۱۲ منه سلمه ربه

[۳] اوّل باب الاطعمة ۱۲ منه سلمه ربه

[۴] اوّل باب البعث ۱۲ منه سلمه ربه

[۵] قاله فی اواخر الکتاب نحو حدیث فضل قزوین ۱۲ منه سلمه ربه

[۶] آخر باب التوحید ۱۲ منه سلمه ربه

[۷] اوّل باب اللباس ۱۲ منه سلمه ربه

بعض الرواة فالحق بالحديث انتهیٰ والجملة المعروفه اخرجها الحاكم فی المستدرك والحديث المطول من قسم المدرج لا الموضوع .

افادۂ پنجم

خیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ شاگرد ایک یا عدالت مشکوک شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے۔ مبہم میں تو اتنا بھی نہیں ہے جیسے حدثنی رجل مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی یا بعض اصحابنا۔ ایک رفیق نے خبر دی۔ پھر یہ بھی صرف مورث ضعف ہے نہ کہ موجب وضع۔

امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ قوۃ الحجاج فی عموم المغفرۃ للحجاج پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں: لا يستحق الحديث ان يوصف بالوضع بمجردان راويه لم يسم . و لہٰذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان ہوجاتا ہے۔

تعقبات میں زیر حدیث اطلبوا الخير عندحسان الوجوه کہ عقیلی نے بطریق يزيد بن هارون قال ابناء ناشيخ من قريش عن الزهری عن عائشة رضی الله عنها روایت کی فرمایا: اورده (یعنی بالفرج) من حديث عائشة رضی الله تعالیٰ عنها من طرق فی الاول رجل لم يسم وفی الثانی عبدالرحمن بن ابی بكر المليكی متروك وفی الثالث الحكم بن عبدالله الايلی احاديثه موضوعة قلت عبدالرحمن لم يتهم بكذب ثم انه لم ينفرد به بل تابعه اسماعيل بن عياس و كلا هما يجبران ابهام الذی فی الطريق الاول اھ مختصراً ۔ بلکہ وہ خود حدیث دیگر کو قوت دینے کی لیاقت رکھتی ہے۔

استاذ الحفاظ قوۃ الحجاج پھر خاتم الحفاظ تعقبات[1] میں فرماتے ہیں:

رجاله ثقات الا ان فيه مبهما لم يسم فان كان ثقة فهو علیٰ شرط الصحيح وان كان ضعيفًا فهو عاضد للمسند المذكور .

---

[1] باب الحج حديث دعا لامته غشية عرفه بالمغفرة ۱۲ منه سلمه ربه

افادہ ششم

بھلا جہالت وابہام تو عدم علم عدالت ہے اور بداہت عقل شاہد کہ علم عدم علم سے زائد۔ مجہول ومبہم کا کیا معلوم شاید فی نفسہ ثقہ ہو۔ کما مر انفا عن الامامین الحافظین ۔ اور جس پر جرح ثابت' احتمال ساقط' ولہذا محدثین دربارۂ مجہول ردوقبول میں مختلف اور ثابت الجرح کے ردّ پر متفق ہوئے۔

امام نووی مقدمہ منہاج میں ابوعلی غسانی جبانی سے ناقل ہیں:

الناقلون سبع طبقات ثلث مقبولة وثلث متروكة والسابعة مختلف فيها (الیٰ قوله) . السابعة قوم مجهولون انفردوا بروايات لم يتابعوا عليها فقبلهم قوم وو قفهم اخرون

پھر علما کی تصریح ہے کہ مجرد ضعف رواۃ کے سبب حدیث کو موضع کہہ دینا ظلم وجزاف ہے۔ حافظ سیف الدین احمد بن ابی المجد ۔ پھر قدوۃ الفن شمس ذہبی اپنی تاریخ پھر خاتم الحفاظ تعقبات[1] ولآلی وتدریب میں فرماتے ہیں:

صنف ابن الجوزی كتاب الموضوعات فاصاب فی ذكر احاديث مخالفة للنقل والعقل ومما لم يصب فيه اطلاقه الوضع على احاديث بكلام بعض الناس فی رواتها كقوله فلان ضعيف اوليس بالقوى اولين وليس ذلك الحديث مما يشهدالقلب ببطلانه ولا فيه مخالفة ولا معارضة الكتاب ولا سنة واجماع ولا حجة بانه موضوع سوى كلام ذلك الرجل فی رواته وهذا عدوان ومجازفته .

افادۂ ہفتم

پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں' بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں جن کا ہر ایک جہالت راوی سے بدر جہا بدتر ہے۔ یہی تصریح ہے کہ ان سے بھی موضوعیت لازم

[1] قاله تحت حديث من قرء آية الكرسی بعد كل صلوٰة مكتوبة لم يمنع من دخول الجنة الا ان يموت ١٢ منه

نہیں، مثلاً راوی کی اپنے مرویات سے ایسی غفلت کہ دوسرے کی تلقین قبول کرلے۔ یعنی کہ جو دوسرا بتائے کہ تو نے یہ سنا تھا، وہی مان لے۔ پر ظاہر کہ یہ شدت غفلت سے ناشی اور غفلت کا طعن فسق سے بھی بدتر اور جہالت سے تو چار درجہ زیادہ سخت ہے۔ امام الشان نے نخبۃ الفکر میں اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں:

۱- کذب کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کرے۔

۲- تہمت۔ کذب کہ جو حدیث اس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی ہو۔ مخالف قواعد دینیہ ہو یا اپنے کلام میں جھوٹ کا عادی ہو۔

۳- کثرت غلط ۴- غفلت ۵- فسق ۶- وہم ۷- مخالفت ثقات ۸- جہالت ۹- بدعت ۱۰ سوئے حفظ اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے۔

حیث قال الطعن یکون بعشرۃ اشیاء بعضھا اشد فی القدح من بعض وترتیبھا علی الاشد فالا شد فی موجب الرد اھ ملخصاً۔

پھر علماء فرماتے ہیں: ایسے غافل شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ اواخر تعقبات میں ہے۔ **فیہ یزید بن ابی زیاد وکان یلقن فیتلقن قلت ھذا لا یقتضی الحکم بوضع حدیثہ۔**

افادۂ ہشتم

یوں ہی منکر الحدیث اگرچہ یہ جرح امام اجل محمد بن اسماعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمائی ہو، حالانکہ وہ ارشاد فرما چکے ہیں کہ جسے منکر الحدیث[1] کہوں، اس سے روایت حلال نہیں۔ میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے:

نقل ابن[2] القطان ان **البخاری قال کل من قلت فیہ منکر الحدیث فلا تحل الروایۃ عنہ۔** اسی میں ہے:

---

[1] کانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کان یتورع عن اطلاق الفاظ شدیدۃ مخافۃ ان یکون بعضہ من باب شتم الاعراض وقد وجب الذب عن الاحادیث فاصطلح علی ھذا اجمعا بین الامرین ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔

[2] ذکرہ فی ابان بن جبلۃ الکرنی ۱۲ منہ سلمہ ربہ

قد[1] مرّ لنا ان البخاری قال من قلت فیہ منکر الحدیث فلا یحل روایۃ حدیثہ ۔

بایں ہمہ علما کرام نے فرمایا: ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ تعقبات[2] میں ہے:

قال البخاری منکر الحدیث فغایۃ امر حدیثہ ان یکون ضعیفاً ۔

افادۂ نہم

ضعیفوں میں بدتر درجہ متروک کا ہے جس کے بعد صرف[3] متہم بالوضع یا کذاب وجال کا مرتبہ ہے۔ میزان میں ہے:

اردی عبارات الجرح رجال کذاب اووضاع یضع الحدیث ثم متھم بالکذب ومتفق علٰی ترکہ ثم متروک الخ ۔

امام الشان تقریب التہذیب میں ذکر مراتب رواۃ میں فرماتے ہیں:

العاشرۃ من لم یوثق البتۃ وضعف مع ذٰلک بقادح والیہ الاشارۃ بمتروک او متروک الحدیث اوواھی الحدیث اوساقط الحادیۃ عشر من اتھم بالکذب الثانیۃ عشر من اطلق علیہ اسلم الکتاب والوضع ۔

اس پر بھی علما نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے، موضوع نہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی اطراف العشر، پھر خاتم الحفاظ لآلی[4] میں فرماتے ہیں:

---

[1] قالہ فی سلیمان بن داؤد الیمانی ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[2] باب فضائل القرآن ۔۱۲ منہ سلمہ ربہ

[3] بلکہ مولانا علی قاری نے حاشیہ نزہۃ النظر میں متروک متہم بالوضع کا ایک مرتبہ میں ہونا تسلیم کیا، حیث قال قیل المرتبۃ الثالثۃ فلان متھم بالکذب او الوضع اوساقط اوھالک اوفاھب اوذاھب الحدیث وفلان متروک او متروک الحدیث اور ترکوہ اقول وکان ھٰذا القائل ایضا لا یقول با ستواء جمیع ما ذکر فی المرتبۃ بل فیھا ایضًا تشکیک عندہ وکانہ الی ذلک اشارہ باعادۃ فلان قبل قولہ متروک الا ان فیہ ان ساقطا وما بعدہ لا یفوق متروکًا و ما بعد فا فھم ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[4] فی التوحید تحت حدیث ابن عدی ان اللّٰہ عزوجل قرأطہ ویسین قبل ان یخلق آدم. (الحدیث) ۱۲ منہ سلمہ ربہ

زعم ابن حبان وتبعه ابن الجوزی ان ھذا المتن موضع ولیس کما قالا فان الراوی وان کان متروکاً عندا لاکثر ضعیفا عند البعض فلم ینسب للوضع اھ مختصراً۔

امام بدر زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر خاتم الحفاظ میں لآلی[1] میں فرماتے ہیں:

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر وسلیمان ابن ارقم وان کان متروکا فلم یتھم بکذب ولا وضع اھ ملخصاً۔

ابوالفرج نے ایک حدیث میں طعن کیا کہ الفضل متروک لآلی[2] میں فرمایا:

فی الحکم بوضعه نظر فان الفضل لم یتھم بکذب۔

تعقبات[3] میں ہے: صبغ شیعی متروك عند النسائی فحاصل[4] کلامه انه ضعیف لا موضوع ویذلك صرح البیهقی۔ حدیث چلہ صوفیہ کرام قدس اسرارہم کہ من اخلص الله تعالٰی اربعین یوما ظهرت ینابیع الحکمة من قلبه علٰی لسانه۔

ابن جوزی نے بطریق حدیدہ روایت کر کے رواۃ میں کسی کے مجہول کسی کے کثیر الخطاء کسی کے مجروح کسی کے متروک ہونے سے طعن کیا۔ تعقبات میں سب کا جواب یہی فرمایا کہ مافیھم متھم بکذب۔ یعنی یہ سب کچھ سہی۔ پھر ان میں کوئی متہم بکذب تو نہیں کہ حدیث کو موضوع کہہ سکیں۔ یوں ہی ایک حدیث[5] پاک کی علت بیان کی

---

[1] فیه تحت حدیثه ایضًا والذی نفسی بیده ما انزل الله من وحی قط علی نبی بینه و بنیه الا بالعربیته الحدیث ۱۲ منه سلمه ربه

[2] فیه ایضا تحت حدیث ابن شاهین لما کلم الله تعالٰی یوم الطور کلمه بغیر الکلام الذی یوم ناداه الحدیث. ۱۲ منه سلمه ربه

[3] ذکره فی اوّل باب الصلوٰة ۱۲ منه سلمه ربه

[4] الکنایة للذهبی ۱۲ منه سلمه ربه

[5] یعنی حدیث ابی امامه من قال حین یسی صلی الله تعالٰی علی نوح و علیه السلام لم تلدغه عقرب تلك اللیلة ۱۲ منه سلمه ربه

بشر بن نمیر عن القاسم متروک ان تعقبات میں فرمایا: بشر لم یتهم بکذب ۔ حدیث ابی ہریرۃ اتخذ اللہ ابراهیم خلیلا ۔ الحدیث میں کہا: تفرد به مسلمة بن علی الخشنی وھو متروك ۔ تعقبات میں فرمایا: مسلمة وان ضعف فلم یجرح بکذب ۔ حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثلثه لا یعادون پر بھی مسلمہ مذکورہ سے طعن کیا۔ تعقبات میں فرمایا: لم یتهم بکذب والحدیث ضعیف لا موضوع ۔ سبحان اللہ! جب انتہا درجہ کی شدید جرحوں سے موضوعیت ثابت نہیں تو صرف جہالت راوی یا انقطاع سند کے سبب موضوع کہہ دینا کیسی جہالت اور عدل وعقل سے انقطاع کی حالت ہے۔ ولکن الوھابیة قوم یجھلون

تذییل

یہ ارشادات تو ہمارے ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کے تھے۔ ایک قول وہابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجیے۔ موضعات ابوالفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جنون وجذام وبرص کو اس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس برس والے پر حساب میں نرمی اور ساٹھ برس والے کو توبہ وعبادت نصیب ہوتی ہے۔ ہفتا دسالہ کو اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں۔ اسی برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف۔ نوے برس والے کے سب اگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں۔ وہ زمین میں اللہ عزوجل کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیع کیا جاتا ہے۔ بطریق حدیدہ روایت کر کے اس کے راویوں پر طعن کیسے کہ یوسف بن ابی درہ راوی مناکیر لیس بشئی اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ واہی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا ہے۔ ثقات سے وہ روایتیں کرتا ہے جو ان کی حدیث سے نہیں اور غزرمی متروک اور عباد بن عباد مستحق ترک اور غزرہ کو یحییٰ بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کوفی مجہول اور عایذہ ضعیف ہے۔ شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کر کے کہا:

مـا ابدی ابن الجوزی دلیلا علی یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکم

ماحکم به من الوضع وقد افرط وجاز فلیس مثل هذه المقالات توجب الحکم بالوضع بل اقل احوال الحدیث ان یکون حسنا لغیرہ ۔

وضع کیا۔ اس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حد سے بڑھے اور بے باکی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن حکم وضع کے موجب نہیں بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہو۔

انتھیٰ واللہ الھادی الیٰ سبیل الھدیٰ

افادۂ دہم

غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے۔ ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون قرآن عظیم ۱- یا سنت متواترہ ۲- یا اجماع ۳- قطعی قطعیات الدلالۃ یا عقل صریح ۴- یا حس صحیح ۵- یا تاریخ یقینی ٦- کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل وتطبیق نہ رہے ۷- یا معنی شنیع وقبیح ہوں جن کا صدور حضور پرنور صلوات اللہ تعالیٰ علیہ سے معقول نہ ہو' جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذمِ حق پر مشتمل ہونا ۸- یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے۔ اس کے کذب وبطلان پر گواہی مستنداً الی الحس دے ۹- یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل وخبر مشہور ومستفیض ہو جاتے' مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتہ نہیں ۱۰- یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ وبشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید وتہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس صورتیں تو صریح ظہور ووضوح وضع کی ہیں۔ ۱۱- یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک وسخیف ہوں۔ جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔ ۱۲- یا ناقل رافضی حضرات اہل بیت کرام علیٰ سیّدہم وعلیہم السلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں جیسے حدیث لحمک لحمی ودمک دمی ۔

اقول:

انصافاً یوں ہی وہ مناقب امیر معاویہ وعمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المومنین واہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں قریب تین لاکھ کے حدیثیں وضع کیں: کمانص علیه الحافظ ابویعلیٰ والحافظ الخلیلی فی الارشاد ۔ یوں ہی نواصب نے مناقب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بہت سی حدیثیں گھڑ لیں۔ کما ارشد الیه الامام الذاب عن السنة احمد بن جنبل رحمة الله تعالیٰ ۔ ۱۳- یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کردی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔ ۱۴- یا تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتہ نہ چلے۔ یہ اجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم تھی۔ ۱۵- یا راوی خود اقرار وضع کردے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو۔ مثلاً ایک شخص سے بلا واسطہ بدعویٰ سماع روایت کرے۔ پھر اس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اس کا اس سے سننا معقول نہ ہو، یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع وتلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں۔ ولو بسطنا المقال علی کل صورة نظام الکلام وتقاضی المرام ولسنا هنالك بصدد ذلك ۔

ثم اقول:

رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو۔ اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے۔ اس باب میں کلمات علماء کرام تین طرز پر ہیں:

۱- انکار محض یعنی بے امور مذکورہ کے اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں۔ اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اس کا مدار ہو۔ امام سخاوی فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں اسی پر جزم فرماتے ہیں:

مجرد تفرد االکذاب بل الوضاع اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں

ولو کان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متجر تام الاستقراء غیر مستلزم لذالك بل لا بدمعه من انضمام شیء مما سیأتی .

استقصائے تام کرے اور بایں ہمہ حدیث کا پتہ ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ ملے۔ تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی۔ جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔

مولانا علی قاری نے موضعات کبیر میں حدیث ابن ماجہ دربار اتخاذ دجاج کی نسبت نقل کیا کہ اس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی ہے۔ ابن حبان نے کہا وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔ پھر فرمایا:

والظھر ان الحدیث ضعیف لاموضوع

ظاہر ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں

حدیث فضیلت کا راوی ابوعقال ہلال بن زید ہے۔ ابن حبان نے کہا: وہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا۔ لہٰذا ابن الجوزی نے اس پر حکم وضع کیا۔ امام الشان حافظ ابن حجر نے قول مسدد پھر خاتم الحفاظ نے لآلی میں فرمایا:

ھذاالحدیث فی فضائل الاعمال والتحریص علی الرباط ولیس فیہ مایحیل الشرع ولا العقل فالحکم علیه بالبطلان بمجرد کونه من روایة ابی عقال لا یتجه ولا طریقة الامام احمد معروفة فی التسامح فی احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام

یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے اس میں سرحد دارالحرب پر گھوڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی امر نہیں جسے شرع یا عقل محال مانے تو صرف اس بناء پر کہ اس کا راوی ابوعقال ہے، باطل کہہ دینا نہیں بنتا۔ امام احمد کی روش معلوم ہے کہ احادیثِ فضائل میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیثِ احکام میں۔

ـــــــــــــــــــ

[1] ودته لان التواتر لا یعتبر الا فی الحیات کما نصوا علیه فی الاصلین ۱۲ منه سلمه ربه

یعنی تو اسے درج مسند فرمانا کچھ معیوب نہ ہوا۔

۲- کذاب وضاع جس سے عمداً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان وافترا کرنا ثابت ہو۔ صرف ایسے کی حدیث کو کہیں گے۔ وہ بھی بطریق ظن نہ بروجہ یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افترا اس سے ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ متہم بکذب ووضع ہو۔ یہ مسلک امام الشان[1] وغیرہ علما کا ہے نخبہ ونزہۃ میں فرماتے ہیں: الطعن اماان یکون لکذب الراوی بان یروی عنه مالم یقله صلی الله علیه وسلم متعمداً لذالك اوتهمة بذلك الاول هوالموضوع والحکم علیه بالوضع انما هو بطریق الظن الغالب لا بالقطع اذ قد یصدق الکذوب والثانی هوالمتروك اھ ملتقطا۔

یہی امام کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں حدیث ان الشیطان یحب الحمرة فایا کم والحمرة وکل ثوب فیه شهرة کی نسبت فرماتے ہیں:

قال الجوز قانی فی کتاب الاباطیل هذا حدیث باطل واسناده منقطع کذاقال وقوله باطل مردود فان ابابکر الهذلی لم یوصف بالوضع وقد وافقه سعید بن بشیر وان زاد فی السند رجلا فغانیه ان المتن ضعیف اما حکمه بالوضع فمردود ۔ مولانا علی قاری[2] حاشیہ نزہت میں فرماتے ہیں:

الموضوع هوالحدیث الذی فیه الطعن بکذب الرّاوی ۔

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

احادیث الدیك حکم ابن الجوزی بوضعها ورد علیه الحافظ بما حاصله انه لم یتبین له الحکم بوضعها اذلیس فیها وضاع ولا کذاب نعم هوضعیف من جمیع طریقه ۔ اسی میں حدیث[3] کان لا یعود الا بعد ثلث پر اس طعن کے جواب میں کہ اس میں مسلمہ بن علی متروک واقع ہے فرمایا:

---

[1] ذکره فی ترجمه رافع بن یزید الثقفی۔۱۲ منه سلمه ربه

[2] المقصد الثانی آخر الفصل التاسع ۱۲ منع سلمه ربه

[3] المقصد الثامن الفصل الاوّل فی طبه صلی الله تعالی علیه وسلم ۔۱۲ منه سلمه ربه

اورده ابن الجوزی فی الموضوعات وتعقبوا بانه فقط لاموضوع فان مسلمة لم یجرح بکذب کما قاله الحفاظ ولا الثقات لمن عزیز خرف القول فقال هو موضوع کما قال الذهبی وغیرہ ۔ اسی میں بعد کلام مذکور ہے:
المدار علی الاسناد فان تفردبه کذاب اووضاع فحدیثه موضوع وان کان ضعیفا فالحدیث ضعیف فقط ۔ انہیں [۱] ابن علی ختنی نے حدیث ثلاثة لیس لهم عبادة الرمدو الدمل والضرس کو مرفوعاً روایت کیا اور ہقل نے یحییٰ بن ابی کثیر پر موقوف رکھا۔ تو شدت طعن کے ساتھ مخالفت اوثق نے حدیث کو منکر بھی کر دیا۔ وللہذا بیہقی نے موقوف کو ہوا صحیح بتایا۔ امام حافظ نے فرمایا: تصحیحه وقفه لا یوجب الحکم یوضعه اذ مسلمة وان کان ضعیفاً لم یجرح بکذب فجزم ابن الجوزی بوضعه وهم اھ نقله الزقانی قبیل ما مر ۔

۷۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ منصور عباسی سے ارشاد ہوا کہ اپنا منہ حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں پھیرتا ہے۔ وہ تیرا اور تیرے باپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں۔ ان کی طرف منہ کر اور ان سے شفاعت مانگ کہ اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ جسے اکابر ائمہ نے باسانید جیدہ مقبولہ روایت فرمایا۔ ابن تیمیہ متہور نے جزافاً بک دیا کہ ان هــــذه الحکایة کذب علی مالك ۔

علامہ زرقانی [۲] نے اس کے رد میں فرمایا: هذا تهور عجیب فان الحکایة رواها ابو الحسن علی بن فهر فی کتابه فضائل بن مالك باسناد لاباس به واخرجها القاضی عیاض فی الشفاء من طریقة عن شیوخ عدة من ثقات مشائخه فمن این انها کذب ولیس فی اسنادها وضاع ولا کذاب ۔

۸۔ افادۂ نہم میں امام الشان وامام خاتم الفاظ کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک سہی

---

[۱] المقصد والعاشر الفصل الثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم۔۱۲ منه سلمه ربه

[۲] باب فضائل القرآن ۱۲ منه سلمه ربه

کبھی نے اسے وضاع تو نہ کہا۔ ۹- امام آخر کا قول گزرا کہ مسلمہ ضعیف سہی۔ اس پر طعن کذب تو نہیں۔ ۱۰- نیز تعقبات[1] میں فرمایا: لم یجرح بکذب فلا یلزم ان یکون حدیثه موضوعاً۔

(۳) بہت سے علماء جہاں احادیث پر حکم وضع اٹھاتے ہیں۔ وجہ رو میں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر موضوع ہوسکتی ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ متہم بالکذب کبھی فرماتے ہیں۔ موضوع تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا۔ یہاں ایسا نہیں تو موضع نہیں۔ افادۂ دوم ۱- میں امام زرکشی وامام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی جب تک راوی متہم بالوضع نہ ہو۔ ۲- افادۂ پنجم میں گزرا کہ ابوالفرج نے کہا ملیکی متروک ہے۔ تعقبات میں فرمایا متہم بکذب تو نہیں۔ ۳- افادۂ نہم انہیں دونوں ائمہ کا قول گزرا کہ راوی متروک سہی، متہم بالکذب تو نہیں۔ وہیں امام خاتم الحفاظ کے چار قول گزرے کہ راویوں کے ۴- مجہول ۵- مجروح ۶- کثیر الخطأ ۷- متروک ہونے سے سب کے یہی جواب دیئے۔

نیز تعقبات[2] میں ہے: حدیث فیه حسن بن فرقد لیس بشئی قلت لم یتهم بکذب واکثر مافیه ان الحدیث ضعیف ۔

اسی میں ہے: حدیث، فیه عطیة وبشر ضعیفان قلت فی الحکم بوضعه نظر فلم یتهم واحد منهما بکذب۔ ۱۰- اسی میں ہے[3]:

حدیث اطلبوا العلم ولو بالصین فیه ابوعاتکه منکر الحدیث . قلت لم یجرح بکذب ولا تهمته۔ اسی میں ہے[4]:

حدیث فیه عمارة لا یحتج به قال الحافظ ابن حجر تابعه اغلب واغلب بعمارة فی الضعف لکن لم ارمن اتهم بالکذب ۔

علامہ زرقانی نے شرح مواہب[5] لدنیہ میں عالم قریش یملئو الارض علما کی

---

[1] آخر البعث ۱۲ منه سلمه ربه

[2] آخر التوحید ۱۲ منه سلمه ربه

[3] اوّل العلم ۱۲ منه سلمه ربه

[4] اوّل البعث ۱۲ منه سلمه ربه

نسبت فرمایا: **کیف یتصور وضعه ولا کذاب فیه** اس کا موضوع ہونا کیونکر متصور ہو' حالانکہ اس میں کوئی کذاب نہ کوئی متہم۔

بالجملہ اس قدر پر اجماع محققین ہے کہ حدیث جب ان دلائل وقرائن قطعیہ وغالبیہ سے خالی ہو اور اس کا مدار کسی متہم بالکذب پر نہ ہو تو ہرگز کسی طرح اسے موضوع کہنا ممکن نہیں' جو بغیر اس کے حکم بالوضع کر دے یا مشدد مفرط ہے یا مخطی غالط یا متعصب مغالط۔ **واللہ الھادی وعلیہ اعتمادی** ۔

افادۂ یازدہم

جو حدیث فی نفسہ ان پندرہ دلائل سے منزہ ہو۔ محدث اگر اس پر حکم وضع کرے تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں' بلکہ صرف اس سند پر جو اس وقت اس کے پیش نظر ہے' بلکہ بارہا اسانید عدیدہ حاضرہ سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے۔ یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہ ثابت ہے مگر اس سند سے موضوع وباطل اور نہ صرف موضوع بلکہ انصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہ حاصل حاصل ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں۔ تو کسی عالم کا حکم وضع یا ضعف دیکھ کر خواہی نخواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے۔ ناواقفوں کا فہم سخیف ہے میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے۔

ابراھیم بن موسٰی المروزی عن مالك عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما حدیث طلب العلم فریضه قال احمد بن حنبل ھذا کذب یعنی بھٰذا لاسناد والا فالمتن له طرق ضعیفة ۔

یعنی امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث طلب العلم فریضۃ کو کذب فرمایا' اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند سے کذب ہے۔ ورنہ اصل حدیث تو کئی سندوں ضعاف سے وارد ہے۔ امام شمس الدین ابوالخیر محمد محمد محمد ابن الجزری استاذ امام الشان ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حصن حصین شریف میں جس کی نسبت فرمایا:

فیعلم انی ارجوا ان یکون جمیع معلوم رہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس

---

۱ المقصد الثامن الفصل الثالث القم الثانی ۱۲ منه سلمه ربه

ما فیه صحیحاً ۔ کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں، سب صحیح ہیں۔

حدیث حاکم وابن مردویہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا ذکر کی۔ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اس کی شرح حرزثمین میں لکھتے ہیں: صرح ابن الجوزی بان ھٰذاالحدیث موضوع قلت یکن ان یکون بالنسبة الٰی اسناده المذکوره عنده موضوعًا ۔ اسی طرح حرزوصین میں ہے۔ نیز موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں:

ما اختلفوا فی انه موضوع ترکت ذکره للحقیر من الخطر لا حتمال ان یکون موضوعا من طریق وصحیحا من وجه اٰخر ۔ الخ

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث احیائے ابوین کریمین کی نسبت فرماتے ہیں:

قال السھیلی ان اسناده مجاھیل وھو یفید ضعفه فقط وبه صرح فی موضع اٰخر من الروض وایده بحدیث ولاینا فی ھٰذا ترجیه صحة لان مراده من غیر ھٰذا الطریق ان وجدا وفی نفس الامر لان الحکم بالضعف وغیره انما ھونی الظاھر ۔

اور سینے حدیث پاک: صلٰوة براك مسواک کے ساتھ نماز بے مسواک کے ستر خیر من سبعین صلٰوة سواك نمازوں سے بہتر ہے۔

ابونعیم نے کتاب السواک میں دو جیّد وصحیح سندوں سے روایت کیا۔ امام ضیاء نے اسے صحیح مختارہ اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا اور کہا شرط مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد وابن خزیمہ وحارث بن ابی اسامہ ابویعلیٰ وابن عدی وبزار وحاکم وبیہقی وابونعیم وغیرہم اجلہ محدثین نے بطریق عدیدہ واسانیدہ متنوعہ احادیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمرو جابر بن عبداللہ وانس بن مالک وام الدرداء وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تخریج کی جس کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعاً محال ہے۔ بایں

ہمہ ابوعمر ابن عبدالبر نے تمہید میں امام ابن معین نے اس کا بطلان نقل کیا۔ علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنہ میں اسے ذکر کر کے فرماتے ہیں: قول ابن عبدالبر فی التمهید عن ابن معین انه حديث باطل هو بالنسبة لما وقع له من طرقه ۔ امام ابن معین کا یہ فرمانا اس سند کی نسبت ہے جو انہیں پہنچی ۔ ورنہ حدیث باطل تو کیا معنے ضعیف بھی نہیں، اقل درجہ حسن ثابت ہے اور سینے حدیث حسن صحیح مروی سنن ابوداؤد ونسائی وصحیح مختارہ وغیرہا صحاح وسنن ان رجلا اتی النبیی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فقال ان امواتی لا تدفع[1] يد لا مس قال طلقها قال انی احبها قال استمتع بها کہ باسانید ثقات وموثقین احادیث جابر بن عبداللہ وعبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آئی: امام ذہبی نے مختصر سنن میں کہا: اسناد صالح امام عبدالعظیم منذری نے مختصر سنن میں فرمایا: رجال اسناده محتج بهم فی الصحيحين على الاتفاق والانفراد ۔امام حجر عسقلانی نے فرمایا: حسن صحیح۔ اس حدیث کو جو حافظ ابوالفرج نے امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ليس له اصل ولا يثبت عن النبى صلى الله تعالیٰ علی وسلم کی تبعیت سے لا اصل لہ کہا۔

امام الشان حدیث کا صحیح ہونا ثابت کر کے فرماتے ہیں: لا يلتفت الیٰ ما وقع من ابی الفرج ابن الجوزی حيث ذكر هٰذاالحديث فی الموضوعات ولم يذكر من طرقة الا الطريق التی اخرجها الخلال من طريق ابی الزبير عن جابر واعتمد فی بطلانه علیٰ نقله الخلال عن احمد فابان ذٰلك عن قلة اطلاع ابن الجوزی وغلبة التقليد عليه حتّٰی حكم بوضع الحديث بمجرد ماجاء عن امامه ولو عرضت هذه الطرق علی امامه لا عترف للحديث اصلاً ولكنه لم تقع له' فلذٰلك لم ادله فی مسنده ولا فيما يروی عنه ذكر ااصلالا من طريق ابن عباس ولامن طريق جابر سوی ماساله عنه

---

[1] ای کل من سالها شيئا من طعام اومال اعطة ولوترد هٰذا هو الراجح عند نافی معنی الحديث والله تعالیٰ اعلم. ١٢ منه سلمه ربه

الخلال وهو معذور فی جوابه بالنسبة لتلك الطريق بخصوصها اھ ذكره فی اللآلی[1]

نتیجہ الافادات

بحمداللہ تعالیٰ فقیر آستان قادری غفراللہ تعالیٰ کے ان گیارہ افادات نے مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح روشن کردیا احادیث تقبیل ابہامین کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں۔ ان پندرہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ اس کا مدار کسی وضاع کذاب یا متہم بالکذب پر نہیں۔ پھر حکم وضع محض بے اصل وواجب الدفع والہذا علمائے کرام نے لایصح فرمایا۔ یہاں تک کہ وہابیہ کے امام شوکانی نے بھی باآنکہ ایسے بھی موقع میں سخت تشدد اور بہت سے وسائل میں بے معنی تفرد کی عادت ہے۔ فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اقتصار کیا اور موضوع کہنے کا راستہ نہ ملا۔ اگر بالفرض کسی امام معتمد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہوتو وہ صرف کسی سند خاص کی نسبت ہوگا نہ اصل حدیث پر جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں جنہیں وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں کہ جہالت وانقطاع اگر ہیں تو مورث ضعف نہ کہ مثبت وضع بعونہٖ تعالیٰ یہاں تک کہ تقریر سے موضوعیت حدیث کی نسبت منکرین کی بالا خوانیاں بالا بالا گئیں۔ آگے چلیے۔ وباللہ التوفیق۔

افادۂ دوازدہم

حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کرلیتے ہیں' بلکہ اگر ضعف غائت شدت وقوت پر نہ ہوتو جبر نقصان ہوکر حدیث درجہ حسن تک پہنچتی اور مثل صحیح خود احکام حلال وحرام میں حجت ہوجاتی ہے۔ مرقاۃ میں ہے۔

تعدد[1] الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الیٰ حدالحسن .

متعدد روایتوں سے آنا حدیث ضعیف کو درجہ حسن تک پہنچا دیتا ہے۔

---

[1] فی اواخر النكاح ۱۲ منه سلمه ربه

آخر موضوعات کبیر میں فرمایا:

تعدد[1] الطرق ولو ضعفت یرقی الحدیث الی الحسن ۔

طرق متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجہ حسن تک ترقی دیتے ہیں۔

محقق علی الاطلاق فتح القدیر[2] میں فرماتے ہیں:

لوتم تضعیف کلها کانت حسنة لتعدد الطرق و کثرتها ۔

اگر سب کا ضعف ثابت ہو بھی جائے تاہم حدیث حسن ہوگی کہ طرق متعدد وکثیر ہیں۔

اسی[3] میں فرمایا:

جاز فی الحسن ان یرتفع الی الصحة اذا کثرت طرقه والضعیف یصیر حجه بذٰلك لان تعدده قرینه علی ثبوته فی نفس الامر ۔

جائز ہے کہ حسن کثرت طرق سے صحت تک ترقی پائے اور حدیث ضعیف اس کے سبب حجت ہو جاتی ہے کہ تعدد اسانید ثبوت واقعی پر قرینہ ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی میزان شریعۃ الکبریٰ[4] میں فرماتے ہیں:

قداحتج جمهور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقه والحقوه بالصحیح تارة وبالحسن اخری وهٰذا النوع من الضعیف یوجد کثیرا فی کتاب السنن الکبریٰ للبیهقی

بے شک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے حجت جانا اور اسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا۔ اس قسم کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبریٰ میں بکثرت پائی جاتی ہیں جسے انہوں نے ائمہ مجتہدین واصحاب ائمہ کے مذاہب پر

---

[1] آخر فصل الثانی باب مالا یجوز من العمل فی الصلوٰة ۱۲ منه سلمه ربه

[2] ذکره فی مسئلة السجود علی کور العمامة ۱۲ منه سلمه ربه

[3] قال فی مسئلة التنفل قبل المغرب ۱۲ منه سلمه ربه

[4] الفصل الثالث من فصول فی الاجوبة عن الامام ابی حنیفة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه ۱۲ منه سلمه ربه

التی الفها لقصد الاحتجاج لا قوال الائمه واقوال اصحابهم ۔ دلائل بیان کرنے کی غرض سے تالیف فرمایا۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں دوبارہ حدیث توسعہ علی العیال یوم عاشورا امام ابوبکر بیہقی سے ناقل ہیں:

ھذا الاسانید وان کانت ضعیفة لکنها اذا ضم بعضها الی بعض حدثت قوة ۔ یہ سندیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر آپس میں مل کر قوت پیدا کریں گی۔

بلکہ امام جلیل جلال الدین سیوطی تعقبات[2] میں فرماتے ہیں:

المتروك اوالمنكر اذا تعددت طرقه ارتقى الىٰ درجة الضعيف الغريب بل ربما ارتقى الى الحسن ۔ یعنی متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعیف ہیں، یہ بھی تعدد طرق سے ضعیف غریب بلکہ کبھی حسن کے درجہ تک ترقی کرتے ہیں۔

افادۂ سیزدہم

جہالت راوی بلکہ ابہام بھی انہیں کم درجہ کے ضعفوں سے ہے جو تعدد طرق سے منجبر ہوجاتے ہیں اور حدیث کو رتبہ حسن تک ترقی سے مانع نہیں آتے۔ یہ حدیثیں جابر ومنجبر دونوں ہونے کے صالح ہیں۔ افادۂ پنجم میں امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منجبر ہوگئی۔ امام الشان کا فرمانا گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی۔ ابوالفرج نے حدیث لیث عن مجاهد عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من ولد له ثلثه اولاد فلم یسم احدهم محمد افقد جهل پر طعن کیا کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن حبان نے مخلط بتایا۔ امام سیوطی[2] نے اس کا شاہد بروایت

[1] باب المناقب حديث النظر الى عباده ١٢ منه سلمه ربه

[2] لالی کتاب المبتداء

نضر بن شفقی مرسلاً مسند حارث سے ذکر کر کے ابن انقطان سے نضر کا مجہول ہونا نقل کیا۔ پھر فرمایا۔

هذا المرسل يعضد حديث ابن عباس ويدخله في قسم المقبول.

یہ مرسل اس حدیث ابن عباس کی موید ہو کر اسے قسم مقبول میں داخل کرے گی۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے[1] ہیں:

في اسناده جهالة لكنه اعتضد فصار حسنا.

اس کی اسناد میں جہالت ہے مگر تائید پا کر حسن ہوگئی۔

افادۂ چہاردہم

حصول قوت کے لیے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں۔ صرف دو بھی مل کر قوت پا جاتے ہیں۔ اس کی مثال ابھی گزری۔

نیز تیسیر میں فرمایا:

ضعيف لضعف عمرو بن واقد لكنه يقوى بوروده من طريقين.

یعنی حدیث تو اپنے راوی عمرو بن واقد متروک کے باعث ضعیف ہے، مگر دو سندوں سے آ کر قوت پاگئی۔

اسی میں حدیث اکرموا المعزى وامسحوا برغامها فانها من دواب الجنة۔ بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یزید نوفلی کے سبب تضعیف کی۔ پھر اس کے مشاہد بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا۔

اسناده ضعيف لكن يجبره ما قبله فيتعاضدان.

سند اس کی بھی ضعیف ہے، لیکن پہلی سند اس کی تلافی کرتی ہے تو دو مل کر قوی ہو جائیں گی۔

جامع صغیر میں حدیث اکرموا العلماء فانهم ورثة الانبياء دو طریقوں سے

---

[1] تحت حديث ابنو الساجد واخر جو القامة ۱۲ منه سلمه ربه

ایراد کی۔ اول ابن عساکر عن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوم خط یعنی الخطیب فی التاریخ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما علامہ مناوی وعلامہ عزیزی نے تیسیر وسراج المنیر میں زیر طریق اول لکھا: ضعیف لکن یقویہ مابعدہ ضعیف ہے، مگر پچھلی حدیث اسے قوت دیتی ہے۔

زیر طریق دوم فرمایا:

ضعیف لضعف الضحاك بن حجرة لکن یعضدہ ماقبلہ	ضحاک بن حجرہ کے ضعف سے یہ بھی ضعیف ہے مگر پہلی اسے طاقت بخشتی ہے۔

متتبع کلمات علماء اس کی بہت مثالیں پائے گا۔

افادۂ پانزدہم

اہل علم کے عمل کر لینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے۔ اگرچہ سند ضعیف وہ۔ مرقاۃ[1] میں ہے:

رواہ الترمذی وقال غریب والعمل علی ھذا عند اھل العلم قال النووی واسنادہ ضعیف نقلہ میرك فكان الترمذی یرید تقویة الحدیث بعمل اھل العلم والعلم عند اللہ تعالیٰ كما قال الشیخ محی الدین ابن العربی انہ بلغنی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ من قال لا الہ الا اللہ سبعین الفاً غفر اللہ تعالیٰ لہ من ومن قیل لہ غفر لہ	یعنی امام ترمذی نے فرمایا حدیث غریب ہے اور اہل علم کا اس پر عمل سیّد میرک نے امام نووی سے نقل کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم! اس کی نظیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی تھی کہ جو شخص ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت ہو اور جس کے لیے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو۔

---

[1] باب ما علی الماموم من المتابعة اوّل الفصل الثانی ۱۲ منہ سلمہ ربہ

ایضاً فکنت ذکرت التھلیلة بالعدو المروی من غ یر ان انوی لا حد باخصوص فحضرت طعاماً مع بعض الاصحاب وفیھم شاب مشھور بالکشف فاذا ھونیٰ اثناء الاکل اظھر البکاء فسألة عن السبب فقال اریامی فی العذاب فوھبت فی باطنی ثواب التھلیلة المذکور لھا فضحك وقال انی اراھا الأن فی حسن الماب فقال الشیخ فعرفت صحة الحدیث بصحة کشفه وصحة کشفه بصحة الحدیث

میں نے لا الٰہ الا اللہ اتنی بار پڑھا تھا اس میں کسی کے لیے خاص نیت نہ کی اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا ان میں ایک جوان کے کشف کا شہرہ تھا۔ کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا۔ میں نے سبب پوچھا تو کہا میں اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا۔ فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اسے اچھی جگہ دیکھتا ہوں۔ امام ابن عربی فرماتے ہیں تو میں نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف کی صحت سے جانی اور اس کے کشف کی صحت سے حدیث کی صحت سے جانی۔

امام سیوطی نے تعقبات[1] میں امام بیہقی سے نقل فرمایا۔

تداولھا الصالحون بعضھم عن بعض وفی ذلك تقویة للحدیث المرفوع .

اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور ان کے اخذ میں حدیث مرفوع کی تقویت ہے۔

اوسی[2] میں فرمایا: قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اھل العلم به وان لم یکن له اسناد یعتمد علیٰ مثله۔ متعدد علماء نے

---

[1] باب الصلوٰۃ حدیث صلوٰۃ التسبیح ۱۲ منه سلمه ربه

[2] باب الصلوٰۃ حدیث من جمع یبن الصلوٰ تین من غیر عذر فقداتی باب من ابواب الکبائر اخرجه الترمذی وقال حسین ضعفه احمد وغیره والعمل علی ھذا الحدیث عند اھل العلم فاشار بذالك الی ان الحدیث اعتضد بقول اھل العلم و قد صرح غیر واحد الخ۔۱۲ منه

تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت بھی صحت حدیث کی دلیل ہوتی ہے۔ اگر چہ اس کے لیے کوئی اسناد قابل اعتماد نہ ہو۔

یہ ارشاد علماء احادیث احکام کے بارے میں ہے۔ پھر احادیث فضائل تو احادیث فضائل ہیں۔

افادہ شانزدہم

جن باتوں کا ثبوت حدیث سے چاہا جائے۔ وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجہ کی قوت پر ہیں کہ جب تک حدیث مشہور متواترہ نہ ہو۔ اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ احاد اگر چہ کیسے ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں ان کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔ یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار ہے۔ علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں۔

خبر الواحد علی تقدیر اشتماله علی جمیع الشرائط المذکورة اصول الفقه لا یفید الا الظن ولا عبرة بالظن فی باب الاعتقادات .	حدیث احادیث اگر چہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو' اصول فقہ میں ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں۔

مولانا علی قاری منح الروض الازہر میں فرماتے ہیں۔

الاحالا تفید الاتعماد فی الاعتقاد	احادیث آحاد در بارۂ اعتقاد نا قابل اعتماد۔

دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ ان کے لیے اگر چہ اتنی قوت درکار نہیں' پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہیے۔ جمہور علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔ تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے۔ یہاں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انہیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا یہ فضل عطا کیا تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے۔ ایسی جگہ صحت حدیث میں

---

[1] ای ولا عبرۃ بس شذ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

کلام کر کے اسے پایۂ قبول سے ساقط کرنا فرق مراتب نہ جاننے سے ناشی جیسے بعض جاہل بول اٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ یہ ان کی نادانی ہے۔ علماء محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں۔ یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں۔ عزیز و مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے حسن بھی نہ سہی۔ یہاں ضعیف بھی مستحکم [۲] ہے۔

رسالہ قاری و مرقاۃ و شرح ابن حجر مکی و تعقبات ولآلی امام سیوطی و قول مسدد امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افائدہ دوم و سوم و چہارم و دہم میں گزریں۔ عبارت تعقبات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے باآنکہ اس میں ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوثق کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے امام اجل شیخ العلماء والعرفاء سیدی ابوطالب محمد بن علی مکی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب [۳] فی معاملۃ المحبوب میں فرماتے ہیں:

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفصیل الاصحاب متقبلہ محتملہ علی کل مقاطیعھا ومراسیلھا لا تعارض ولا ترد د کذلک کان السلف یفعلون ۔	فضائل اعمال و تفصیل صحابہ کرام کی حدیثیں کیسی ہی ہوں۔ ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں مقطوع ہوں' خواہ مرسل۔ نہ ان کی مخالفت کی جائے نہ انہیں رد کریں۔ ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔

امام ابوزکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ پھر ملا علی قاری

[۱] الاجماع المذکور فی الضعیف المطلق کما نحن فیہ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[۲] مسئلہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلۃ من تعف اجلہ ورسالہ الاحادیث الراویہ لمدح الا میر معویہ و عرش الاعزاز و الاکرام الاوّل ملوک الاسلام ورسالہ ذب الاھواء الروایہ فی باب الامیر معویہ وغیرہا میں ہے۔ وقضا اللہ تعالیٰ بمنہ و کرمہ لتر میفھا وتتبیضھا ونفع بھاو بسائر تصانیفی امۃ الاسلام بقضھا وقضیفھا آمین یا عظیم القدرۃ واسع الرحمۃ آمین و صلی اللہ تعالی و بارک وسلم علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ۱۲ منہ [۳] فی الفصل الحادی والثلثین

مرقاۃ[1] حرزثمین[2] شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں:

قد اتفق الحفاظ ولفظ الاربعین قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال ولفظ الحرز جواز العمل به فی فضائل الاعمال بالاتفاق ۔ یعنی بے شک حفاظ حدیث وعلمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔ فتح المبین[3] بشرح الاربعین میں ہے:

لانه ان کان صحیحا فی نفس الامر فقد اعطی حقه من العمل به والالم یترتب علی العمل به مفسده تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق للغیر وفی حدیث ضعیف من بلغه عنی ثواب عمل فعمله حصل له اجره وان لم اکن قلة اوکما قال واشار المصنف رحمة الله تعالیٰ بحکایة الاجماع علی ماذکره الی الرد علی من نازع فیه ۔ الخ

یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل اس لیے ٹھیک ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی، جب تو جو اس کا حق تھا، ادا ہوگیا کہ اس پر عمل کیا جائے اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر عمل کرنے میں کسی تحلیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جسے مجھ سے کسی عمل پر ثواب کی خبر پہنچے، وہ اس پر عمل کرلے، اس کا اجر اسے حاصل ہو، اگرچہ وہ بات میں نے واقع میں نہ فرمائی ہو، لفظ حدیث کے یونہی ہیں یا جس طرح حضور پرنور شافع النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائے۔ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر نقل اجماع علماء سے اشارہ فرمایا کہ جو اس میں نزاع کرے، اس کا قول مردود ہے۔ مقاصد حسنہ[1] میں ہے:

---

[1] تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثا قال النووی طرقة کلها ضعیفه ۱۲ منه سلمه ربه

[2] فی شرح الخطبة تحت قول المصنف رحمة الله تعالیٰ انی ارجو ان یکون جمیع ما فیه صحیحا ۱۲ منه سلمه ربه [3] فی شرح الخطبة ۱۲ منه سلمه ربه

[1] تحت حدیث من بلغة من الله عزوجل فیه فضیلة الحدیث و سیاتی انشاء الله تعالیٰ ۱۲ منه

قد قال ابن عبدالبر انهم یتساهلون فی الحدیث اذا کان من فضائل الاعمال

بے شک ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا کہ علماء حدیث میں تساہل فرماتے ہیں جب فضائل اعمال کے بارہ میں ہو۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر[۲] میں فرماتے ہیں:

الضعیف غیر الموضوع یعمل به فی فضائل الاعمال

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا بس اتنا چاہیے کہ موضوع نہ ہو۔

مقدمہ امام ابوعمرو ابن الصلاح ومقدمہ جرجانیہ وشرح الفیۃ للمصنف وتقریب النووی اوراس کی شرح تدریب الراوی میں ہے:

واللفظ لهما یجوز عند اهل الحدیث وغیرهم التساهل فی الاسانید الضعیفة وروایة ماسوی الموضوع من الضعیف والعمل به من غیر بیان ضعفه فی فضائل الاعمال وغیر هما ممالا تعلق له بالعقائد والاحکام وممن نقل عنه ذالك ابن جنبل وابن مهدی وابن المبارك قالوا اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحرها تساهلنا اه ملخصا۔

محدثین وغیرہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت اور اس پر عمل فضائل اعمال وغیرہا امور میں جائز ہے جنہیں عقائد واحکام سے تعلق نہیں۔ امام احمد بن جنبل وامام عبدالرحمٰن بن مہدی وامام عبداللہ بن مبارک وغیرہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول وہ فرماتے' جب ہم حلال وحرام میں حدیث روایت کریں' سختی کرتے ہیں اور جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی۔

امام زین الدین عراقی نے الفتیہ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا:

عن ابن مهدی وغیر واحد

یعنی امام ابن مہدی وغیرہ سے ایسا ہی منقول ہے۔

---

[۲] ذکرہ فی مسالة تقدیم الاوداع ۱۲ منہ سلمہ ربہ

وہاں شارح نے فتح المغیث میں امام احمد وامام ابن معین وامام ابن المبارک وامام سفیان ثوری وامام ابن عینیہ وامام ابوزکریا عنبری وحاکم وابن البر کے اسماء واقوال نقل کیے اور فرمایا کہ ابن عدی نے کامل اور خطیب نے کفایہ میں اس کے لیے ایک مستقل باب وضع کیا۔

غرض مسئلہ مشہور ہے اور نصوص و نامحصور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ مسطور انشاء اللہ تعالیٰ العزیز الغفور۔

تذییل

کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں۔ مولوی خرم علی رسالہ دعائیہ[1] میں لکھتے ہیں: ضعاف در فضائل اعمال وفیما نحن فیہ باتفاق علماء معمول بہاء است۔ الخ مظاہر حق میں راوی حدیث صلوٰۃ الاوابین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کر کے لکھا:

اس حدیث کو اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعف کیا ہے، لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائلِ اعمال میں باتفاق جائز ہے۔ الخ

افادۂ ہفدہم

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔ حدیث ضعیف ثبوت استحباب کے لیے بس ہے۔ امام شیخ الاسلام ابوزکریا نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاۃ کتاب الاذکار المنتخب من کلام سیّد الابرار صلی اللہ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغیرهم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل	محدثین وفقہاء وغیرہم علماء نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی رغبت اور بری بات سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف

[1] نقل هذالعبارات الثلاثه محقق اعصار ناوز ینة امصار ناتاج الفهول محب الرسول مولانا المولوی عبد القادر البدایونی ادام الله تعالیٰ فیوضه فی کتابه سیف الاسلام المسلول علی المناح لعمل المولد والقیام

والترهيب بالحديث الضعيف مالم يكن موضوعا ۔ پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو۔

بعینہا یہی الفاظ امام ابن الہمام نے العقد النضید فی تحقیق کلمۃ التوحید پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی نے حدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ[1] میں فرمائے۔ امام فقیہ النفس محقق علی الاطلاق فتح القدیر[2] میں فرماتے ہیں:

الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع ۔ حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت ہوجاتا ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی[3] فی شرح منیۃ المصلی میں فرماتے ہیں:

یستحب ان یمسح بدنه بمندیل بعد الغسل لما روت عائشه رضی اللہ تعالٰی عنها قالت کان للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم خرقة یتنشف بها بعد الوضوء رواه الترمذی وهو ضعیف ولکن یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل ۔ نہا کر بدن رومال سے پوچھنا مستحب ہے کہ ترمذی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی ہے۔ حضور پرنور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضائے مبارک صاف فرماتے۔ یہ حدیث ضعیف ہے، مگر فضائل میں ضعیف پر عمل روا ہے۔

مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسح گردن کا ضعف بیان کرکے فرماتے ہیں:

الضعیف یعمل به فی فضائل الاعمال اتفاقاً ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبه مستحب اوسنته ۔ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے، اسی لیے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

---

[1] اوّل الکتاب و ثالث فصول المقدمه ۱۲ منه

[2] اواخر الفصل الثانی من الباب الاوّل ۱۲ منه سلمه ربه

[3] قبیل فصل فی حمل الجنازة ۱۲ منه سلمه ربه

[4] فی سنن الغسل ۱۲ منه سلمه ربه

امام جلیل جلال الدین سیوطی طلوع[۱] الثریا باظہار ماکان خفیا میں فرماتے ہیں:

استحبہ ابن الصلاح وتبعہ النووی نظرالی ان الحدیث الضعیف یتسامح بہ فی فضائل الاعمال .

تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

علامہ محقق جلال دوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ انموذج العلوم[۲] میں فرماتے ہیں:

الذی یصلح للتعویل علیہ ان یقال اذاوجد حدیث فی فضیلۃ عمل من الاعمال لا یحتمل الحرمۃ والکراھیۃ یجوز العمل بہ ویستحب لانہ مامون الخطر ومرجو النفع .

اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت وکراہت کے قابل نہ ہو تو اس حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی امید۔

اقول

وباللہ التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے' ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت والغدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت ہوا ہے۔ اس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہوا۔ تو لاجرم درود حدیث کے سبب

---

[۱] نقلہ بعض العصریین و ھو فیمازی ثقۃ فی النقل ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[۲] نقلہ العلامہ شھاب الخفا جی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فی شرح الدیباجۃ حیث روی المصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ بسندہ داودہ حدیث من سئل عن علم فکتمہ الحدیث وللمتحقق بھنا کلام طویل نقلہ الشارح ملخصًا و نازعہ بما ھو منازع فیہ الوجہ مع المحقق فی عامہ ما ذکر ولو لا شنبیۃ الاطلالۃ لایتنا بکلا مھما مع مالہ و علیہ ولکن سنشیر انشاء اللہ تعالیٰ الی حرف یسیرۃ ایظھربھا الصواب بعون الملک الوھاب ۔۱۲ منہ سلمہ ربہ

جانب فعل کو مترجح مانیکہ حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اس پر عمل کرنا صادق ہو اور یہی معنی استحباب ہے۔ آخر نہ دیکھا علامہ حلبی وعلامہ علی قاری نے اسے عمل وجواز عمل کو دلیل ومثبت استحباب قرار دیا اور امام محمد محمد ابن امیر الحاج نے مقام اباحت میں اس سے تمسک کو درجہ ترقی واولویت میں رکھا کہ جب اس پر عمل ہوتا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجہ اولیٰ اس سے کھل گیا کہ اس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد وبالاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استحباب وھذا ظاھر لیس دونہ حجاب حلیہ شرح منیہ[1] میں فرماتے ہیں۔

الجمھور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فھو فی ابقاء الاباحۃ التی لم یتم دلیل علیٰ انتفائھا کما فیما نحن فیہ اجدر۔

جمہور علماء کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اس اباحت فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر دلیل تمام نہ ہوئی جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

امام ابوطالب مکی قوت[2] فرماتے ہیں:

الحدیث اذلم ینافہ کتاب اوسنۃ وان لم یشھد لہ ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع الامۃ فانہ یوجب القبول والعمل لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف وقد قیل۔

حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو، اگرچہ کتاب وسنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے تو بشرطیکہ اس کے معنی مخالف اجماع نہ پڑتے ہوں۔ اپنے قول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا۔ حالانکہ کہا تو گیا۔

---

[1] سنن الغسل مسئلۃ المندیل ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[2] فی الفصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[3] آخر باب العیدین ۱۲ منہ سلمہ ربہ

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اس امر میں کتاب وسنت واجماع امت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے؟

اقول

اما قوله قدس سره يوجب فكانه يريد التاكد كما تقول لبعض اصحابك حقك واجب على وقال فى الدر[1] المختاران المسلمين ثوارثوه فوجب اتباعهم اوان ملمحه الى ماعليه السادات المجاهدون من الائمة الصوفيه قدسنا الله تعالى باسرارهم الصفية من شدة تعاهدهم للمستحبات كانها من الواجبات وتوقيهم عن المكروهات بل وكثير من المباحات كانهن من المحرمات اوان هذا هو المذهب عنده قدس سره فيما نرى من المجتهدين وحق له ان يكون منهم كما هوشان جميع الواصلين الى عين الشريعة الكبرى وان انتسبو اظاهراً الى احد من ائمة الفتوى كما[2] بينه العارف بالله سيدى عبدالواهاب الشعرانى فى الميزان والله تعالى اعلم بمراد اهل العرفان .

افادۂ مجید ہم

جان برادر! اگر چشم بینا اور گوش شنوا ہے تو تصریحات علماء درکنار خود حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے احادیث کثیرہ ارشاد فرمائی ہیں کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے اور تحقیق صحت وجودت سند میں تعمق وتدقیق راہ نہ پائے۔ ولکن الوهابية قوم يعتدون بگوش ہوش سنئے اور الفاظ حدیث پر غور کرتے جایئے۔ حسن ابن عرفہ اپنے جزء حدیثی اور ابوالشیخ مکارم الاخلاق میں سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور کامل جحدری اپنے نسخہ میں اور عبداللہ بن محمد بغوی ان کے طریق سے اور

---

[1] فى فصل فان قال قائل فهل يجب عند كم على المقلد الخ وفى فصل ان قال قائل كيف الوصول الى الاطلاع على عين الشريعة المطهره الخ وغيرهما ١٢ منه

ابن حبان اور ابوعمر بن عبدالبر کتاب العلم اور ابواحمد ابن عدی کامل میں سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضور سیّد المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بلغه عن الله عزوجل شیء فیه فضیلة فاخذبه ایمانا ورجاء ثوابه اعطا الله تعالیٰ ذالك وان لم یكن كذالك ۔

جسے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے۔ وہ اپنے یقین اور ثواب کی امید سے اس بات پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اسے وہ فضیلت عطا کرے اگرچہ یہ خبر ٹھیک نہ ہو۔

یہ لفظ حسن کے ہیں اور دارقطنی کی حدیث میں یوں ہے:

اعطاه الله ذلك الثواب وان لم یكن مابلغه حقاً ۔

اللہ تعالیٰ اسے وہ ثواب عطا کرے گا۔ اگرچہ جو حدیث اسے پہنچے، حق نہ ہو۔

ابن حبان کی حدیث میں یہ لفظ ہیں:

كان منی اولم یكن ۔

چاہے وہ حدیث مجھ سے ہو یا نہ ہو۔

ابن عبدالبر کے لفظ یوں ہیں:

وان كان الذی حدثه كاذبًا

اگرچہ حدیث کا راوی جھوٹا ہو۔

امام احمد وابن ماجہ وعقیلی سیّدنا ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور پر نور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماجآء كم عنی من خیر قلة اولم اقله فانی اقوله وما جاء كم عنی من شرفانی لا اقول ا لشر ۔

تمہیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو، میں اسے فرماتا ہوں اور جس بری بات کی خبر پہنچے تو میں بری بات نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں:

ماقیل من قول حسن فانا قلته ۔

جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی ہے،

وہ میں نے فرمائی ہے۔

عقیلی کی روایت یوں ہے:

خذوابه حدثت به اولم احدث به ۔	اس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے فرمائی ہو یا نہیں

و فی الباب عن ثبوان مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم خلعی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبدالمجید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی ہیں:

رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فی الحجر فقلت بابی انت وامی یا رسول اللہ انہ قد بلغنا عنك انك قلت من سمع حدیثا فیه ثواب فعمل بذلك الحدیث وجاء ذلك الثواب اعطا اللہ ذلك الثواب وان کان الحدیث یا طلاً فقال ای ورب ھذہ البلدۃانه لمنی وانا قلته ۔	میں نے حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں حطیم کعبہ مکہ معظمہ میں دیکھا عرض کی: یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان! ہمیں حضور سے حدیث پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی حدیث ایسی سنے کہ جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو' وہ اس حدیث پر بامید ثواب عمل کرے اللہ عزوجل اسے وہ ثواب عطا فرمائے گا' اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم ہے اس شہر کے ربّ کی بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے ہی فرمائی۔

ابویعلیٰ اور طبرانی نے معجم اوسط میں سیّدنا حضرت ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور اکرم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بلغه عن اللہ تعالیٰ فضیلة فلم یصدق بها لم ینلها ۔	جسے اللہ تعالیٰ سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے' وہ اسے نہ مانے۔ وہ اس فضل سے محروم رہے

ابوعمر ابن عبدالبر نے حدیث مذکور روایت کر کے فرمایا:

اهـل الـحـديـث بـجـمـاعتهـم يتساهون فی الفضائل فیرو ونها عـن كـل وانـمـا يتشددون فـی احادیث الا حکام

تمام علمائے محدثین احادیث فضائل میں نرمی فرماتے ہیں۔ انہیں ہر شخص سے روایت کر لیتے ہیں۔ ہاں احادیث احکام میں سختی کرتے ہیں۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچے کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا۔ اسے چاہیئے کہ نیک نیتی سے اس پر عمل کرے اور تحقیق صحت حدیث ونظافت سند کے پیچھے نہ پڑے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اوہ اپنی حسن نیت سے اس نفع کو پہنچ ہی جائے گا۔

اقول

یعنی جب تک اس حدیث کا بطلان رجاو امید کے کوئی معنی نہیں :فقول الحدیث وان لم يكن مـابـلـغه حقاونحوه انما يعنى به فى نفس الامر لا بعد العلم به وهـذا واضـح صـدا فثبت ولا تـزل اور وجہ اس عطائے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عزوجل اپنے بندہ کے ساتھ اس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربّ عزوجل وعلا سے روایت فرماتے ہیں۔

انا عند ظن عبدی بی میں اپنے بندے کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے رواه البخاری ومسلم والترمذی والبنسائی وابن ماجه عن ابی هریرة الحاکم بمعناه عن انس بن مالك ۔ دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے۔

فليظن بی ماشاء اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے۔

اخـرجـه الطبرانی فی الکبیر والحاكم عن واثله بن الاسقع رضی الله تعالیٰ عنه بسند صحیح۔

تیسری حدیث میں یوں زیارت کی:

ان ظن خیراً فلہ وان ظن شراً فلہ ۔

اگر بھلا گمان کرے تو اُسے کے لیے بھلائی ہے اور اگر برا گمان کرے تو اس کے لیے برائی ہے۔

رواہ الامام احمد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن علی الصحیح ونحوہ الطبرانی فی الاوسط وابو نعیم فی الحلیۃ عن واثلۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جب اس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور ربّ عزوجلالہ سے اس نفع کی امید رکھی تو مولیٰ تعالیٰ اکرم الاکرمین، احکم الحاکمین ہے، اس کی امید ضائع نہ کرے گا۔ اگرچہ حدیث واقع میں کیسی ہی ہو۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ۔

افادۂ نوزدہم

اقول وباللہ التوفیق عقل اگر سلیم ہو تو ان نصوص ونقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر اور اس کا ضعف مغتفر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں۔ آخر بطلان پر تو یقین نہیں:

فان الکذوب قدیصدق

بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے۔

تو کیا معلوم اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمہ امام ابوعمر تقی الدین شہرزوری میں ہے:

اذاقالوا فی حدیث انہ غیر صحیح فلیس ذٰلک قطعا بانہ کذب فی نفس الامر اذقدیکون صدقا فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب اھ ملخصاً ۔

محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو اس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لیے مقرر کی۔

تقریب وتدریب میں ہے:

اذا قیل حدیث صغیف فمعناه لم یصح اسناده علی الشرط المذکور لانه کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب اھ مخلصاً ۔

جب کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ اس کی اسناد شرط مذکورہ پر نہیں۔ نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے کہ جھوٹا سچ بول رہا ہو۔

محقق حیث[1] اطلق فتح میں فرماتے ہیں:

ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما ھو باعتبار السند ظنا امافی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحة الضعیف ۔

حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور صغیف صحیح ہو۔

اسی[1] میں ہے:

لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل مالم یثبت بالشروط المعتبرة عند اھل الحدیث مع تجویز کونه صحیحاً فی نفس الامر فیجوزان یقترن قرینه تحقق ذلك وان الراوی الضعیف اجادفی ھذا المتن العین فیحکم به ۔

ضعیف کے یہ معنے نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے، بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کی ہیں اس پر نہ آئیں۔ اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو تو ممکن ہے کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کردے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے۔ اس وقت باوصف ضعفِ راوی اس کی صحت کا حکم کردیا جائے گا۔

موضوعات کبیر میں ہے:

المحققون علی ان الصحه

محققین کرام فرماتے ہیں کہ صحت و حسن

---

[1] مسئلة التنفل قبل المغرب ۱۲ منه سلمه ربه

والحسن والضعف انما هی من حیث الظاهر فقط مع احتمال کون الصحیح موضوعا و کذا افاده الشیخ ابن الحجر المکی .

وضعف سب بنظر ظاہر ہیں۔ واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور موضوع صحیح۔

اقول

یہی وجہ ہے کہ بہت سی احادیث جنہیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے ہیں۔ علمائے قلب عرفائے رب ائمہ عارفین سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت سی وہ احادیث لاتے جنہیں علماء اپنے زبرو دفاتر میں کہیں نہ پاتے۔ ان کیہ علوم الٰہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار' الٹے باعثِ طعن و دقیعت و جرح و اہانت ہو جاتے' حالانکہ العظمۃ للہ وہ عباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی للہ و اعلم باللہ و اشد ترقیا فی القول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ ولکن کل حزب بما لدیھم فرحون و ربك اعلم بالمھتدین میزان[1] مبارک میں حدیث اصحابی کالنجوم با یھم اقتدیتم اھتدیتم کی نسبت فرماتے ہیں:

ھٰذا الحدیث وان کان فیه مقال عند المحدثین فھو صحیح عند اهل الکشف .

اس حدیث میں اگرچہ محدثین کی گفتگو ہے' مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

کشف[2] الغمہ عن جمیع الامہ میں ارشاد فرمایا:

کان صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یقول من صلی علی طهر قلبه من النفاق کما یطهر الثوب

حضور پرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہو جائے جیسا کپڑا پانی

[1] مسئلة السجود علی کور العامة ١٢ منه سلمه ربه

[2] فی فصل فان ادعی احد من العلماء ذوق ھٰذا المیزان ١٢ منه سلمه ربه

بالمأو كان صلى الله تعالٰى يقول من قال صلى الله علٰى محمد فقد فتح علٰى نفسه سبعين بابا من الرحمة والقى الله محبة فى قلوب الناس فلا يبغضه الا من فى قلبه نفاق قال شيخنا رضى الله تعالٰى عنه هٰذا الحديث والذى قلبه روينا هما عن بعض العارفين عن الخضر عليه الصلوٰة والسلام عن رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم وهما عندنا صحيحان فى اعلٰى درجات الصحة وان لم يثبتها المحدثون علٰى مقتضى اصلاحهم۔

ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو صلی اللہ علٰی محمد کہے اس نے اپنے اوپر ستر دروازے رحمت کے کھول لیے۔ اللہ عزوجل اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دے گا کہ اس سے بغض نہ رکھے گا، مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ حدیث اوراس سے پہلی ہم نے بعض اولیا سے روایت کی ہیں۔ انہوں نے سیّدنا خضر علیہ الصلوٰۃ السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں، اگرچہ محدثین کرام اپنی اصطلاح کی بنا پر انہیں ثابت نہ کہیں۔

نیز میزان شریف میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں:

كما يقال عن جميع ما رواه المحدثون بالسند الصحيح المتصل ينتهى سنده الى حضرة الحق جل وعلا فكذٰلك يقال فيما نقله اهل الكشف الصحيح من علم الحقيقته۔

جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل سے روایت کیا۔ اس کی سند حضرت الٰہی عزوجل تک پہنچتی ہے۔ یوں ہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا۔ اس کے حق میں بھی یہی کہا جائے گا۔

۱؎ آخر الجلد الاوّل باب جامع الفضائل الذكر آخر فصل الامر بالصلوٰة على النبى صلى الله تعالٰى عليه وآله وسلم ١٢ منه

۲؎ فصل فى بيان استحاله خروج الشتى من اقوال المجتهدين عن الشريعة ١٢ منه سلمه ربه

بالجملہ اولیا کے لیے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ رفع واعلیٰ ہے لہٰذا حضرت سیدی ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقدس سرہ السامی اپنے زمانے کے منکرین سے ارشاد فرماتے ہیں:

قد اخذتم علمکم میتاعن میت	تم نے اپنا علم سلسلہ اموات سے حاصل کیا
واخذنا علمنا عن الحی الذی	ہے اور ہم نے اپنا علم حی لایموت سے لیا
لایموت ۔	ہے۔

نقلہ سیدی الامام الشعرانی فی کتابہ المبارک الفاخر الیواقیت والجواھر اٰخر المحبث السابع والاربعین ۔ حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملۃ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ حدیث کی تصریح فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مانی گئی تھیں۔ کماذکرۃ فی باب الثالث واسبعین من الفتوحات المکیۃ الشریفۃ الالھیۃ الملکیۃ ونقلہ فی الیواقیت ھنا ۔

اسی طرح خاتم الحفاظ الحدیث امام جلیل الملۃ والدین جلال الدین سیوطی قدس سرہ العزیز پچھتر بار عالمِ بیداری میں زیارت جمال جہاں آرائے حضور پر نور سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے۔ بالمشافہہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی دولت پائی۔ بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں۔ تصحیح فرمائی جس کا بیان عارف ربانی امام العلامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے: من شاء فلیتشرف بمطالعتہ ۔ یہ نفیس وجلیل فائدہ کہ بمناسبت مقام بحمداللہ تعالیٰ نفع رسانی برادران دین کے لیے حوالہ قلم ہوا۔ لوح دل پر نقش کرلینا چاہیے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزش گاہ میں پھسلنے والے بہت قدم ؎

خلیلی قطاع الفیافی الی الحمیٰ
کثیرٌ وارباب الوصول قلائل

بات دور جا پہنچی، کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن وجرح ہوں۔ ان کے سبب

بطلان حدیث پر جزم نہیں ہوسکتا۔ ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی ہے تو عاقل جہاں نفع بے ضرر کی امید پاتا ہے، اس فعل کو بجا لاتا ہے۔ دین و دنیا کے سب کام امید پر چلتے ہیں۔ پھر سند میں نقصان دیکھ کر یک دست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضیٰ ہے۔ کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان۔ **فافهم وتثبت ولا تكن من المتعصبين۔**
انصاف کیجیے مثلاً کسی کو نقصان حرارت عزیزی و ضعف ارواح کی شکایت شدید ہو۔ زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لیے سونے کے ورق سونے کے کھرل میں، سونے کی موصلی سے عرق بید مشک یا ہتھیلی پر انگلی سے سحق بلیغ کر کے پینا تجویز فرمایا ہے تو عقل سلیم کا اقتضا نہیں کہ جب تک اس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات نہ کر لے، اس کا استعمال حرام جانے۔ بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصول طبیہ میں میرے لیے اس میں کچھ مضرت تو نہیں۔ ورنہ وہ مریض کو نسخہ ہائے قرابادین کی سندیں ڈھونڈتا اور حال رواۃ تحقیق کرتا پھرے گا۔ قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب ان ادویہ کے فوائد و منافع سے محروم رہے گا نہ عراق تنقیح سے تریاق تصحیح ہاتھ آئے گا نہ یہ مار گزیدہ دوا پائے گا۔ بعینہ یہی حال ان فضائل اعمال کا ہے۔

جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ ان میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرع مطہر نے ان افعال سے کہیں منع نہ کیا تو اب ہمیں تحقیق محدثانہ کیا ضرور ہے۔ اگر حدیث فی نفسہ صحیح ہے فبہا۔ ورنہ ہم نے اپنی نیک نیتی کا اچھا پھل پایا۔ **هل تربصون بنا الا احدى الحسنين ۔ والله تعالى الموفق ۔**

افادۂ بستم

مقاصد شرع کا عارف اور کلمات علماء کا واقف جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورہ عبارات سابقہ فتح المبین امام ابن حجر مکی و انموذج العلوم محقق دوانی و قوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالیٰ و نیز تقریر فقیر مذکورہ افادۂ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا۔ انوار تجلیہ کے پرتوے بطور حدس بے تکلف اس کے آئینہ دل میں مرتسم ہوگا۔ کچھ فضائل

اعمال ہی میں انحصار نہیں، بلکہ جہاں اس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی، بلا شبہ قبول کی جائے گی۔ جانب فعل میں اگر اس کا درود استحباب کی راہ بتائے گا۔ جانب ترک میں تنزع و تورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا۔

کیف وقد قیل ۔ کیونکر نہ مانے گا۔ حالانکہ کہا تو گیا۔

روا ہ الخباری عن عقبة بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنه

اقول

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم دع ما یریبك الی مایریبك جس میں شبہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ، جس میں کچھ دغدغہ نہیں رواہ الامام احمد وابو داؤد الطیالسی والدارمی والترمذی وقال حسن صحیح والنسائی وابن حبان والحاکم وصححاہ وابن قانع فی معجمه عن الامام ابن الامام سیّدنا الحسن علی رضی اللہ تعالیٰ عنهما یسند قوی وابو نعیم فی الحلیة والخطیب فی التاریخ بطریق مالك عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما ۔

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو۔ مورث شبہ سے تو کم نہیں تو محل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے۔ احادیث اس باب میں بکثرت ہیں۔ ازاں جملہ حدیث اجل واعظم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اتقیٰ الشبهات فقد استبراء لدینه وعرضه ومن وقع فی الحرام کالراعی خول الحمی یرشك ان یرتفع فیه الاوان لکل ملك حمی الا وان حمی اللہ محارمه ۔

جو شبہات سے بچے، اس نے اپنے دین وآبرو کی حفاظت کر لی اور جو شبہات میں پڑے، حرام میں پڑ جائے گا جیسے رمنے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رمنے کے اندر چرائے۔ سن لو! ہر بادشاہ کا ایک رمنا ہوتا ہے سن لو! اللہ عزوجل کا رمنا وہ چیزیں

ہیں جو اس نے حرام فرمائیں۔

رواہ الشیخان عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

رجوعهما الیٰ شیء واحد وهو النهی التنزیهی عن الوقوع فی الشبهات

حاصل مطلب یہ کہ شبہ کی بات میں پڑنا خلاف اولیٰ ہے جس کا مرجع کراہت تنزیہ ہے۔

اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے:

ان یك كاذبا فعلیه كذبه وان یك صادقا یصبكم بعض الذی یعدكم۔

اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے اور اگر وہ سچا ہو تو تمہیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت جس کا تمہیں وہ وعدہ دیتا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ یہ معنی ہیں ارشاد ابوطالب مکی قدس سرہ العزیز کے کہ قوت القلوب[1] شریف میں فرمایا:

ان اخبار الضعاف غیر مخالفة الكتاب والسنة لایلزمنا ردها بل فیها مایدل علیها۔

ضعیف حدیثیں جو کتاب وسنت کی مخالف نہ ہوں، ان کا رد کرنا ہمیں لازم نہیں، بلکہ قرآن وحدیث ان کے قبول پر دلالت فرماتے ہیں۔

لاجرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارہ احکام بھی حدیث ضعیف مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط میں ہو۔ امام نووی نے اذکار میں بعد عبارت مذکورہ پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث، پھر شہاب خفاجی نے نسیم[2] الریاض میں فرمایا:

الا حكام كالحلال والحرام والبیع والنكاح والطلاق وغیر ذلك فلا

یعنی محدثین وفقہاء وغیرہم فرماتے ہیں کہ حلال وحرام بیع نکاح اور طلاق وغیرہا

[1] فی فصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[2] فی شرح الخطبہ حیث اسند الامام المصنف حدیث من سئل عن علم مکمۃ الحدیث ۱۲ منہ سلمہ ربہ

یعمل فیها الا بالحدیث الصحیح والحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیء من ذلك کما اذا اورد حدیث ضعیف بکراهة بعض البیوع اوالا نکحه فان المستحب ان یتنزه عنه ولکن لا یحب

احکام کے بارے میں صرف حدیث صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا، مگر یہ کہ ان مواقع میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے کہ اس سے بچیں، ہاں واجب نہیں۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں:

ویعمل بالضعیف ایضا فی الا حکام اذا کان فیه احتیاط ۔

حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائے گا، جبکہ اس میں احتیاط ہو۔

علامہ حلبی غنیہ[1] میں فرماتے ہیں:

الاصل ان الوصل بین الا ذان والا قامة یکره فی کل الصلٰوة لما روی الترمذی عن جابر رضی الله تعالٰی عنه ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال البلال اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدد واجعل بین اذا نك واقامتك قدر ما یفرغ الا کل فی غیر المغرب[2] والشارب من شربه وامعتصر اذا ادخل لقضاء حاجة

یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلقاً سب نمازوں میں مکروہ ہے، اس لیے کہ ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اذان ٹھہر ٹھہر کر کہا کرو اور تکبیر جلد جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھ کہ کھانے والا اپنے کھانے اور پینے والا اپنے پینے اور ضرورت والا اپنی قضائے حاجت سے فارغ ہوجائے یہ حدیث

---

[1] فی فصل سنن الصلٰوة ۱۲ منه سلمه ربه

[2] فی غیر المغرب فکذا هو فی نسخة الغنیة ولیس عند الترمذی بل هو مدرج فیه نعم هوتاویل من العلماء کما قال فی الغنیة بعد ما نقلنا قالو قوله قدر ما یفرغ الا کل من اکله فی غیر المغرب ومن بشربه فی المغرب الخ

وھووان کان ضعیفا لکن یجوز العمل به فی مثل ھٰذا الحکم

اگرچہ ضعیف[1] ہے، مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔

نفیسہ

ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے:

من احتجم یوم الاربعاء ویوم السبت فلا اصابه برص فلا یلو من الا نفسه۔

جو بدھ یا ہفتہ کے روز پچھنے لگائے، پھر اس کے بدن پر سپید داغ ہو جائے تو وہ اپنے ہی آپ کو ملامت کرے

ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی۔ بدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں فصد لے لی، فوراً برص ہو گئی۔ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوے۔ حضور سے فریاد کی۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایاك والا ستھانة بالحدیثی

خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا

حضرت امام سیوطی الآلی[2] و تعقبات[3] میں مسند الفردوس ویلمی سے نقل فرماتے

سمعت ابی یقول سمعت ابا عمرو محمد بن جعفر بن مطر النیشا فوری قال قلت یوما ان ھٰذا الحدیث لیس بصحیح فا فتصدت یوم الاربعاء فاصا بنی البرص فرأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی النوم فشکوت الیه حالی فقال ایاك والا ستھانة بحدیثی فقلت تبت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم فانتبھت وقد عافانی الله تعالیٰ وذٰلك عنی۔

جلیلہ

امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں: ابو معین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے

---

[1] امام ترمذی نے فرمایا: ھو اسناد مجھول ۱۲ منه سلمه ربه

[2] اواخر کتاب المرض والطب ۱۲ منهٗ سلمه ربه

[3] طب الجنائز ۱۲ منه سلمه ربه

چاہے۔ ہفتہ کا دن تھا۔ غلام سے کہا کہ حجام کو بلالا۔ جب وہ بلانے چلا تو حدیث یاد آئی۔ پھر کچھ سوچ کر کہا حدیث میں تو ضعف ہے غرض پچھنے لگا لیے برص ہوگئی۔ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی۔ فرمایا:

اياك والا ستهانة بحديثى   دیکھ میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا۔

انہوں نے منت مانی اللہ تعالیٰ اس مرض سے نجات دے' تو اب کبھی حدیث کے معاملے میں سہل انگاری نہ کروں گا صحیح ہو یا ضعیف۔ اللہ عزوجل نے شفا بخشی۔ لآلی[1] میں ہے۔

اخرج ابن عساكر فى تاريخه من طريق ابى على مهران بن هارون الحافظ الرازى قال سمعت ابامعين الحسين بن الحسن الطبرى يقول اردت الحجامة يوم السبت فقلت للغلام ادع لى الحجام فلما ولى الغلام ذكرت خبرالنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فاصابه وضح فلايلو من الانفسه قال فدعوت الغلام ثم تفكرت فقلت هٰذا حديث فى اسناده بعض الضعف فقلت للغلام ادع الحجام لى فدعاه فاحتجمت فاصا بنى البرص فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى النوم فشكوت اليه حالى فقال اياك والاستهانة بحديثى فنذرت الله نذرالئن اذهب الله مالى البرص لم اتهاون فى خبرالنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صحيحاً كان اوسقيماً فذهب الل عنى ذٰلك البرص ۔

مفیده

یوں ہی ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورث برص ہوتا ہے۔ بعض علماء نے کتروائے کسی نے بربنائے حدیث منع کیا اور فرمایا حدیث صحیح نہیں۔ فوراً مبتلا ہو گئے۔ خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پرنور محبوب رب ذوالجلال صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی۔ حضور والا صلی اللہ

---

[1] ۱۲ منه سلمه ربه

علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے۔ عرض کی یہ حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا تمہیں اتنا کافی تھا کہ یہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مبری الاکمہ والابرص محی الموتٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہ دو جہان ودستگیر بے کساں ہے' ان کے بدن پر لگا دیا' فوراً اچھے ہو گئے اور اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کروں گا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ نسیم الریاض شرح امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: قص الاظفار وتقلیمها سنة وورد النهی عنه فی یوم الاربعاء وانه' یورث البرص وحکی بعض العلماء انه فعله فنهی عنه فقال لم یثبت هٰذا فلحقه البرص من ساعة فرای النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی منامه فشکیٰ الیه فقال له الم تسمع نهیی عنه فقال لم یصح عندی فقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یکفیك انه سمع ثم مسح بدنه بیده الشریفة فذهب مابه فتاب عن مخالفة ماسمع ۱ ھ۔

یہ بعض علماء امام ابن الحاج مکی مالکی قدس اللہ سرہ العزیز تھے۔ علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

ورد فی بعض الأثار النهی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانه یورث البرص وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقصّ اظفاده یوم الاربعاء فتذکر ذٰلك فترك ثم رای ان قص الاظفار سنة حاضرة ولم یصح عنده النهی فقصها فلحقه ای اصابه البرص فرای النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی النوم فقال الم تسمع نهیی عن ذٰلك فقال یا رسول اللہ لم یصح عندی ذٰلك فقال یکفیك ان تسمع ثم مسح صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم علٰی بدنه فزال البرص جمیعا قال ابن الحاج رحمه' اللہ تعالٰی فجدوت مع

۱؎ القسم الاوّل الباب الثانی الفصل الرابع نظافة جسمه صلی اللہ تعالٰی علیه وآله وسلم

الله تـوبة الٰی لا اخالف ما سمعت عن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ابدا۔

سبحان اللہ جب محل احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمل ...... تو فضائل ہیں اور ان فوائد نفیسہ' جلیلہ' مفیدہ سے بحمد اللہ عقل سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہوگیا کہ ضعف حدیث اس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظ سند کیسی ضعاف تھیں اور واقع میں ان کی وہ شان کی مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیقیں ظاہر ہوئیں۔ کاش منکر ان فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیم مصطفیٰ کے ساتھ ساتھ تعظیم حدیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور اسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے۔ آمین ثم آمین!

افادۂ بست ویکم

بذریعۂ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے محل فضائل میں استحباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزہ ثابت کرنے کے لیے زنہار زنہار اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو' بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا ورود ان احکام استحباب وتنزہ کے لیے ذریعہ کافیہ ہے۔ افادات سابقہ کو جس نے ذرا بھی بگوش ہوش استماع کیا ہے۔ اس پر یہ امر شمس دامس کی طرح واضح وروشن' مگر آں جا کہ مقام مقام افادہ ہے۔ ایضاع حق کے لیے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن اولاً کلمات علمائے کرام میں بآنکہ طبقہ فطبقہ اس جوش وکثرت سے آئے۔ اس تقیید بعید کا کہیں نشان نہیں۔ تو خواہی نخواہی مطلق کو از پیش خویش مقید کرلینا کیونکر قابل قبول ہے۔ ثانیاً: بلکہ ارشادات علماء صراحتہً اس کے خلاف مثلاً عبارت اذکار وغیر ہا خصوصاً عبارت امام ابن الہمام کہ نص صریح ہے کہ ثبوت استحباب کو حدیث ضعیف کافی ہے۔

اقول

بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے بچنا مستحب ہے' واجب نہیں۔ اس استحباب وانکار وجوب کا منشا وہی

ہے کہ اس سے نہی میں حدیث صحیح نہ آئی کہ وجوب ہوتا۔ تنہا ضعیف نے صرف استحباب ثابت کیا اور سب سے اعلیٰ واجل کلام امام ابو طالب مکی اس میں تو بالقصد اس تقیید جدید کا ردصریح فرمایا ہے وان لم یسھد الہ اگرچہ کتاب وسنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں۔

ثالثاً: علمائے فقہ وحدیث کا عمل درآمد قدیم وحدیث اس قید کے بطلان پر شاید عدل جا بجا انہوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلاً مروی نہیں۔

اقول:

مثلاً ۱- نماز نصف شعبان کی نسبت علامہ علی قاری۔

۲- صلوٰۃ التسبیح کی نسبت بر تقدیر تسلیم ضعف وجہالت امام زرکشی وامام سیوطی کے اقوال افادۂ دوم میں گزرے۔

۳- نماز میں امامت اتقیٰ کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادۂ شانزدہم میں گزرا۔ وہاں اس تقیید کے برعکس حدیث ضعیف پر عمل کو فقدان صحت سے مشروط فرمایا ہے۔ حیث قال روی الحاکم عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انِ مرکم ان تقبل صلوتکم فلیو مکم خیارکم فان صح والا فالضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل الاعمال ۔

۴- نیز امام ممدوح نے تجہیز وتکفین قریب کافر کے بارے میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابو طالب فوت ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیّدنا مولی علی کرم تعالیٰ وجہہ الکریم کو فرمایا کہ انہیں نہلا دھلا کر دفن کر آئیں پھر خود غسل کریں۔ بعدہ غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں پھر فرمایا۔

لیس فی ھذا اولا فی شیء من طرق حدیث علی حدیث صحیح لکن طرق حدیث علی	ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں "مگر حدیث علی کے طرق کثیر ہیں" اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے

کثیرہ والا ستحباب یثبت ثابت ہو جاتا ہے۔

بالضعیف غیر الموضوع ۔

۵-غسل کے بعد استحباب مندیل کی نسبت علامہ ابراہیم حلبی۔

۶-تائید اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج۔

۷-استحباب مسح گردن کی نسبت مولانا علی مکی۔

۸-استحباب کی نسبت امام ابن الصلاح وامام نووی وامام سیوطی کے ارشادات۔

افادۂ ہفدہم۔۹-کراہت وصل بین الاذن والا قائمۃ کی نسبت علامہ حلبی کا کلام۔

۱۰-بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم الریاض وطحطاوی کے اقوال افادۂ بستم میں زیور گوش سامعین وہیے۔ یہ دس تو یہیں موجود ہیں اور خوف اطالت نہ ہو تو سو دو سو ایک ادنیٰ نظر میں جمع ہو سکتے ہیں، مگر ایضاح واضح میں اطناب تا کے۔

رابعاً اقول: نصوص واحادیث مذکورۂ افادات ہفدہم وبستم کو دیکھیے کہیں بھی اس قید بے معنے کی مساعدت فرماتے ہیں، حاشا بلکہ باعلیٰ ندا اس کی لغویت بتاتے ہیں۔ کما لا یخفی علی اولی النہٰی ۔

خامساً اقول: وباللہ التوفیق۔ اس شرط زائد کا اضافہ اصل مسئلہ اجماعیہ کو محض لغو مہمل کردے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں، اگرچہ وہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت وجود صحیح صحیح ورنہ قبیح۔

اولاً: اس تقدیر پر عمل بمقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف ہوگا۔ یا من حیث ہو مقتضی الصحیح الثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل کیا احکام میں درود ضعیف صحاح ثابتہ کو بھی رد کردیتا ہے۔ ھذا ذ لا یقول بہ الا الجاھل اور اول خود شرط سے رجوع یا قول بالمتنافیین ہو کر مدفوع کہ جب مصحح عمل ورود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر۔

ثانیاً: اگر صحیح نہ آتی صعیف بے کار تھی۔ آتی تو وہی کفایت کرتی۔ بہر حال اس کا

وجود وعدم یکساں، پھر معمول بہ ہونا کہاں۔

ثالثاً: بعبارۃ اخری اظہر واجلیٰ حدیث پر عمل کے یہ معنے ہیں کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اس کی طرف مضاف ہو کہ اگر نہ اس سے لیجیے نہ اس کی طرف اسناد کیجیے تو اس پر عمل کیا ہوا اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت چہ معنی۔ مثلاً کوئی کہے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے۔ مگر اس شرط پر کہ نور آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ! جب مہر نیمروز خود جلوہ افروز ہو تو چراغ کی کیا حاجت۔ اور اس کی طرف کب اضافت۔ اسے چراغ کی روشنی میں کام کرتا کہیں گے یا نور شمس میں۔ ع

آفتاب اندر جہاں آں گہ کہ میجوید سہا

لاجرم معنی مسئلہ یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دربارۂ فضائل کافی ووافی ہے۔

ثم اقول تحقيق المقام وتنقيح المرام بحيث يكشف الغمام ويصرف الاوهام ان المسئلة تدور بين العلماء بعبارة العمل والقبول اما العمل بحديث فلا يعنى به الا امتثال مافيه تعويلا عليه والجرى على مقتضاه نظرا اليه والا بدمن هٰذا القيد الّا ترى ان لو توافق حديثان صحيح وموضوع على فعل ففعل للامر به فى الصحيح لا يكون هٰذا عملا على الموضوع واما القبول فهو وان احتمل معنى الرواية من دون بيان الضعف فيكون الحاصل ان الضعيف يجوز روايته فى الفضائل مع السكوت عما فيه دون الاحكام لكن هٰذا المعنى على تقدير صحّته انما يرجع الى معنى العمل كيف ولا منشاء لا يجاب اظهار الضعف فى الاحكام الا التحذير عن العمل به حيث لا يسوغ فلو لم يسخ فى غيرها ايضا لكان ساويها فى الايجاب فدار الامر فى كلتا العبارتين الٰى تجويز المشى على مقتضى الضعاف فى مادون الاحكام فاتضح ما استد للتابه خامسا

وانكشف الظلام هٰذا هو التحقيق بيدان ههنا رجلين من اهل العلم زلت اقدام اقلامهما فحملا العمل والقبول علٰى ماليس بمراد ولا حقيقتا بقبول احدهما العلامة الفاضل الخفاجي رحمت رحمة الله تعالٰى حيث حاول الرد على المحقق الدّواني واوهم بظاهر كلامه ان محله ما اذا روى حديث فى ثواب بعض الامورات الثابت استحبابها والترغيب فيه اوفى فضائل بعض الصحابة والاذكار[1] الماثورة قال ولا حاجة الىٰ تخصيص الاحكام والاعمال كما توهم للفرق الظاهر بين الاعمال وفضائل الاعمال اھ .

اقول لو لا ان الفاضل المدقق خالف المحقق لكان لكلامه معنى صحيح فان الثبوت اعم من الثبوت عينا اور باندراج تحت اصل عام دلو اصالة الاباحة فان المباح يصير بالنية مستحبا وغن لاننكر ان قبول الضعاف مشروط بذٰلك كيف ولولاه لكان فيه ترجيح الضعيف على الصحيح وهو باطل وفاقاً فلو اراد الفاضل هٰذا المعنى لاصاب ولسلم من التكرار فى قوله اوالاذكار الماثوره لكنه رحمه الله تعالٰى بصدد مخالفة المحقق المرحوم وقدكان المحقق انما عول على هٰذا المعنى الصحيح حيث قال المباحات تصير بالنية عبادة فكيف مافيه شبهة الاستحباب لاجل الحديث الضعيف والحاصل ان الجواز معلوم من خارج والاستحباب ايضا معلوم من القواعد الشرعة الدالة على استحباب الاحتياط فى امر الدين فلم يثبت شيء من الاحكام بالحديث الضعيف بل اوقع الحديث شبهة الاستحباب فصارا لاحتياط ان يعمل به فاستحباب الاحتياط معلوم من قواعد الشرح اھ ملخصا . فالظاهر من عدم ارتضائه انه يريد الثبوت عينا بخصوصه ويؤيده تشبثه بالفرق بين الاعمال

---

[1] اقول انت تعلم ان هٰذا لتكر روما احسن التكرا فى باب الاذكار ١٢ منه سلمه ربه

وفضائلها فان اراده فهذه جنود براهين لا قبل لا حد بها وقد اتاك بعضها [1] على اني .

اقول اذن يرجع معنى العمل بعد الاستقصاء التّام الى ترجى اجر مخصوص على عمل منصوص اى يجوز العمل بشيءً مستحب معلوم الاستحباب مترجيا فيه بعض خصوص الثواب لورود حديث ضعيف فى الباب فالان نسألكم عن هٰذا الرجاء اهو كمثله بحديث صحيح ان لرورددام دونه الاول باطل فانه صحة الحديث بفعل لا يجبر ضعف ماوردفى الثواب المخصوص عليه وعلى الثانى هٰذا القدر من الرجاء يكفى فيه الحديث الضعيف فاى حاجة الى درود صحيح بخصوص الفعل نعم لا يدوان يكون مما يجيز الشرع رجاء الثواب عليه وهٰذا حاصل بالاندراج نحت اصل مطلوب اومباح مع قصد مندوب فقد استبان ان الوجه مع المحقق الدوانى والله تعالىٰ اعلم .

ثانيهما بعض من تقدم الدوانى زعم ان مراد النووى بما مرّمن كلامه فى الاربعين والاذكارانه اذا ثبت حديث صحيح اوحسن فى فضيلة عمل من الاعمال تجوزرواية الحديث الضعيف فى هٰذا الباب قال المحقق بعد نقله فى الانموذج لا يخفى ان هٰذا لايرتبط بكلام النووى فضلا عن ان يكون مراده ذلك فكم بين جوازالعمل واستحبابه وبين مجرد نقل الحديث فرق على انه لو لم يثبت الحديث الصحيح والحسن فى فضيلة عمل من الاعمال يجوز نقل الحديث الضعيف فيها لا سيما مع النبيه على

---

[1] ويكدره ايضا على ما قيل مغايرة العلماء بين فضائل الاعمال والترغيب على ماهو الظاهرين من كلا مهم فلفظ ابن الصلاح فضائل الاعمال واسر ، فنون الترغيب والترهيب وسائر ما لا تعلق له بالا حكام والعقائد هٰذا ترضيح ما قيل واما اقول بل المراد بفضائل الاعمال التى هى فضائل تشهد بذالك كعملات العلماء المارة فى الافادة السابعة عشره كقول الغنيه والقارى والسيوطى وغيرهم كما لا يخفي على من له ادلى مسكة .١٢ منه سلمه ربه

ضـعـفـه ومثـل ذلك فى كتب الحديث وغيره شائع يشهدبه من تتبع ادنى تتبع اهـ .

اقول لارى احداً ممن ينتمى الى العلم ينتهى فى العبادة الى حديحيل رواية الـضـعـاف مـطـلـقـا حتّـى مـع بيـان الضعف فان فيه خرقا لاجماع المسلمين وتاثيمابينا لجميع المحدثين وانما المراد الرواية مع السكوت عن بيان الوهن فقول المحقق لا سيما مع التنبيه على ضعفه ليس فى محله والأن نعود الى تزنيف مقالة فنقول .

اولاً هـٰذا الذى ابدى ان سلم وسلم لم يتمش الا فى لفظ القبول كما اشهـنـا اليـه سابقا فمجرد روايت حديث لو كان عملاً به لزم ان يكون من روى حـديثـا فى الصلوٰة صلى او فى الصوم فقد صام وهٰكذا مع ان الواقع فـى كـلام الامـام فـى كـلا الـكـتـابين انما هر لفظ العمل وهٰذا ماشار اليه الدوانى بقوله ان هٰذا لا يرتبط الخ .

واثـانياً اقول قدبينا ان القبول انما مرجعه الى جواز العمل وح يكفى فى ابطاله وليلنا المذكور خامسا مع ماتقدم .

وثـالثـاً اذن يـكـون حـاصـل الـتـفرقة ان الاحكام لا يجوز فيها رواية الـضـعـاف اصـلاولـو وجـد فـى خـصـوص الـبـاب حديث صحيح اللهم الامـقـرونة ببيـان الضعف اما دونها كا لفضائل فتجوز اذا صح حديث فيه بـخـصـوصـه والا لاببيـان وح ماذا يضع بالوف مؤلفة من احاديث مضعفة رويـت فـى السيـر والـقـصـص والمراغظ والترغيب والفضائل والترهيب وسائر مالا تعلق له بالعقد والحكم مع فقد ان الصحيح فى خصوص الباب وعدم الا قتران ببيان الوهن وهٰذا ماشار اليه الدوانى بالعلاوة .

اقـول دع عـنك تـوسـع المسانيد التى تسند كل ماجاء عن صحابى والـمعاجيم التى توعى كل ماوعى عن شيخ بل والجوامع التى تجمع امثل

مافي الباب وردوان لم يكن صحيح السند هذا الجبل الشامخ البخارى يقول في صحيحه .

حدثنا علي بن عبدالله بن جعفر ثنا معن بن عيسى ثنا ابى بن عباس بن سهل عن ابيه عن جده قال كان للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم في حائطنا فرس يقال له اللحيف اھ .

في تذهيب التهذيب للذهبي ابى بن عباس بن سهل بن سعد الساعدى المدنى عن ابيه وابى بكر بن حزم وعنه معن القزاز وابن ابى فديك وزيد بن الحباب وجماعة قال الدولابى ليس بالقوى قلت وضعفه ابن معين وقال احمد منكر الحديث اھ وكقول الدولابى قال النسائى كما في الميزان ولم ينقل في الكتابين توثيقه عن احد وبه ضعف الدار قطنى هذا الحديث لا جرم ان قال الحافظ فيه ضعف قال ماله في البخارى غير حديث واحد اھ قلت فانما الظن بابى عبدالله انه انما تساهل لان الحديث ليس من باب الاحكام . والله تعالى اعلم ه

ورابعاً القول قد شاع وذاع ايراد الضعاف في المتابعات والشواهد فالقول بمنعه في الاحكام مطلقاً وان وجد الصحيح باطل صريح رح يرتفع الفرق وينهدم اساس السنة المجمع عليها بين علماء الغرب والشرق لا اقول عن هذا وذاك بل عن هذين الجبلين الشامخين صحيحي الشيخين فقد نشر لا كثيرا عن شرطهما في غير الاصول قال الامام النووى في مقدمة شرحه لصحيح مسلم عاب عائبون مسلما رحمه الله تعالى بروايته في صحيحه عن جماعة من الضعفاء والمتوسطين الواقعين في الطبقة الثانية الذين ليسوا من شرط الصحيح ولا عيب عليه في ذلك بل جوابه

---

١ و قلت واما اخوه عبدالمهيمن فاضعف واضعف ضعفه النسائى والدار قطنى وقال البخارى منكر الحديث اى فلا تحل الرواية عنه كما من لا جرم ان قال نه الذهبى في اخيه اى انه واه ١٢ منه سلمه ربه

من اوجه ذكر ها الشيخ الامام ابوعمروبن الصلاح (الىٰ ان قال) الثانى ان يكون ذٰلك واقعا فى المتالبعات والشواهد لا فى الاصول وذٰلك بان يذكر الحديث اولا باسناد نظيف وجاله ثقات ويجعله اصلاثم اتبعه باسناد اخراو إسانيد فيها بعض الضعفآء على وجه التاكيد بالمتابعة او زيادة فيه تنبيه علىٰ فائدة فيما قدمه وقد اعتذر الحاكم ابوعبدالله بالمتابعة والا ستشهاد فى اجراجه من جماعة ليسو امن شرط الصحيح منهم مطرالوراق وبقية بن الوليد ومحمد بن اسحاق بن يساد وعبدالله بن عمر العمرى والنعمان بن راشد اخرج مسلم عنهم الشواهد فى اشباه لهم كثيرين انتهىٰ وقال الامام البدر محمود العينى فى مقدمة عمدة القاوى شرح صحيح البخارى يدخل فى المتابعة والا ستشهاد رواية بعض الضعفاء وفى الصحيح جماعة منهم ذكروافى المتابعات والشواهد اھ .

وخامساً اقول مالى اخص الكلام بغير الاصول هذه قناطير مقنطرة من السقام مروية فى الاصول والا حكام ان لم تروها العلماء فمن جاء بها وكم منهم التزموا بيان ماهنا اماا لرواة فلم يعهد منهم الرواية المقرونة بالبيان اللهم الانادر الداع خاص وقد اكثر واقد يماوحديثا من الرواية عن الضعفاء والمجاهيل ولم يعد ذالك قدحا فيهم ولا ارتكاب مأثم وهٰذا سليمٰن بن عبدالرحمٰن الدمشقى الحافظ شيخ البخارى ومن رجال صحيحه قال فيه الامام ابوحاتم صدوق الاانه من اروى الناس عن الضعفاء والمجهولين اھ .

ولوسردت اسماء الثقات الرواة عن المجروحين لكثرو طال فليس منهم من التزم ان لا يحدث الا عن ثقه عنده الا نزر قليل كشعبة ومالك واحمد فى المسند ومن شاء الله تعالىٰ واحد العبد واحد ثم هٰذا ان كان

لـ اواخر القم الثانى الحسن ١٢ منه سلمه ربه

ففی شیوخهم خاصة لا من فوقهم والا لما اتی من طریقهم ضعیف اصلا ولکان مجرد وقوعهم فی السند دلیل الصحة عندهم اذا صح السند الیهم ولم یثبت هٰذا الامام الهمام یقول لا بنه عبدالله بواردت ان اقتصر علٰی ما صح عندی لم اروِ من هٰذا المسند الا الشئی بعد الشیء ولکنك یا بنی تعرف طریقتی فی الحدیث انی لا اخالف مایضعف الا اذا کان فی الباب شیء یدفعه ذکره فی فتح المغیث واما المصفون فاذا عدوت امثال الکتب الثلٰثة للبخاری ومسلم والترمذی ممن التزم الصحة اوالبیان الفیت عامه المسانید والمعاجیم والسنن والجرامع والا جزأ تنطوی فی کل باب علی کل نوع من انواع الحدیث من دون بیان وهٰذا مما لا ینکره الا جاهل اومتجاهل فان ادعی مدع انهم لا یستحلون ذٰلك فقد نسبهم الی اقتحام مالا یبیحون وان زعم زاعم انهم لا یفعلون ذٰلك فهم بضیعهم علٰی خلفه شاهدون ۔

وهٰذا ابوداوٗد الذی الین له الحدیث کما الین لداوٗد علیه الصلاة والسلام الحدید قال فی رسالة الی اهل مکة شرفها الله تعالٰی ان ماکان فی کتابی من حدیث فیه وهن شدید فقد بینة ومنه مالا یصح سنده ومالم اذکرفیه شیئا ۔ فهو صالح وبعضها اصح من بعض اھ ۔

والصحیح ما افاده الامام الحافظ ان لفظ صالح فی کلامه اعم من ان یکون الاحتجاج وللاعتبار فما ارتقی الی الصحه ثم الی الحسن فهو بالمعنی الاول وماعدا هما فهو بالمعنی الثانی وما قصر عن ذٰلك فهوالذی فیه وهن شدید اھ ۔

وهٰذا الذی یشهدبه الواقع فعلیك به وان قیل وقیل[1] وقد نقل عن

---

[1] اے قیل حسن عنده واختاره الامام المنذری وبه جزم ابن الصلاح فی مقدمة وتبعة الامام النووی فی التقریب ای وقد لا یکون حسنا غیره کما فی ابن الصلاح وقیل صحیح عنده ومشی علیه الامام الزیلعی فی نصب الرایة عند ذکر حدیث القلتین وتبعة العلامه الحلبی

اعلام سير النبلاء للذهبى انما ضعف اسناده لنقص حفظ راويه فمثل هٰذا يسكت عنه ابوداوٗد غالبا الخ ومعلوم ان كتاب ابى داوٗد انما موضوعه الاحكام وقد قال فى رسالة انما لم اصنف كتاب السنن الا فى الاحكام ولم اصنف فى الزهد وفضائل الأعمال وغير ها الخ .

وقال الشمس محمد ن الخاوى فى فتح المغيث اما حمل ابن سيّد الناس فى شرحه للترمذى قول السلفى على مالم يقع التصريح فيه من مخرجها وغيره بالضعف فيقتضى كما قال الشارح فى الكبير ان ماكان فى الكتب الخمسة مسكوتا عنه ولم يصرح بضعفه ان يكون صحيحا وليس هٰذا الاطلاق صحيا بل فى كتب السنن احاديث لم يتكلم فيها الترمذى وابو داوٗد ولم بخد لغيرهم فيها كلاما ومع ذٰلك فهى ضعيفة اھ .

وقال فى المرقاة الحق ان فيه اى فى مسند الامام احمد رضى اللّٰه تعالٰى احاديث كثيرة ضعيفة وبعضها اشد فى الضعف من بعض الخ .

ونقل بعيده عن شيخ الاسلام الحافظ انه قال ليست الاحاديث الزائدة فيه على فى الصحيحين باكثر ضعفا من الاحاديث الزائدة فى سنن ابوداوٗد والترمذى عليهما وباجملة فالسبيل وحد لمن اراد الاحتجاج بحديث من السنن لا سيما سنن ابن ماجه ومصنف ابن ابى شيبة وعبدالرزاق مما الا مرفيه اشد او بحديث من المسانيد لان هٰذ كلها لم

(بقیہ گزشتہ صفحہ سے) فى القية فى فصل فى النوافل وكذلك يقال ههنا انه قد لا يصح عند غيره بل ولا يحسن وامام والامام ابن الهمام فى الفتح اوّل الكتاب وتلميذه فى الحلية قبيل صفة الصلٰوة فا قتصرا على الجحية وهى تشملهما فيقرب من قول من قال حسن وهذا الذى ذكره الحافظه تبغيه العلامة القسطلانى فى مقدمة الارشاد و خاتم الحفاظ فى التدريب فى عرفى الحسن قال لكن ذكر النووى عنه ما سكت فانكالنا صح ذلك الخ اھ اقول ان يقول ان القدرأ وانما الترمذى ونوه امره صح عنه الا هذا الذى الاصطلاح ١٢ منه سلمه ربه

يسترط جا معوها الصتحه والحسن وتلك السبيل ان المحتج ان كان اهلا للنقل والتصحيح فليس له ان يحتج بشيء من القسمين حتى يحيط به وان لم يكن اهلا لذالك فان وجد اهلا لتصحيح اوتحسبن قلده والا فلا يقدم على الاحتجاج فيكون كحاطب ليل فلعله يحتج بالباطل وهو لا يشعرا .

وقال الامام عثمان الشهر زورى فى علوم الحديث حكى ابوعبدالله بن مندة الحافظ انه سمع محمد سعد الباوردى بمصر بقول كان من مذهب ابى عبدالرحمٰن النسائى ان يخرج عن كل من لم يجمع علىٰ تركه وقال ابن منده وكذلك ابو داوٗد الجستانى ياخذ ماخذه ويخرج الاسناد الضيف اذالم يجد فى الباب غيره لانه اقوى عنده من راى الرجال اھ .

و فيها بعيده ثم فى التقريب والتدريب وهٰذا الفظهما مخلصاً اما مسند الامام احمد بن حنبل وابى داوٗد الطياسى وغير هما من المسانيد كمسند عبيد الله بن موسىٰ واسحاق بن راهويه والدارمى وعبد حميد وابن يعلىٰ الموصلى والحسن بن سفين وابى بكرن البزاز فهؤلاء عادتهم ان يخرجوا فى مسند كل صحابى ماورد من حديثه غير مقيدين بان يكون متحجابه اولا الخ .

وفيه اعنى التدريب قيل ومسند البرازيين فيه الصحيح من غيره قال العراقى ولم يفعل ذٰلك الا قليلاً الخ .

وفى البناية [1] شرح الهداية للعلامة الامام البدر العينى الدار قطنى كتابه مملوأ من الاحاديث الضعيفة والشاذة والمعلة وكم فيه من حديث لا يوجد فى غير اھ وذكر اشد منه للخطيب ونحوه للبيهقى اھ .

و فتح المغيث [2] يقع ايضا فى صحيح ابن عوانة الذى عمله

---

[1] فى مسئلة الجهر بالبسمله ١٢ منه [2] فى الصحيح الزائد على الصحيحين ١٢ منه سلمه ربه

مستخرجا علی مسلم احادیث کثیرة زائدة علی اصله وفیها الصحیح والحسن بل والضعیف اضا فینبغی التحرز فی الحکم علیها ایضا ۔ اھ نصوص العلمآء فی هٰذا الباب کثیرة جد اوما اوردنا کاف فی ابانة ماقصدنا وبالجملة فروایتهم الضعاف من دون فی کل باب وان لم یوجد الصحیح معلوم مقرر لایرد ولا ینکر وانما اطنبنا ههنا لما شممنا خلافه من کلمات بعض الجلة والحمد لله علی کشف الغمة وتثبیت القدم فی المزلة فاستبان ان لوکان المراد مازعم هٰذا الذی نقلنا قوله لکانت التفرقه بین الاحکام والضعاف قد انعدمت والمسئالة الاجماعتیه من اساسها قد انهدمت ۔

هٰذا وجه ولك ان تسلك مسلك ارخاء العنان وتقول علی وجه التشقیق ان الحکم الذی رویت فیه الضعاف مطلقة هل یوجد فیه صحیح ام لافان وجد فقد رودا الضعیف ساکتین فی الاحکام ایضا عندوجود الصحیح فاین الفرق وان لم یوجد فالا مراشد ۔

فان التجاء ملتج الی انهم یعدون سوق الاسانید من البیان ای فلم یوجد منهم روایة الضعاف فی الاحکام الامقرونته ۔

قلت اولاً هٰذا شیء قدیبدیه بعض العلماء عذرا ممن روی الموضوعات ساکتا علیها ثم لا یقبلون قال الذهبی[1] فی المیزان کلام ابن منذة فی ابی نعیم فظیع لا احب حکایة ٗ ولا اقبل قول کل منهما فی الاٰخر بل هما عندی مقبولان لا اعلم لهما ذنبا اکبر من روایتهما الموضوعات ساکتین عنها اھ وقد قال العراقی فی شرح من ابرز اسناده منهم فهو البسط لعذره اذا حال ناظره علی الکشف عن سنده وان کان لایجوز له

[1] فی احمدبن عبد اللّٰه ۱۲ منه سلمه ربه

[2] نقلة فی التدریب نوع الموضوع قبیل العبنیهات ۱۲ منه سلمه ربه

السكوت عليه اھ ۔

وثانياً لا يعهد منهم ايرادالاحاديث من اى باب الامسندة فهذا البيان لم تنفك عنه احاديث الفضائل ايضا فيما ذا تساهلو فی هٰذا دون ذٰلك ۔

وثالثاً لوكان الاسناد هوالبيان المراد لاستحال رواية شیء من الاحاديث منفكا عن البيان فان الرواية لاتكون الابالاسناد قال فی التدريب حقيقة الرواية نقل السنة ونحوها واسناد ذٰلك الی من عزی اليه بحديث واخبار وغير ذٰلك اھ ۔

وقال[1] الزرقانی تحت قول المواهب روی عبدالرزاق بسنده الخ بسنده ايضاح والا فهو مدلول روی اھ وقال ايضا[2] تحت قوله روی الخطيب بسنده ايضاح فهو عندهم روی اھ واذا انتهی الكلام بنا الی هناهنا واستقر عرش التحقيق بتوفيق الله تعالٰی علی ماهو مرادنا فلنعد الیٰ ماكنا فيه حامدين لله تعالٰی علٰی منة الجزيلة الٰی كل نبيه ومصلين علٰی نبيه الكريم واٰله وصحبه وسائر محبيه ۔

افادۂ بست ودوم

جس نے افادات سابقہ کو بنظر غائر وقلب حاضر سے دیکھا، سمجھا۔ اس پر بے حاجت بیان ظاہر وعیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امر مباح کی تائیدِ اباحت پر استناد کرنا اسے احکام میں حجت بنانا اور حلال وحرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کہ اباحت تو خود بحکمِ اصالت ثابت اور استحباب تنزہ قواعد قطعیہ شرعیہ وارشاد اقدس کیف وقد قیل وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقاً زیور گوش سامعین ہوئی۔ حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں۔ ممکن کہ واقع میں صحیح ہو۔ صرف امید واحتیاط پر باعث ہوئی۔ آگے حکم استحباب وکراہت ان قواعد وصحاح نے افادہ فرمایا۔ اگر شرح مطہر نے جلب مصالح وسلب مفاسد احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا۔ ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتہ نہ ہوتا تو

ہم نے اباحت کراہت مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے۔

اقول

تاہم ازاں جا کہ ورود ضعف وہ بھی نہ لذاتہ بلکہ بملاحظہ امکان صحت ترجی واحتیاط کا ذریعہ ہوا ہے۔ اگر اس کی طرف تجوزاً نسبت اثبات کردیں۔ بجا ہے اور ثبوت بالضعیف میں استعانت تو ادنیٰ مداخلت سے صادق۔ ہاں اگر دلائلِ شرعیہ سے ایک امرِ کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اس کے کسی فرد کی طرف بلائے۔ مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع یا غروب یا استوا کے وقت بعض نماز نفل کی ترغیب آئی تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی کہ اب اگر ہم اس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور وہ صالح اثبات نہیں۔ یوں ہی اگر دلائلِ شرعیہ مثبتِ ندب یا اباحت ہوں اور ضعاف میں نہی آئی۔ اسی وجہ سے مفیدِ حرمت نہ ہو گی۔ مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں ادائے سنن یا معین رشتوں کے علاوہ کسی رشتہ کی عورت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے۔ حرمت نہ مانی جائے گی' ورنہ ضعاف کی صحاح پر ترجیح لازم آئے۔ بحمد اللہ یہ معنی ہیں کلامِ علماء کے کہ حدیث ضعیف دربارۂ احکامِ حلال وحرام معمول نہیں۔

ثم اقول: اصل یہ ہے کہ مثبت وہ جو خلافِ اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابق اصل ہے خود اسی اصل سے ثابت ثابت کیا' محتاجِ اثبات ہو گا ولہٰذا شرحِ مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں جو خلافِ اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دماء وفروج و مضار وخبائث تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی فعل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استناد کرنا حلتِ غیر ثابتہ کا اثبات نہیں' بلکہ ثابتہ کی تائید ہے۔

هٰذا تحقيق ما اسلفنا فی الافادة السّابقة عن المحقق الدّوانی و هذا هو معنی ما نصّ عليه الامام ابن دقيق العيد و سلطان العلماء عزّ الدين بن عبدالسلام وتبعهما شيخ الاسلام الحافظ نقله تمليذه السخاوی فی فتح

المغيث و فى القول البديع والسيوطى فى التدريب والشمس محمد الرملى فى شرح المنهاج النّووى شتهم من الشافعية ثم اثره عن الرّملى العلامة الشرنبلالى فى غنيه ذوى الاحكام والمحقق المدقق العلائى فى ردالمحتار و اقراه هما و محشور الدر الحلبى والطحطاوى والشّامى فيها وفى منحة الخالق خمستهم من الحنفية من اشتراط العمل بالضّعيف باندراجه تحت اصل عام وهو اذا حقّقت ليس بتقييد زائد بل تصريح بمضمون ما نصوا عليه ان العمل به فيما وراء العقائد والاحكام كما اوضحناه لك وبه ازداد انزها قابعد انزهاق ما ظنّ الظانان من ان الكلام فى الاعمال الثّابتة بالصحاح كيف ولو كان كذٰلك لما احتيج الى هذا الاشتراط كما لا يخفىٰ والله الهادى الى سوىّ الصّراط

بحمد اللہ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدۃ کا زعمِ باطل کہ ان احادیث سے جواز تقبیل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال وحرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علماء ناجائز محض مغالطہ وفریب دہی عوام ہے۔ ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علماء جو حدیثِ ضعیف کو حلال و حرام میں حجت نہیں مانتے۔ صدہا جگہ احادیثِ ضعیفہ سے افعال کے جواز و استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں افادۂ سابقہ میں گزریں۔ کیا معاذ اللہ علمائے کرام اپنا لکھا خود نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خاف کرتے ہیں۔ افادۂ ہفدہم میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابلِ عمل ہے تو کسی فعل کی اباحت قائم رکھنا بدرجۂ اولیٰ ولٰکن الوابیة لا یسمعون واذا سمعوا لا یعقلون ○ رب انی اسئلك العفو والعافية اٰمین۔

افادۂ بست وسوم

اقول اوّلاً: جمہور علماء کے عامہ کلمات کا مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیتِ عمل کے لیے کسی قسم ضعف کی تخصیص نہیں کرتے' صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ

ہو۔ فتح القدیر والالفیہ عراقی وشرح الالفیہ للمصنف میں تھا غیرالموضوع مقدمہ ابن الصلاح وتقریب میں ماسوی الموضوع۔ مقدمہ سیّد شریف میں دون الموضوع حلیہ میں الذی لیس بموضوع اذکار میں انہی الفاظ سے اجماعِ ائمہ نقل فرمایا کہ مالم یکن موضوعًا۔ یوں ہی امام ابن عبدالبر نے اجماعِ محدثین کا ذکر کیا کہ یرونھا عن کل۔ یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنی افاداتِ سابقہ میں گزریں۔ زرقانی شرحِ مواہب[1] میں ہے:

عادۃ المحدثین التساھل فی الاحکام والعقائد ما لم یکن موضوعًا

محدثین کی عادت ہے کہ غیراحکام وعقائد میں تساہل کرتے ہیں جب تک موضوع نہ ہو۔

یوں ہی علامہ حلبی سیرت الانسان العیون[2] میں فرماتے ہیں:

لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیرہ من الائمّۃ اذا روینا فی الحلال والحرام شدد نا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تسا ھلنا۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بجہت سوئے حفظ بعض رواۃ یا اختلاط بود باوجود صدق ودیانت منجبر میگردد بتعدد طرق واگراز جہت اتہام کذب راوی باشد۔ یاشذوذ بمخالفت احفظ واضبط یابقوت ضعف مثل فحش خطا اگرچہ تعدد طرق داشتہ باشد منجبر نگردد وحدیث محکوم بضعف باشد ودرفضائل اعمال معمول الخ۔

ثانیًا: کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کے معلوم نہیں۔ اس کے بعد صریح کذاب وضاع ہی کا درجہ ہے۔ ائمہ شان نے اسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب تک

---

[1] ذکر رضا صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم تحت حدیث مناغاۃ القمر لہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[2] نقل ھذا وما سیاتی عن عیون الاثر بعض العصر یین ۱۲ منہ سلمہ ربہ

کہا۔

كذبه ابن حبان والجوز جانی وقال البخاری ترکه يحيی وابن مهدی وقال الدار قطنی وجماعة متروك .

لاجرم حافظ نے تقریب میں فرمایا: **متهم بالكذب ورمی بالرفض .**

بایں ہمہ عامۂ کتب سیر وتفاسیر اس کی اور اس کی مثال کی روایات سے مالا مال ہیں۔ علمائے دین ان امور میں انہیں بلانکیر نقل کرتے رہے ہیں۔ میزان میں ہے:

قال ابن عدی وقد حدث عن الكلبی سفين وشعبة وجماعة ورضوه باتفسير واما فی الحديث فعنده منا كير .

امام ابن سیّد الناس سیرۃ عیون لاثر میں فرماتے ہیں:

غالب مايروی عن الكلبی انساب واخبار من احوال الناس وايام العرب وسيرهم وما يجری مجری ذلك مما سمح كثير من الناس فی حمله عمن لا يحمل عنه الاحكام وممن حكی عنه الترخيص فی ذلك الامام احمد .

ثالثاً

امام واقدی کو اہل اثر جمہور نے چنین وچناں کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور لاجرم تقریب میں کہا: **متروك مع سعة علمه .** اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک ان کی ترثیق ہی راجح ہے۔ **كما افاده الامام المحقق فی فتح[1] القدير ۔**

بایں ہمہ یہ جرح شدید ماننے والے بھی انہیں سیر ومغازی واخبار کا امام مانتے اور سلفاء وخلفاء ان کی رویات سیر میں ذکر کرتے ہیں:

[1] حيث قال فی الباب الماء الذی يجوزبه الرضوء عن الواقدی قال كانت برء بضاعة طريقا للماء الی البساتين وهذا تقوم به الحجة عندنا اذا وثقنا الواقدی اما عند المخالف فلا تضعيفه اياه اهـ وقال فی فضل الاسار قال فی الامام جمع شيخنا ابو الفتح الحافظ فی اوّل كتابه المغازی واليه من ضعفه ومن وثقفه ورجح توثيقه وذكر الاجوبة عماقيل فيه اهـ ۱۲ منه سلمه ربه

كما لا يخفٰى علٰى من طالع كتب القوم ۔

میزان میں ہے: **كان الى حفظه المنتهى فى الاخبار والسير والمغازى والحوارث وايام الناس والفقه وغير ذٰلك ۔**

رابعاً: ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابن حبان نے کہا:

روى عن انس رضى الله تعالٰى عنه اشياء موضوعته ۔

حافظ الشان نے تقریب میں کہا: متروک باوصف اس کے جب انہیں ہلال نے انہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابوالفرج نے بعلت مذکورہ درج موضوعات کیا۔ اس پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکورہ افادۂ دہم دیا کہ حدیث فضائل اعمال کی ہے۔ سوا سے طعن ہلال کے باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں۔ امام احمد کا طریقہ معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں تساہل فرماتے ہیں اور یہ بھی افادۂ نہم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا ہے کہ متروک ایسا شدید الضعف ہے جس کے بعد بس متہم بالوضع ووضاع ہی کا درجہ ہے۔

اب یہ بات خوب محفوظ رہے کہ خود امام الشان ہی نے ہلاک کو متروک کہا۔ خود ہی متروک کو اتنا شدید الضعف بتایا۔ خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو دربارۂ فضائل مستحق تساہل رکھا۔ اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو' جب تک سرحد کذب ووضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابل نرمی وگوارائی ہے۔ **وللّٰه الحجة الساميته۔**

خامساً: اور سینے وضوع کے بعد انا انزلنا پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پہ ہے۔ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسے بے اصل محض کہا۔ امام جلیل ابواللیث سمرقندی نے اپنے مقدمہ میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا۔ امام الشان سے اس بارے میں سوال ہوا وہی جواب فرمایا کہ فضائل اعمال میں ضعاف پر عمل روا ہے۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

قد سئل شيخنا حافظ عصره قاضى القضاة شهاب الدين شهير بابن

حجر رحمه الله تعالیٰ عن هذة الجملة فاجاب بما نصه الاحادیث التی ذکرها الشیخ ابو اللیث نفع الله تعالیٰ ببرکة ضعیفة و العلماء یتساهلون فی ذکر الحدیث الضعیف والعمل به فی فضائل الاعمال ولم یثبت منها شیء عن النبیی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا من قوله ولا من فعله اھ .

سادساً: یہ حدیث کہ چاند گہوارہ میں عرب کے چاند عجم کے سورج صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتا' حضور کو بہلاتا۔ انگشت مبارک سے جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا۔ بیہقی نے دلائل النبوۃ امام ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن صابونی نے کتاب المائتین خطیب نے تاریخ بغداد ابن عساکر نے تاریخ دمشق سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ اس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدید الضعف پر ہے۔ میزان میں ہے۔ امام ابوحاتم نے کہا: احادیثه باطلة تدل علیٰ کذبه . باجوداس کے امام صابونی نے فرمایا:

هٰذا حدیث غریب الاسناد والمتن فی المعجزات حسن . اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب بایں ہمہ معجزات میں حسن ہے۔

ان کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

سابعاً

حدیث: الدیك الابیض صدیقی وصدیق صدیقی وعدو عدو الله وکان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بیة معه فی البیت . مرغ سپید میرا خیرخواہ اور میرے دوست کا خیرخواہ اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کا دشمن ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے شب کو مکان میں خواب گاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

ابوبکر برقی نے ابوزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا:

باسنادقیه کذاب . اس کی سند میں کذاب ہے۔

باوصف اس کے فرمایا: فیندب لنا فعل ذلك تأسیا به جبکہ حدیث میں ایسا وارد ہوا تو ہمیں باقتدائے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنے خواب میں اپنے ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجیے بکثرت لیجیے: وھذا الا خیر قد بلغ الغایة وفیما ذکر کفایة لا ھل الدرایته ۔

ثامناً

احادیث ودلائل مذکورہ افادات سابقہ بھی اسی اطلاق کی شاہد عدل ہیں خصوصاً لفظ حدیث وان کان الذی حدثه به کاذبًا ظاہر ہے کہ احتمال صدق ونفع بے ضرر ہر ضعیف میں حاصل' تو فرق زائل۔ بالجملہ یہی قضیہ دلیل ہے اور یہی کلام وعمل قوم سے مستفاد' مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعف ہے۔ نقله تلمیذہ السخاوی وقال سمعة مراراً یقول ذلك ۔

اقول

یہاں شدت ضعف سے مراد میں حافظ سے نقل مختلف آئی۔ شامی[1] نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا:

شدید الضعف ھو الذی لایخلواطریق من طرقة عن کذاب اومتھم بالکذب ۔	شدید الضعف وہ حدیث ہے جس اسنادوں سے کوئی اسناد کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہ ہو

یہاں صرف انہیں دو کو شدت ضعف میں رکھا۔ امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا

[1] فی مستحبات الوضوء ۱۲ منه سلمه ربه

[2] وھکذا عزا بعض العصریین وھو المولوی عبد الحی الکنوی فی ظفر الامانی الی التدریب والقول البدیع حیث قال الشرط للعمل لالحدیث الضعیف ثلث شروط علی ماذکرہ السیوطی فی شرح تقریب النووی والسخاری فی قول البدیع فی الصلوة علی الحبیب الشفیع وغیرھما الاوّل عدم شدة ضعفه بحیث لا یخلو طریقه من طرقه من کذاب او متھم بالکذب الخ اقول لکن سنسمعك نصتی التدریب والقول البدیع فیظھر لك ان وقع ھھنا فی النقل عنھما تقصیر شنیع فلیتنبه .۱۲ منه سلمه ربه

حافظ نے فرمایا: ان یکون الضعف غیر شدید فیخرج میں انفرد من الکذابین والمتھمین بالکذب ومن غلطه.

یہاں ان دو کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑھایا۔ نسیم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ بایں ہمہ لفظ نقل کیا: ان یکون الضعف غیر شدید کحدیث میں انفرد من الکذابین والمتھمین ومن فحش غلطه. یہاں کاف نے زیادت توسیع کا پتہ دیا۔ تحدید اول پر امر سہل قریب ہے کہ ایک جماعت علماء حدیث کذابین و متہمین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انہیں خارج کر سکتے ہیں۔ مگر ثانی تصریحات ومعاملات جمہور علماء وخود امام الشان سے بعید اور ثالث بظاہر ابعد ہے۔ ہم ابھی روشن بیان سے واضح کر چکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں متحمل رکھا۔ مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل۔ ہم افادات سابقہ میں مبرہن کر آئے کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں ہر گونہ ضعف شدید سے پاک ومنزہ ہیں۔ ان پر صرف انقطاع یا جہالت راوی سے طعن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعف قریب نہ ضعف شدید۔

والحمدلله العلی المجید هذا ورأیتنی کتبت ھھنا علی ھامش فتح المغیث کلاماً یتعلق بالمقام احببت ایراده اتماماً للمرام فذکرت اولاً ماعن الشامی عن الطحطاوی عن ابن حجر ثم ایدة باطلاق العلمآء ثم اوردت ماعن النسیم عن السخاوی عن الحافظ ثم قلت مانصه.

اقول وهذا کما تری مخالف لا طلاق ما مرعن النووی عن العلماء قاطبةً ولتحدید مامر عن الطحطاوی عن شیخ الاسلام نفسه لکن یظھر لی دفع لتخالف عن کلامی شیخ الاسلام بانه ھھنا ذکر التفرد وفیما سبق قال لا یخلو طریق من طرقة فیکون الحاصل ان شدید الضعف بغیر الکذاب والتھمة لا یقبل عنده فی الفضائل حین التفرا ما اذا کثرت طرقه فح یبلغ درجه یسیر الضعف بالکذب فی خصوص قبوله فی الفضائل

بخلاف شديد الضعف بالكذب والتهمة فانه وان كثر طرقه اللتى لا تفوقه بان لا يخلوشى منها عن كذاب اومتهم لا يبلغ تلك الدرجة ولا يعمل به فى الفضائل وهذا هوالذى يعطيه كلام السخاوى فيما مرحيث جعل قبول مافيه ضعف شديد مطلقا ولو بغير كذب فى باب الفضائل موقوفا على كثرة الطرق لكنه يخالفه فى خصله واحدة وهو حكمه بالقبول بكثرة الطرق فى الضعف باكذب ايضا كما تقدم وهو كما ترى مخالف لصريح مانقل عن شيخ الاسلام وعلى كل فلم يرتفع مخالفة نقل شيخ الاسلام عن العلماء جميعاً لنقل الامام النووى عنهم كافة فانهم لم يشرطو اللقبول فى الفضائل فى شديد الضعف كثرة الطرق ولا غير ها سوى ان لا يكون موضوعا فصريح ما يعطيه كلامهم قبول ما اشتد ضعفه لفسق اوفحش غلط مثلا وان تفرد ولم يكثر طرقة فافهم وتأمل فان المقام مقام خفاء وزلل والله المسئول لكشف الحجاب وابانة الصواب اليه المرجع واليه الماٰب اھ ماردت نقله مما علقة على الهامش .

فان قلت هذا قيد زائد افاده امام فليحمل اطلاقاتهم عليه دفعا للتخالف بين النقلين قلت نعم لولا ان ماذكرو امن الدليل عليه لا يلائم سريان اتخصيص اليه وكيف نصنح بمانشاهدهم يفعلون يرون شدة الضعف ثم يقبلون وبا لجملة فالا صلاق هوالاوفق بالدليل والا لصق بقواعد الشرح الجميل فنود ان يكون عليه التحويل والعلم بالحق عند الملك الجليل .

فائدة جليلة

هذا الذى اشرف اليه من كلام السخاوى المارا لمتقدم هوقوله مع متنه فى بيان الحسن ان يكن ضعف الحديث لكذب اوشذوذبان خالف من هوا حفظ اواكثر اوقوى الضعف بغير هما فلم يجيرولو كثرت طرقة

لكن بكثر ة طـرقة يـرتـقـى عن مرتبة المردود المنكر الى مرتبه الضعيف الـذى يجوز العمل به فى الفضائل وربما تكون تلك الطرق الواهيه بمنزلة الطريق التى فيها ضعف يسير بحيث لوفرض بحيئى ذٰلك الحديث باسناد فيـه ضعف يسيركان مرتقيابها الى مرتبة الحسن لغيره اھ ملخصا ورائتنى علقت عليه مهنا مانصه .

اقول حاصل ماتقرر وتحرر ههنا مع زيادات نفيسه منا ان الموضو ع لا يـضّـلـح لشـيءً اصلاً ولا يلتئيم جرحه ابداولكثرت طرقه ماكثرت فان زيادة الشـرلايـزيـد الشرالاشراوليضا الموضو ع كالمعدوم والمعدوم لا يـقـوى ولا يتـقـوى وامـنــه عـنــد جـمع منهم شيخ الاسلام ماجاء برواية الـكذابين وعند اٰخرين منهم خاتم الحفاظ ما اتى من طريق المتهمين وسوّ هـمـا الـسـخـاوى بشـديـد الـضـعف الاٰتـى لذهابه الى ان الوضع لايثبت الابـالـقـرائـن الـمـقـزره ان تـفـرد بـه كذاب اووضاع كما نص عليه فى هـذاالكتاب وهو عندى مذهب قوى اقرب الى الصواب اما الضعيف بغير الـكذب والتهمة من ضعف شديد يخرج له عن خيرالاعتبار كفحش غلط الـراوى فهـدا يـعـمـل بـه فـى الـفـضـائل على مايعطيه كلام عامة العلٰماء وهـوالاقـعـد بـقـضية الـدلـيـل والقواعد لا عند شيخ الاسلام على احدى الـروايات عنه ومن تبعه كالسخاوى الااذاكثرت طرقه الساقطة عن درجة الاعتبار فح يكون مجموعها كطريق واحد صالح له فيعمل بهافى الفضائل ولـكـن لا يحتج بها فى الاحكام ولا تبلغ بذٰلك درجة الحسن لغيره الااذا انـجـبـرت مع ذٰلك بطريق اخرى صالحة للاعتبار فان مجمو ع ذٰلك يكون كـحـديثين ضـعـيـفتيـن صـالحين متعاضدين فح ترتقى الى الحسن لغيره فتـصيـر حـجة فـى الاحكام اما مطلقاعلى ماهو ظاهر كلام المضنف اعنى الـعـراقـى او بشـرط تـعـدد الـجابرات الصالحات البالغة مع لهذه الطرق

القاهرة المتكثرة القائمة مقام صالح واحد حد الكثرة فی الصوالح علیٰ مافهمم السخاوی من کلام النووی وغیره الواقع فیه لفظ الکثرة مع نزاع لنا فیه مؤید بکلام شیخ الاسلام فی النزهة والنخبة المکتفیتین[1] بوحدة الجابر مع جواز ان تکون الکثرة فی کلام النووی بمعنی مطلق التعدد وهو الاوفق بما رأینا من صنیعهم فی غیر مقام والضعیف یضعف یسیر اعنی مالم ینزله عن محل الاعتبار یعمل به فی الفضائل وحده وان لم ینجبر فان انجبر ولو بواحد صار حسنا لغیره واحتج به فی الاحکام علی تفصیل وصفنالك فی الجابر فهده هی انواع الضعیف اما الذی لانقص فیه عن درجة الصحیح الا القصور فی ضبط الراوی غیر بالغ الی درجة الغفلة فهوالحسن لذا ة المحتج به وحده حتی فی الاحکام وهذا اذا کان معه مثله ولو واحداً صار صحیحا لغیرا ودونه مما یلیه فلا بکثرة انتهیٰ ماکتبت بتلخیص .

یہ چند جملے لوح دل پر نقش کر لینے کے ہیں کہ بعونہ تعالیٰ اس تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں وباللہ التوفیق وله الحمد ۔ الحمد للّٰہ القادر القوی علیٰ ماعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ ناصر الضعیف واٰله وسلم ۔ قبول ضعیف فی

---

[1] حیث قال متی توبع سئ الحفظ بمعتبرة کان یکون فرقه او مثله لادونه وکذا المختلط الذی لا یتمیز والمستور والمرسل والمدلس اذا لم یعرف المحذوف مارحد یثهم حسنًا لا لذاته بل باعتبار المجموع لانه کل واحد تنهم (ای ممن ذکرمن مسئ الحفیظ والمختلط الخ) احتمل کون روایة صوابا او غیر صواب علی حد سواء فاذا جاء ت من المعتبرین روایة موافقة لا حد هم رحج احد الجانبین من الاحتمال بین المذکورین ودل ذلك علی ان الحدث محفوظ فارتقی من درجة التوقف الی درجة القبول واللّٰہ اعلم اھ وانظر کیف اجتزای فی المنن بتوحید معتبر و فی الشرح با فواد روایة وحکم بالارتقاء الی درجة القبول وما المرادبه ههنا الا القبول فی الاحکام فانه جعل الضعیف صالحا بلاعتبار من المردودمع مقبول فی الفضائل بالاجماع ویظهر لی بالوجه معهما اعنی العراقی وشیخ الاسلام لما بین فی مقدمة من الدلیل علقه علی المغیث ۱۲ منه سلمه ربه.

فضائل الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتداء مسودہ فقیر میں صرف دوافادہ مختصر میں تین صفحہ کے مقدار تھا۔ اب کہ ماہ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں رسالہ بعونہٖ تعالیٰ ممبئی میں چھپنا شروع ہوگیا۔ اثنائے تبییض میں بارگاہ مفیض علوم ونعم صلی اللہ علیہ وسلم سے بحمد اللہ تعالیٰ نفائض جلیلہ کا اضافہ ہوا۔ افادہ شانزدہم سے یہاں تک آٹھ افادات نافعہ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القا ہوئے۔ قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے۔ امید کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تبجیل جلیل وتفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے۔ مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلہ خاص میں جدا رسالہ قرار دیئے جائیں اور بلحاظ تاریخ الهاد [1] الكاف فی حكم الضعاف لقب پائیں۔ وبالله التوفيق وله المنة على مارزق من نعم تحقيق ماكنا لعشر معشار عشر هاتليق والصلوٰة والسلام على الحبيب الكريم واٰله وصحبه هداة الطريق اٰمين ۔

افادۂ بست وچہارم

اقول وباللہ استعین ۔ کسی حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا موضوعیت بالائے طاق ضعف شدید درکنار مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں۔ ان میں حسن صحیح صالح ضعیف باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں۔ ہاں بوجہ اختلاط وعدم بیان کی عادت جمہور محدثین ہے۔ ہر حدیث میں احتمال ضعف قائم۔ لہٰذا غیر نافذ کو بے مطالعہ کلمات ناقدین ان سے عقائد واحکام میں احتجاج نہیں پہنچتا۔ قول شاہ عبدالعزیز صاحب: ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ دراثبات عقیدہ یا عملے با آنہا تمسک کردہ شود۔ کے معنی یہی ہیں نہ یہ کہ ان کتابوں میں جتنی احادیث ہیں سب واہی ساقط ہیں یا موضوع وباطل اور اصلاً دربارہ فضائل بھی ایراد واستناد کے ناقابل کوئی ادنیٰ ذی فہم وتمیز بھی ایسا ادعا نہ کرے گا نہ کہ شاہ صاحب سا فاضل۔ ہاں متکلمان طائفہ وہابیہ اپنی جہالتیں جس کے سر چاہیں دھریں۔

---

[1] منصوص محلی باللام سے بھی حذف یا فصیح کلام میں شائع وذائع ہے۔ يوم التلاق يوم التناد الكبير المتعال الى غير ذلك ۔ امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ منہ

اولاً

خود شاہ صاحب اثبات عقیدہ وعمل کا انکار فرما رہے ہیں اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں۔ ہم افادۂ بائیس میں روشن کر آئے کہ دربارۂ فضائل کسی حدیث ضعیف سے استناد کسی عقیدہ یا عمل کا اثبات نہیں تو اس بات کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق۔

ثانیاً

تصانیف خطیب وابونعیم بھی طبقہ رابعہ میں ہیں اور شاہ صاحب بستان المحدثین میں امام ابونعیم کی نسبت فرماتے ہیں:

''از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیا است کی نظیر آں در اسلام تصنیف نشدہ'' اسی میں ہے:

''کتاب اقتضاء العلم العمل از تصانیف خطیب است۔ بسیار خوب کتابے است درباب خود''۔

اسی میں تصانیف امام خطیب کو لکھا:

التصانیف المفیدة التی هی بضاعة المحدثین وعروتهم فی فنهم .	فائدہ بخش تصنیفیں کہ فن حدیث میں محدثین کے بضاعت ومحل تمسک ہیں۔

پھر امام حافظ ابوطاہر سلفی سے ان تصانیف کی مدح جلیل نقل کی۔ سبحان اللہ! کہاں شاہ صاحب کا یہ حسن اعتقاد اور کہاں ان کے کلام کی وہ بیہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر مہمل وناقابل استناد۔

ثالثاً

جناب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ البالغۃ میں اس تقریر طبقات کے موجد اسی حجت بالغہ میں اسی طبقہ رابعہ کی نسبت لکھتے ہیں:

اصلح هٰذا الطبقة ما کان ضعیفاً محتملا ۔ یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تر وہ حدیثیں ہیں جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو۔

ظاہر ہے کہ ضعیف متحمل ادنی انجبار سے خود احکام میں حجت ہو جاتی ہے اور فضائل میں تو بالا جماع تنہا ہی مقبول وکافی ہے۔ پھر یہ حکم بھی بلحاظ انفراد ہوگا۔ ورنہ ان میں بہت احادیث منجبرہ حسان ملیں گی اور عند التحقیق یہ بھی باعتبار غالب ہو۔ ورنہ فی الواقع ان میں صحاح حسان سب کچھ ہیں۔ کما ستسمع بعونہٖ تعالیٰ ۔

رابعاً

یہی شاہ صاحب قرۃ العینین فی تفصیل الشیخین میں لکھتے ہیں:

چوں نوبت علم حدیث بطبقہ دیلمی وخطیب وابن عساکر رسید۔ ایں عزیزان دیدند کہ احادیث صحاح وحسان را متقدمین مضبوط کردہ اند۔ پس مائل شدند بجمع احادیث ضعیفہ ومقلوبہ کہ سلف آنرا دیدہ ودانستہ گزاشتہ بودند وغرض ایشاں ازیں جمع آں بود کہ بعد جمع حفاظ محدثین درآں احادیث تامل کنند وموضوعات را از حسان لغیرہا ممتاز نمائند' چنانکہ اصحاب مسانید طرق احادیث جمع کردند کہ حفاظ صحاح وحسان وضعیف از یک دگر ممتاز سازند۔ ظن ہر دو فریق را خدا تعالیٰ محقق ساخت۔ بخاری ومسلم وترمذی وحاکم تمیز احادیث وحکم بصحت وحسن ومتاخران دراحادیث خطیب وطبقۂ اوتصرف نمودند۔ ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت وسخاوی درمقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعاف ومناکیر ممیز نمود۔ خطیب وطبقہ او درمقدمات کتب خود بایں مقاصد تصریح نمودہ اند جزاھم اللہ تعالیٰ عن امۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیرا ۱؎ ملتقطاً ۔ دیکھو کیسی صریح تصریح ہے کہ کتب طبقہ رابعہ میں نہ صرف ضعیف محتمل بلکہ حسان بھی موجود ہیں' اگرچہ لغیرہا کہ وہ بھی بلاشبہ خود احکام میں حجت نہ کہ فضائل۔

خامساً

انہیں شاہ صاحب نے اسی حجت میں سنن ابی داؤد وترمذی ونسائی کو طبقۂ ثانیہ اور

۱؎ قسم دوم از فصل دوم در شبہات در اقان ۱۲ منہ سلمہ ربہ

مصنف عبدالرزاق وابو بکر بن ابی شیبہ وتصانیف ابی داؤد طیالسی وبیہقی وطبرانی کو طبقۂ ثالثہ اور کتب ابونعیم کو طبقہ رابعہ میں گنا۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی خطبہ جمع الجوامع میں فرماتے ہیں:

رمزت للبخاری خ ۔ والمسلم م ۔ والا بن حبان حب وللحاکم فی المستدرك ك ۔ وللضیاء فی المختارہ ض ۔ وجمیع مافی ھذہ الکتب الخمسة صحیح سوی مافی المستدرك من المتعقب فانیہ علیه ورمزت لابی داؤدد ۔ فما سکت[1] علیه فھو صالح ومابین ضعفه نقلة عنه وللترمذی ت ۔ وانقل کلامه علی الحدیث وللنسائی ن ۔ ولا بن ماجه ہ ۔ ولابی داؤد الطیالسی ط ۔ ولا حمد حم ۔ ولعبد الرزاق عب ۔ ولا بن ابی شیبة ش ۔ ولابی یعلی ع ۔ وللطبرانی فی الکبیر طب ۔ وفی الاوسط طس ۔ وفی الصغیر طص ۔ ولا بی نعیم فی الحلیة حل ۔ وللبیھقی ق ۔ وله فی شعب الایمان ھب ۔ وھذہ فیھا الصحیح والحسن والضعیف فابینه غالباً اھ مختصرا ۔

دیکھو امام خاتم الحفاظ نے ان طبقات ثانیہ وثالثہ ورابعہ سب کو ایک ہی نسق میں گنا اور سب پر یہی حکم فرمایا کہ ان میں صحیح حسن ضعیف سب کچھ ہے۔

سادساً

خود جناب شاہ صاحب کی تصانیف تفسیر عزیزی وتحفۂ اثناعشریہ وغیرہما میں جا بجا احادیث طبقہ رابعہ سے بلکہ ان سے بھی اتر کر اسناد موجود۔ اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ خود کلام اپنا نہ سمجھے یا یہ سفہاء ناحق تحریف معنوی کر کے احادیث طبقۂ رابعہ کو مہمل ومعطل ٹھہرانا ان کے سر کیے دیتے ہیں۔ تمثیلاً چند نقول حاضر عزیزی آخر تفسیر فاتحہ میں ہے:

---

[1] فی الاصل الذی وقفت علیه بین فماد علیه کلمة لم یتبین فی الکتابة فکبت مکانھا لفظة سکت اذا ھوا المراد واذاکان لا بدھن التنبیھه نتبھت علیه ۱۲ منه سلمه ربه

ابونعیم و دیلمی از ابوالدرداء روایت کردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ فاتحۃ الکتاب کفایت میکند راز انچہ ہیچ چیز از قرآن کفایت نمی کند الحدیث۔

یہیں اور روایات بھی ابن عساکر و ابوالشیخ و ابن مردویہ و دیلمی وغیرہم سے مذکور ہیں یہیں[1] ہے۔

ثعلبی از شعبی روایت کردہ است کہ شخصے نزد او آمد' و شکایت درد گردہ کرد۔ شعبی با وگفت کہ ترا لازم است کہ اساس القرآن بخوانی و بر جائے درد دم کنی او گفت کہ اساس القرآن چیست۔ شعبی گفت فاتحۃ الکتاب۔ عزیزی سورۂ بقرہ ذکر بعض خواص سور و آیات میں ہے: ابن النجار در تاریخ خود از محمد بن سیرین روایت کردہ کہ حدیثے از عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شنیدم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند۔ ہر کہ در شب سی وسہ آیت بخواند اورا دراں شب درندہ و دزدے ایذا نرساند الحدیث اھ مختصراً۔

اسی[2] میں ہے: **روی[3] ابن جریر عن مجاهد قال سلمان قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن اولئك النصاری الحدیث۔**

عزیزی آخر والیل میں ہے: حافظ خطیب بغدادی از حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت میکند کہ روزے بخدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر بودیم۔ ارشاد فرمودند کہ حالا شخصے می آید کہ حق تعالیٰ بعد از من کسے را بہتر ازو پیدا نہ کردہ است

---

[1] ودریں بعض روایات اقتران دار قطنی یا طبرانی وکیع مخالف راسود ند هد زیرا که ازیں اوچنانکه احتمال ایں معنی رونما ید که اسناد با نیها مقرون بطبقهٔ ثالثه است همچناں ایں امر بر منصه ثبوت نشیند که همه احادیث طبقه رابعه ساقط ازدرجه اعتبار نیست باز احتمال مذکور بملاحظه روایات دیگر که تنها از طبقه رابعه است از هم پاشد واینکه ثابت شد زعم مخالف رابیخ کن باشد فافهم ۱۲ منه

[2] زیر آیة ان الذین امنو والذین هادو او النصاری۔ ۱۲ منه

[3] شاه صاحب در عجاله نافعه جانیکه ذکر طبقات اربعه کرده است تفسیر ابن جریر راز همیں طبقه رابعه شمرده است کماذکره فی السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی الله علیه تعالی علیه وآله وسلم ۱۲ منه

وشفاعت اور روز قیامت مثل شفاعت پیغمبراں باشد۔ جابر گوئد کہ مہلتے نہ گزشتہ بود کہ حضرت ابوبکر تشریف آوردند۔

تحفہ میں ہے: در روایات شیعہ وسنی صحیح وثابت استک ہ ایں امر خیلے برابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاق آمد وخود رابر درسرائے زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر آورد وا امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راشفیع خود ساخت تا آنکہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا از وخوشنود شد۔ اما روایات اہل سنت۔ پس در مدارج النبوۃ وکتاب الوفا بیہقی وشروح مشکوٰۃ موجود است بلکہ در شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق نوشتہ است کہ ابوبکر صدیق بعد ازیں قصہ بخانہ فاطمہ رفت ودرگرمی آفتاب بردر باستاد وعذر خواہی کرد وحضرت زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ازوراضی شد۔ ودر ''ریاض النضرۃ'' ایں قصہ بہ تفصیل مذکوراست۔ ودر فصل الخطاب بروایت بیہقی از شعبی نیز ہمیں قصہ مروی است وابن السمان درکتاب الموافقۃ از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیروں آمد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بردر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا درروز گرم الخ۔

سابعاً

طرفہ تر یہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طبقہ رابعہ میں گنا حالانکہ بلا شبہ مستدرک حاکم کی اکثر احادیث اعلیٰ درجہ کی صحاح وحسان ہیں' بلکہ اس میں صدہا حدیثیں برشرط بخاری ومسلم صحیح ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ تصانیف شاہ صاحب میں کتب حاکم سے کتنے اسناد ہیں اور بڑے شاہ صاحب کی ''ازالۃ الخفاء وقرۃ العینین'' میں تو مستدرک سے تو وہ احادیث نہ صرف فضائل بلکہ خود احکام میں مذکورہ کما لا یخفی علی من طالبھما۔ لطیف تر یہ ہے کہ خود ہی بستان المحدثین میں امام الشان ابوعبداللہ

---

۱ در زوطن دواز دھم از مطاعن ملاعنہ بر حضرت افضل الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ

۲ لفظ بظاهر در آنچه امام خاتم الحفاظ در تدریب اد ذهبی آورد نیست لفظش همیں است که فیه جملة وافرة علی شرطهما وجمله کثیرة علی شرط احد هما لعل مجموع ذلك نحو نصب الکتاب و فیه نحو الرابع مما صح سنده وفیه بعض الشیء ادله علة وما بقی و هو نحو الرابع فهو منا کیر واهیات لا یصح وفی بعض ذلك موضوعات . ۱۲ منه

ذہبی سے نقل فرماتے ہیں:

انصاف آنست کہ در مستدرک قدرے بسیار برشرط ایں ہر دو بزرگ یافتہ میشود یا بشرط یکے ازیں ہا بلکہ ظن غالب آنست کہ بقدر نصف کتاب ازیں قبیل باشد وبقدر ربع کتاب ازاں جنس است کہ بظاہر اسناد او صحیح است' لیکن برشرط ایں ہر دو نیست وبقدر ربع باقی واہیات ومناکیر' بلکہ بعضے موضوعات نیز ہست چنانچہ من در اختصار آں کتاب کہ مشہور بتلخیص ذہبی است خبر دار کردہ ام۔ انتہی۔

تنبیہ:

بحمد اللہ تعالیٰ ان بیانات سے واضح ہوگیا کہ اس طبقہ والوں کی احادیث متروکہ سلف کو جمع کرنے کے معنے اسی قدر ہیں کہ جن احادیث کے ایراد سے انہوں نے احتراز کیا۔ انہوں نے درج کیں۔ نہ یہ کہ انہوں نے جو کچھ لکھا سب متروک سلف ہے۔ مجرد عدم ذکر کو اس معنی پر محمول کرنا کہ ناقص سمجھ کر بالقصد ترک کیا ہے۔ محض جہالت' ورنہ افراد بخاری متروکات مسلم ہوں اور افراد مسلم متروکات بخاری اور ہر کتاب متاخر کی وہ حدیث کہ تصانیف سابقہ میں نہ پائی گئی۔ تمام سلف کی متروک مانی جائے۔ مصنفین میں کسی کو دعویٰ استیعاب نہ تھا۔ امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ حفظ تھیں۔ صحیح بخاری میں کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔ کما بینہ شیخ الاسلام فی فتح الباری شرح صحیح البخاری۔

ثامناً

شاہ صاحب اس کلام امام ذہبی کو نقل کر کے فرماتے ہیں: لہٰذا علمائے حدیث قرار دادہ اند کہ بر مستدرک حاکم اعتماد نہ باید کرد' مگر بعد از دیدن تلخیص ذہبی۔ اور اس سے پہلے لکھا: ذہبی گفتہ است کہ حلال نیست کسے را کہ بر تصحیح حاکم غرہ شود تاوقتیکہ تعقبات وتلخیصات مرانہ بیند ونیز گفتہ است احادیث بسیار است در مستدرک کہ برشرط صحت نیست' بلکہ بعضے از احادیث موضوعہ نیز است کہ تمام مستدرک باآں ہا معیوب گشتہ۔

ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ وجہ بے اعتمادی یہی اختلاط صحیح وضعیف ہے۔ اگرچہ اکثر[1] صحیح ہی ہوں جیسے مستدرک جس میں تین ربع کتاب کی قدر احادیث صحیحہ ہیں نہ کہ سب کا ضعیف ہونا چہ جائے کہ ضعف شدید یا بطلان محض کہ کوئی جاہل بھی اس کا ادعا نہ کرے گا اور اس بے اعتمادی کے یہی معنی اگر خود لیاقت نقد رکھتا ہو' آپ پرکھے ورنہ کلام ناقدین کی طرف رجوع کرے۔ بے اس حجت نہ سمجھ لے۔ اب انصافاً یہ حکم نہ صرف کتب طبقہ رابعہ بلکہ ثانیہ ثالثہ سب پر ہے کہ منشاء اختلاط صحیح وضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم آخر نہ دیکھا کہ ائمہ دین نے صاف صاف یہی تصریح سنن ابی داؤد وجامع ترمذی ومسند امام احمد وسنن ابن ماجہ ومصنف ابوبکرین ابی شیبہ مصنف عبدالرزاق وغیرہا سنن ومسانید کتب طبقہ ثانیہ وثالثہ کی نسبت بھی فرمائے جس کی نقل امام الشان وعلامہ قاری سے افادہ بست ویکم میں گزرے یوں ہی امام شیخ الاسلام عارف باللہ زکریا انصاری وامام سخاوی نے تنصیص[2] کی۔ امام خاتم الحفاظ کا قول ابھی سن چکے کہ انہوں نے ان سب کتب کو ایک سلک میں منسلک فرمایا۔ اب شاید منکر کج فہم ان نصوص ائمہ کو دیکھ کر سنن ابی داؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ کی نسبت بھی یہی اعتقاد کرلے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ محض مہمل وبیکار واصلاً نا قابل استناد واعتبار ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بالجملہ حق یہ کہ مدار اسناد ونظر وانتقاد یا تحقیق نقاد پر ہے نہ فلاں کتاب میں ہونے' فلاں میں نہ ہونے پر قلم ضراعت رقم جب اس محل پر آیا فیض کرم وکرم قدم نے جوش

---

[1] اسی طرح عدم اعتبار کثرت وقلت کی دلیل واضح امام الشان کا یہ ارشاد منقول تدریب ہے' مافی کتاب ابن الجوزی موضوع والذی ینتقد علیہ بالنسبۃ الی مالا ینتقد قلیل جدا. قال وفیہ من انضرران یظن ما لیس بموضوع موضوعا عکس اضرر بستدرک الحاکم فانہ یظن مالیس بصحیح صحیحا قال وتبعین الاعتنأ بانتقاد الکتابین فان تسا ھلھما فی الکلام عدم الانتفاع بھما الا لعالم بالفن لا نہ ما من حدیث الاویکن ان یکون قدو قع فیہ تساھل اھ منہ سلمہ ربہ

[2] ذکرنا نصھما رسالتنا مدارج طبقات الحدیث ۱۲ منہ

فرمایا۔ اس مقام ومرام طبقات حدیث کی تحقیق جزیل وتدقیق جمیل فقیر ذلیل غفرلہ المولٰی الجلیل پر فائض ہوئے کہ اگر یہاں ایراد کرتا، اطناب کلام وابعاد مرام سامنے تھا، لہٰذا اسے بتوفیقہٖ تعالٰی رسالہ[1] بلحاظ مفردہ کیا اور بلحاظ تاریخ "مدارج طبقات الحدیث" ۱۳۱۳ لقب دیا۔ وللّٰہ المنۃ فیما اللھم ولہ الحمد علی ماعلم وصل اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ وسلم ۔

افادۂ بست وپنجم ۔ اقول

کتابیں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں دو قسم ہیں۔ ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا ہے جیسے موضوعات ابن الجوزی واباطیل جوزقانی وموضوعات صنعانی ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہ یہی بتائے گا کہ اس مصنف کے نزدیک موضوع ہے۔ جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کردی ہو، ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے۔ بہ نظر واقع عدم صحت بھی نہ ثابت ہوگا نہ کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان۔ ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار بہت احادیث حسان وصحاح بھر دی ہیں اور محض بے دلیل ان پر حکم وضع لگا دیا ہے جسے ائمہ محققین ونقاد متقنین نے بدلائل قاہرہ باطل کردیا جس کا بیان مقدمہ امام ابن الصلاح وتقریب امام نووی الفیہ امام عراقی وفتح

---

[1] الحمدللہ یہ عربی یہ رسالہ مختصر عجالہ باوصف وجازت فوائد نفیسہ پر مشتمل ہے اس میں اوّلاً طبقات اربعہ حدیث میں حجۃ اللہ البالغہ کا کلام نقل کیا۔ ثانیاً ایک مسلسل بیان میں اس کی وہ تقریر ادا کی جس سے کلام منتظم ہوکر بہت شبہات کا ازالہ ہوگیا ثالثاً پھر بہت ابحاث رائقہ مونقہ فائقہ ایراد کیں جن سے روشن ہوگیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع نہ مانع نہ ناقد کے کام کی نہ نافع۔ رابعاً اپنی طرف سے ایک عام وشامل تام وکامل ضابطہ وضع کیا جس سے ہرگز نہ کتب احادیث ناقد وغیر ناقد متوسط وعامی ہر قسم کے آدمی کو حد استناد وطریقہ احتجاج واضح ہو گیا۔ آخر میں اسے کلمات علماء سے موید کیا اس کے ضمن میں صحاح ستہ وغیرہا کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت اور بعض دیگر کتب صحاح کا شعار اور نیز یہ کہ ائمہ وعلماء میں کن کن کو دوبارہ تصحیح احادیث تساہل اور کہیں درباب حکم وضع تشدد یا معاملہ جرح رجال میں لغت تھا بیان کیا جو کچھ دعوٰی کیا اس کا روشن ثبوت دیا۔ ۱۲ منہ

المغیث امام سخاوی وغیرہا تصانیف علماء سے اجمالاً اور تدریب امام خاتم الحفاظ سے قدرے مفصلاً اور انہیں کی تعقبات ولآلی مصنوعہ والقول الحسن فی الذب عن السنن وامام الشان کے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد وغیرہا سے بنہایت تفصیل واضح روشن مطالعہ تدریب سے ظاہر ہے کہ ابن الجوزی نے اور تصانیف درکنار خود صحاح ستہ ومسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا' جن کی تفصیل یہ ہے: ۱-مسند امام احمد ۲-صحیح بخاری شریف بروایت حماد بن شاکر ۳-صحیح مسلم شریف ۴-سنن ابی داؤد ۵-جامع ترمذی ۶-سنن نسائی ۷-سنن ابن ماجہ دوم وہ جن کا قصد صرف ایراد موضوعات واقعیہ نہیں۔ بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق وتنقیح جیسے لآلی امام سیوطی یا نظر وتنقید کے لیے ان احادیث کا جمع کردینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا جیسے انہیں کا ذیل اللآلی امام ممدوح خطبہ موضوعات کبریٰ میں فرماتے ہیں:

ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بل والحسن بل والصحیح کمانبہ علی ذلك الائمة الحفاظ وطال ما اختلج فی ضمیری انتقاوہ وانتقادہ فاورد الحدیث ثم اعقب بکلامہ ثم ان کان متعقبات نبھت علیہ اھ ملخصًا۔

ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ صحیح حدیثیں روایت کردی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی۔ مدت سے میرے دل میں تھا کہ اس کا خلاصہ کردوں اور اس کے حکم کو پرکھوں تو اب میں حدیث نقل کرکے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا۔ پھر اس پر جو اعتراض ہوگا' بتاؤں گا۔

اسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں:

واذقد اتینا علی جمیع ما فی کتابہ فنشرع الأن فی الزیادات علیہ فمنھا ما یقطع بوضعہ ومنھا مانص حافظ علی وضعہ ولی فیہ

اب کہ ہم تمام موضوعات ابن الجوزی بیان کرچکے تو اب اس پر زیادتیں شروع کیں ان میں کچھ وہ ہیں جن کا موضوع ہونا یقینی ہے اور کچھ وہ ہیں جن کو کسی حافظ نے موضوع کہا

نظر فاذکرہ لینظر فیہ ۔ اور میرے نزدیک اس میں کلام ہے۔تو میں اسے نظر غور کے لیے ذکر کروں گا۔

پر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کی موضوعیت نہ بتائے گا کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تنہا ایراد موضوع نہیں' بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند یا متن پر کلام کیا ہے تو اسے دیکھا جائے گا کہ صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقوط یا بطلان کیا نکلتا ہے' مثلاً: لا یصح یا لم یثبت یا سند پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا تو غائت درجہ ضعف معلوم ہوا اور اگر رفعہ کی قید زائد کردی تو صرف مرفوع کا ضعف اور بنظر مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہوا۔علی ھذا القیاس اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج نظر و تنقیح رہے گا۔ کمالا یخفی۔شوکانی کی کتاب موضوعات مسمی بہ فوائد مجموعہ بھی اس قسم ثانی سے ہے۔خود اس نے خطبۂ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنہیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں' بلکہ ضعیف ہیں' بلکہ ضعف بھی خفیف ہے' بلکہ اصلاً ضعف نہیں۔حسن یا صحیح ہیں کہ اہل تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اس کے رد کی طرف اشارہ ہو جائے۔عبارت اس کی یہ ہے:

وقد اذکر مالا یصح اطلاق الموضوع علیہ بل غایۃ مافیہ انہ ضعیف بمرۃ وقد یکون ضعیفا ضعصا حفیفا وقد یکون اعلٰی من ذلک والحامل علی ذکر ماکان ھکذا التنبیہ علی انہ قد عد ذلک بعض المصنفین موضوعا کابن الجوزی فانہ تساھل فی موضوعاتہ حتی ذکر فیھا ما ھو صحیح فضلا عن الحسن فضلا عن الضعیف وقد تعقبۃ السیوطی بما فیہ کفایۃ وقد اشرت الی تعقباتہ الخ ۔

تو مشکلمین طائفہ کا یہ جاہلانہ زعم کہ حدیث تقبیل ابہامین شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتا کیسی جہالت فاحشہ ہے۔

تنبیہ

ہر چند یہ افادہ ان گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا' جن میں حضرات

طائفہ کے زعم موضوعیت کا ابطال ہوا' مگر ازاں جا کہ ایسی بحر بے معنی بات سے ہم موضوعیت کسی ذی علم کا کام نہ تھا' لہٰذا ان افادات کے ساتھ منسلک کیا کہ واضح ہو کہ ذکر فی الموضوعات ضعف شدید کو بھی مستلزم نہیں' جو ایک مسلک پر قبول فی الفضائل میں مخل ہو' بلکہ حقیقۃ نفس ذکر بے ملاحظہ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم میں صحاح اور حسان تک موجود ہیں کما تبین۔

(لطیفہ) اقول:

حضرات وہابیہ کے پچھلے متکلم اگر موضوعات شوکانی کا موضوع نہ سمجھے تو کیا عجب کہ خود ان کے امام شوکانی کی سمجھ بھی ایسی ہی نقاص اور کافی تھی۔ یہیں خطبۂ موضوعات میں علماء نافیان کذب کی دو قسمیں کیں۔ ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعفاء وکذابین وغیرہم کے بیان میں تصنیفیں کیں جیسے کامل ومیزان وغیرہما او قسم جعلوا مصنفاتهم مختصة بالا حادیث الموضوعة۔ دوسری وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیث موضوعہ سے خاص کیں جیسے ابن جوزی وصغانی وغیرہما۔

اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو گن دیا' حالانکہ وہ ہر گز تصانیف مختصہ بہ موضوعات سے نہیں' بلکہ اس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں۔ عام ازیں کہ صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل ولہٰذا اس میں بہت احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں۔ یہ صحیح بخاری میں ہے' یہ صحیح مسلم کی ہے' یہ صحیحین دونوں کی متفق علیہ ہے' بھلے مانس نے اس کے نام کو بھی خیال نہ کیا۔ المقاصد الحسنه فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهره علی الالسنه۔ نہ اس کو آنکھ کھول کر دیکھا۔ اس کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے حدیث ایة المنافق ثلث متفق۔ وہیں ساتویں حدیث ہے ابدا بنفسك مسلم فی الزکوٰة

۱؎ بست و چہارم میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت وسخاوی در مقاصد حسنہ حسان بغیر ہا از ضعاف ومناکیر ممیز نمودہ نہیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کے مقاصد حسنہ وموضوع کتب موضوعات سے کتنے جدا ہیں۔ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

من صحیحه ۔طرفہ تر یہ کہ انہیں میں تخریج الاحیاء للعراقی بھی گن دی۔ سبحان اللہ! کہاں تخریج احادیث کتاب تصنیف فی الموضوعات۔ اسی فہم پر ابوحنیفہ وشافعی سے دعویٰ مساوات۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ط

نتیجۃ الافادات

الحمدللہ کلام اپنے ذروۂ اعلیٰ کو پہنچا اور احقاق حق حد اقصیٰ کو۔ ان چودہ افادوں نے ماہ شب چاردہ کی طرح روشن کردیا کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں اگر تعدد طرق وعمل اہل علم سے متقویٰ نہ بھی ہوں تو انتہا درجہ ضعیف بضعف خفیف اور فضائل اعمال میں باجماع علماء محدثین وفقہاء مقبول وکافی اور ثبوت استحباب عمل کے لیے مفید ووافی ہیں۔ منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ ان کے ابطال واہمال کے لیے تھیں، بعونہ تعالیٰ اپنے سزائے کردار کو پہنچ گئیں۔ والحمد للّٰہ ربّ العالمین۔ اب پھر دست استعانت قائد توفیق کے ہاتھ میں دیجیے اور بعنایت الٰہی وعنایت حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر المتناہی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزلی کلام اور آخر میں ازالہ وازہاق بقیہ اوہام منکرین لیام کیجیے۔ وباللہ التوفیق۔

افادۂ بست وششم اقول

بالفرض اگر ایسی جگہ ضعفِ سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابلِ اعتماد نہ رہے مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی۔ وہ علماء وصلحاء کے تجربہ میں آچکی تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں کہ آخر ضعفِ سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا۔ حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بلخی سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قضائے حاجت کے لیے ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی جس کے آخر میں ہے ولا تعلموھا السفھاء فانہ یدعون بھا فیستجابون بیوقوفوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعے سے جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔

آئمہ جرح وتعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ متہم بالکذب تک کہا۔ امام احمد وامام نسائی وامام ابوعلی نیشاپوری نے فرمایا متروک الحدیث

ہے۔ امام علی مدینی و امام دار قطنی نے کہا سخت ضعیف ہے۔ صالح جزرہ نے کہا کذاب ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا محض لاشئے کذاب خبیث ہے کل ذلك فی المیزان۔ لا جرم حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا: متروك وكان حافظا۔ ذہبی نے میزان میں کہا: كان من اوعية العلم على ضعفه وكثرة مناكيره وما اظنّه ممّن يتعمّد الباطل۔ تذکرۃ الحفاظ میں آخر یہ کہا: لاريب فی ضعفه۔ امام اجل ثقہ حافظ عبدالحکیم زکی منذری نے کتاب الترہیب[1] میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کر کے عمر بن ہارون کے متروک و متہم ہونے سے اسے معلول کیا۔ حيث قال قد تفرد به عمر بن هارون البلخی وهو متروك متهم اثنی عليه ابن مهدی وحده[2] فيما اعلمه ١ھ قلت بل اختلف الرواية عن ابن مهدی ايضًا فقال فی الميزان قال ابن مهدی واحمد والنسائی متروك الحديث ثم قال وقال ابن حبان كان ابن مهدی حسن الرای فی عمر بن هارون ١ھ فالله تعالٰی اعلم۔ بایں ہمہ از انجا کہ مستدرک میں تھا۔ قال احمد بن حرب قد جربته فوجدته حقًّا وقال ابراهيم علي الديبلي[3] قد جربته فوجدته حقًّا وقال

---

[1] فی الترهيب فی صلوٰة الحاجة ١٢ منه

[2] اقوال هذا عجيب من مثل الحافظ مع قول نفسه فی خاتمة الكتاب ضعفه الجمهور و وثقه قتيبة غيره اهـ وفی تذكرة الحفاظ عن الا بارعن ابی غسان عن بهر بن اسد انه قال ارى يحيى بن سعيد حسده قال و ساق الخطيب باسناده عن ابی عاصم انه ذكر عمر بن هارون فقال عمر عندنا احسن اخذ الحديث من ابی المبارك وقال سئل ابو عبد الله عن عمر بن هارون فقال ما اقدر ان اتعلق عليه بشیء كتبت عنه كثيرا فقيل له قد كانت له قصة مع ابن مهدی فقال بمعنی انه كان يحمل عليه وقال احمد بن سيار كان كثيرا السماع. كان قتيبة بطريه ويو ثقه الخ ثم ذكر تكذيبه وتركه وجرعه عن ابی معين وآخرين ثم قال قلت لا ريب فی ضعفه وكان لما حافظا فی حروف القرأت مات سنة اربع وتسعين ثلث ماته ١ ه ١٢ منه

[3] نسبتة الى ديبل بفتح الدال الهملة وسكون المثناة من تحت وضم الموحدة والآخر لام قصبة بلادا السند كما فی القاموس ١٢ منه سلمه ربه

الحاکم قال لنا ابو زکریّا قد جربته فوجدته حقًّاقال الحاکم قد جرّبته فوجدته حقًّا۔ احمد بن حرب نے کہا میں نے اس نماز کو آزمایا حق پایا۔ ابراہیم بن علی دیبلی نے کہا میں نے آزمایا حق پایا۔ ہم سے ابوزکریا نے کہا میں نے آزمایا حق پایا۔ حاکم کہتے ہیں خود میں نے آزمایا حق پایا۔ لہٰذا امام حافظ منذری نے کہا:

الاعتماد فی مثل ھٰذا علی التجریة لاعلی الاسناد ایسی جگہ اعتمادِ تجربہ پر ہے نہ اسناد پر۔

امام ابن امیر الحاج حلیہ[2] میں حدیث کا وہ ضعف شدید اور امام ابن جوزی کا اسے بالیقین موضوع[3] کہنا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ومشی علی ھٰذا فی الحاوی القدسی فانه ذکر ھٰذا الصلوٰة للحاجة علی ھٰذاالوجه من الصلوٰة المستحبه۔

حاوی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ انہوں نے حاجت کے لیے اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر فرمایا۔

مرقاۃ شرح مرقاۃ سے امام اجل سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد لطیف افادہ ۱۵ میں گزرا کہ میں نے صحت حدیث کو اس جوان کی صحت کشف سے پہچانا، یعنی جب اس کے کشف سے معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا

---

۱ اقول بحمد اللہ تعالیٰ اس فقیر نے بھی کئی بار آزمایا، بعض قریب تر اعزہ کو سخت ناسازی تھی طول ہوا یہاں تک کہ ایک روز حالت مثلِ نزع طارق ہوئی سب رونے لگے فقیر مشغول نماز مذکور ہوا پڑھ کر آیا تو عزیز مذکور کو بیٹھا باتیں کرتا ہوا پایا، وللہ الحمد بیس سال ہونے کو آئے جب سے بحمد اللہ فضل الٰہی ہے۔ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

۲ آخر الکتاب فی الفصل الثالث عشر فی صلوٰة الحاجة فصول تکمیل الکتاب ۱۲ منه سلمه ربه

۳ هو آخر حدیث من باب الصلوٰة فی الموضوعات قال المخرج موضوع عجمر بن هارون کذاب قال خاتم الحفاظ عمر روی له الترمذی وابن ماجه وقال فی المیزان کان عن او عیته العلم الی آخر مانقنا قال وجدت للحدیث طریقا آخر فذکر ما اسند ابن عسکر عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ نحوه وسکت علیه خاتم الحفاظ (والله تعالیٰ اعلم)

ٹھیک اترا۔ معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے۔ اب صدر رسالہ میں امام سخاوی کے نقول دیکھ لیجیے کہ اس تقبیل ابہامین کے کتنے تجربے علماء وصلحاء سے منقول ہوئے ہیں۔ لاجرم علامہ طاہر فتنی نے فرمایا:

روی تجربة ذلك عن كثيرين — اس کا تجربہ بہت لوگوں سے روایت کیا گیا۔

تو عزیزو! اگر بفرضِ غلط سند کسی قابل نہ سمجھو' تاہم تجربۂ علماء کو سند کافی جانو۔

افادۂ بستم وہفتم اقول

بھلا یہاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود۔ علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علماء میں بلاسند مذکورہ ہوتا ہے' سند کافی سمجھتے ہیں۔ اگرچہ طبقہ رابعہ وغیرہا کسی طبقہ حدیث میں اس کا نام ونشان نہ ہو۔ حضور اقدس سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور والا کو ندا کر کے بابی انت وامی یارسول اللہ (میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ) کہہ کر حضور اقدس کے فضائل جلیلہ وشمائل جمیلہ عرض کرنا۔

یہ حدیث امام ابومحمد عبداللہ بن علی لخمی اندلسی رشاطی نے پانچویں صدی کے علماء میں سے تھے۔ ۵۴۶ھ میں انتقال کیا۔ اپنی کتاب ''اقتباس انوارو التماس الازھار اور ابوعبداللہ محمد محمد ابن الحاج عبدری مکی مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلاء سے تھے۔ ۷۳۷ھ میں وصال ہوا۔ اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی۔ دونوں نے محض بلاسند ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے اس سے زائد اس کا پتہ نہ پایا۔ کتب حدیث میں اصلانشان نہ پایا۔ مگر ازاں جا کہ مقام مقام فضائل تھا' اسی قدر کو کافی سمجھا۔ ان نادانوں کند حواسوں فرق مراتب ناشناسوں کی طرح طبقۂ رابعہ میں ہونا درکنار اصلاکسی طبقہ میں نہ ہونا بھی انہیں اس کے ذکر وقبول سے مانع نہ آیا' بلکہ اس سے استناد فرمایا۔

علامہ ابوالعباس قصار نے اسی شرح قصیدہ بردہ شریف میں ذکر کیا اور انہیں رشاطی کا حوالہ دیا۔ پھر امام علامہ احمد قسطلانی[1] نے مواہب لدنیہ میں بصیغۂ جزم ذکر کی اور اسی

---

[1] الفصل الاول من المقصد العاشر ۱۲ منہ

شرح قصار و مدخل کی سند دی۔

اسی مواہب شریف و نسیم الریاض' علامہ شہاب خفاجی مصری و مدارج النبوۃ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیہ کریمہ لا اقسم بھٰذا البلدہ وانت حل بھٰذا البلد ۔ جس میں رب العزت جل وعلا نے شہر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم یاد دلائی ہے۔ محل استناد میں ذکر کیا ہے کہ قرآن عظیم نے حضور پر نور سیّد المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پاک کی قسم کھائی کہ: لعمرك انهم لفی سکرتهم یعمهون۔ (تیری جان کی قسم یہ کافر اپنے نشے میں بہک رہے ہیں) اور حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا اقسم بھٰذا البلد۔ مگر اس قسم میں اس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔

جس طرح امیر المؤمنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی۔ لا اقسم بھٰذا البلد۔

نسیم[1] کی دل کشا عبارت یہ ہے: قد قالوا ان ھٰذا القسم ادخل فی تعظیمه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم من القسم بذاته وبحیاته کما ارشار الیه عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه بقول بابی انت وامی یا رسول اللہ قد بلغت من فضیلة عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بھٰذا البلد

مواہب[2] میں ہے: علیٰ کل حال فھٰذا متضمن للقسم ببلد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ولا یخفی ما فیه من زیادة التعظیم وقد روی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه قال للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بابی انت وامی یا رسول اللہ لقد بلغ من فضیلتك عند اللہ ان اقسم بحیاتك

---

[1] الفصل الرابع من الباب الاول ۱۲ منه سلمه ربه

[2] المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس ۱۲ منه سلمه ربه

دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتك عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بهٰذا البلد

مدارج[1] میں اسے نقل کر کے فرمایا: یعنی سوگند خوردن ببلد کہ عبارت است از زمینے کہ پے سپر میکند آں را سوگند بخاکِ پائے خوردن است وایں لفظ در ظاہر نظر سخت می در آید نسبت بجناب عزت چوں گوئند کہ سوگند میخورد بخاکِ پائے حضرتِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونظر بحقیقت معنی صاف و پاک است کہ غبارے برآں نہ۔ وتحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت ربّ العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات وصفاتِ خود برائے اظہار شرف وفضیلت وتمیز آں چیز است نزد مردم ونسبت بایشاں تا بدانند کہ آں امرے عظیم وشریف است، نہ آنکہ اعظم است نسبت بوے تعالیٰ الخ۔ میں ایک اسی حدیث بے سند کو ذکر کیا کرتا کہ اس کی تو صدہا نظیریں کتبِ علماء میں موجود ہیں۔ زیادہ جانے دیجئے یہ زمانہ کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جا بجا اپنی تصانیف میں ایسے کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں جو نہ کسی طبقۂ حدیث میں داخل۔ نہ ان میں سند کا نام ونشان قرۃ العینین میں روایاتِ مذکورۂ تاریخ یافعی و روضۃ الاحباب وشواہد النبوۃ مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود۔ مثلاً لکھا:

اما اتصاف شیخین بصفاتِ کاملہ تلبیہ پس بطریق اتم بودو ظہور خرق عوائد وتربیتِ الٰہی ایشاں را بروۓ یا و مانند آں از ایشاں بسیار مردی شدہ۔ حدیثے چند ازیں جملہ نیز روایت کنم در شواہد النبوۃ از ابو مسعود انصاری، منقول است کہ گفتہ است کہ اسلام ابوبکر شبیہ بوحی ست۔ زیرا کہ وے گفتہ است کہ شبے پیش از بعثتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در خواب دیدم کہ نورے عظیم از آسمان فرود و بر بامِ کعبہ افتاد الخ و نیز در شواہد مذکور است کہ امیر المؤمنین ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گفتہ است کہ روزے در ایام جاہلیت در سایہ درختے نشستہ بودم، ناگاہ میل بمن کرد۔ آوازے ازاں درخت بگوش من آمد کہ پیغمبرے در فلاں وقت بیروں خواہد آمد۔ می باید کہ تو سعادت مند ترینِ

---

[1] قسم اوّل باب سوم فصل دوم ۱۲ منہ سلمہ ربہ

مردمان باشی یوے الخ ونیز در شواہد از ابوبکر صدیق منقول است کہ در مرضِ آخر خود گفت کہ اشب در تفویض امرِ خلافت بتکرارِ استخارہ کردم الخ۔ ملتقطا۔

اوسی میں ہے: چوں نوبتِ خلافت بفاروق رسید' سیاستے بردستِ او واقع شد کہ غیر نبی برآں قادر نباشد۔ واگر عقل سلیم را اعمال نمائیم در امورے کہ خلافت انبیاء را شاید بہتر از حال وے متصور نہ گردد۔ زیرا کہ حضرت پیغامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بدو چیز مشغول بوند۔ یکے تعلیم علم و فاروقِ اعظم مسائل را تحمل کرد۔ و ترتیبِ کتاب و سنت واجماع و قیاس آورد و سد مداخل تحریف نمود۔ چنانکہ علمائے صحابہ ہمہ گواہی دادند کہ وے اعلم زمان خود است۔ دیگر جہاد کفار و فاروق تحمل عبائے جہاد بوجہے نمود کہ خواب تر ازاں صورت نگرید قال الیافعی فی السنتہ الرابعة فتحت دمشق الخ

ودر روضۃ الاحباب مذکور است کہ درزمان خلافت دے ہزار وسی وشش شہر باتوابع ولواحق آں فتح شدو چہار ہزار مسجد ساختہ گشت۔ وچار کینسہ خراب گردید ویک ہزار ونہ صد منبر بنا کردند اھ بالتقاط۔

یوں ہی تفسیر عزیزی وغیرہ تصانیف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں ایسے بہت استناد ملیں گے۔ اس کا گناہی کیا تھا۔ مجھے تو جہاں یہ نص قاہر و باہر سنانا ہے کہ حدیث مذکورہ فاروقی بابی انت واُمی یا رسول اللہ کا ایک پارہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی شفا شریف میں یونہی بلا سند ذکر فرمایا۔ اس پر امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے مناہل الصفا[1] تخریج احادیث الشفاء پھر ان کے حوالہ سے علامہ خفاجی نے نسیم میں ارشاد کیا:

لم اجده فی شیء من کتب الاثرلکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخله ذکراه فی ضمن حدیث وکفی بذلك	میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی' مگر صاحب اقتباس الانوار' اور ابن الحاج نے مدخل میں ایک حدیث طویل میں اسے ذکر کیا۔ ایسی حدیث کو اتنی ہی

[1] احادیث الفصل السابع من الباب الاوّل ۱۲ منہ سلمہ ربہ

سند المثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام ۔ سند بہت ہے کہ وہ کچھ احکام سے تو متعلق نہیں۔

فقیر بعون ربّ قدیر جلّ وعلا تنزل پر تنزل کر کے روشن سے روشن تر کلام کرے۔ مگر منکرین حضرات کی آنکھیں خدا ہی کھولے۔

افادۂ بست وہشتم اقول

اچھا سب جانے دیجیے اپنی خاطر پورا تنزل لیجیے بالفرض حدیث موضوع وباطل ہی ہو تاہم موضوعیت حدیث عدم حدیث ہے۔ نہ حدیث عدم۔ اس کا اصل صرف اتنا ہوگا کہ اس بارہ میں کچھ وارد نہ ہوا نہ یہ کہ انکار ومنع وارد ہوا۔ اب اصل فعل کو دیکھا جائے گا۔ اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں، ممنوع ہوگا، ورنہ اباحت اصلیہ پر رہے گا اور یہ نیت حسن وحسن ومستحسن ہوجائے گا۔ کما ھو شان المباحات جمیعًا کما نص علیہ[1] فی الاشبا وردّ المحتار وانموذج العلوم وغیر ھا من معتمدات الاسفار۔ حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا۔ موضوع خود باطل ومہمل اور بے اثر ہے یا نہی وممانعت کا پروانہ۔ لا جرم علامہ سیدی احمد طحطاوی مصری حاشیۂ درمختار میں زیر قول رملی واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال فرماتے ہیں: ای حیث کان مخالفالقو اعدالشریعة واما اذا کان داخلافی اصل عامر فلا مانع منہ لجعلہ حدیثا بل لدخولہ تحت الاصل العام ۔یعنی جس فعل کے بارے میں حدیث موضوع وارد ہوا سے کرنا اسی حالت میں ممنوع ہے کہ خود وہ فعل قواعد شرع کے خلاف ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ کسی اصل کلی کے نیچے داخل ہے تو اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے ممانعت نہیں ہوسکتی نہ اس لیے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لیے کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے۔

---

[1] قال فی الاشباہ من القاعدة الاولی امام المباحات فانھا تختلف صفتھا باعتبار مما قصدت لا جلہ الخ وعنھا نقل فی اوائل نکاح ردالمحتار وفیہ ایضًا من کتاب الاضحیة مسئلہ العقیقہ لنا وان قلنا انھا لکن بقصد الشکر تصیر قربة فان النیة تصیر العادات عبادات والمباحات طاعات اھ وکلام الانموذج مر فی الافادة الحادیة العشرین ۱۲ منہ سلمہ ربہ

اقول:

فقد افا درحمه الله بتعليله ان المراد جواز العمل بما فی موضوع لا لکونه فی موضوع وسنلقی علیك تحقیق المقام بتوفیق الملك العلام فانتظر ۔ یہ تو صریح کلی تھی۔اب جزئیات پر نظر کیجیے تو وہ بھی باعلیٰ ندا شہادت جواز دے رہے ہیں جس نے کلمات علمائے کرام حشرنا اللہ تعالیٰ فی زمرتہم کی خدمت کی۔ وہ جانتا ہے کہ ورود موضوعات واباطیل ان کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا' بلکہ باوصف اظہار وضع وبطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے۔ یہاں بنظر اختصار چند امثلہ پر اقتصار۔

۱- امام سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں:

حديث ليس الخرقة الصوفية و كون الحسن البصری لبسها من على قال ابن دحيه و ابن اصلاح انه باطل و كذا قال شيخنا انه ليس فی شیء من طرقها يثبت ولم يرد فی خبر صحيح ولا حسن ولا ضعيف ان النبی صلى الله عليه وسلم البس الخرقة على الصورة المتعارفة بين الصوفية لا حد من اصحابه ولا مراحد امن اصحابه يقعل ذلك و كلما يروى صريحا فی ذلك فباطل ثم ان ائمة الحديث لم يثبتو اللحسن من على سماعا فضلا عن ان يلبسه الخرقة ولم يتفرد شيخنا بهذا بل سبقه اليه جماعة حتى من لبسها و البسها كالدمياطی والذهبی والهكاری وابی حيان والعلائی ومغطلائی و العراتی وابن الملقن ولا نباسی والبرهان الحلبی وابن ناصرالدين هذا مع الباسی اياها لجماعة من اعيان المتصوفة امتثالاً لا لزامهم لی بذلك حتى تجاة الكعبة المشرفة تبركا بذكر الصلحين وقتفاء لمن اثبة من

---

۲ فی مستحبات الوضوء ۱۲ منه سلمه ربه

الحفاظ متمدین اھ بتلخیص ۔

خرقہ پوشی صوفیہ کرام کی حدیث اور یہ کہ حضرت حسن بصری قدس سرہ السری نے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے خرقہ پہنا۔ امام ابن دحیہ وامام ابن الصلاح نے فرمایا باطل ہے۔ ایسا ہی ہمارے استاد امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت نہیں۔ نہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت معمولہ صوفیہ کرام پر کسی کو خرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع ہے۔ پھر ائمہ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت مولیٰ سے حدیث سننا بھی ثابت نہیں کرتے۔ خرقہ پہنانا تو بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے نہ فرمائی بلکہ ان سے پہلے ایک جماعت ائمہ محدثین ایسا ہی فرما چکی۔ یہاں تک کہ وہ اکابر جنہوں نے خود پہنا پہنایا جیسے ۱-امام ومیاطی ۲-امام ذہبی ۳-امام شیخ الاسلام ہکاری ۴-امام ابوحیان ۵-امام علاؤالدین علائی ۶-امام مغلطائی ۷-امام عراقی ۸-امام ابن الملقن ۹-امام انباسی ۱۰-امام برہان حلبی ۱۱-امام ابن ناصر الدین دمشقی یہ باآنکہ میں نے خود ایک جماعت عمدہ متصوفین کو خرقہ پہنایا کہ مشائخ کرام نے مجھ پر لازم فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ خاص کعبہ معظّمہ کے سامنے پہنایا ذکر اولیائے کرام سے برکت لینے اور حفاظ معتمدین کی پیروی کو جو اسے ثابت کر گئے (رحمتہ اللہ تعالیٰ اجمعین)

دیکھو یہ جماعت کثیرہ ائمہ دین وحملہ شرع متین باآنکہ احادیث خرقہ کو باطل محض جانتے' پھر بھی خرقہ پہنتے پہناتے اور اسے باعث برکات مانتے۔

تنبیہ

یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے اور وہ اس میں معذور' مگر حق اثبات سماع ہے۔ محققین نے اسے بسند صحیح ثابت کیا۔ امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے خاص اس

باب میں رسالہ اتحاف الفرقہ بوصل الخرقہ تالیف فرمایا۔ اس میں فرماتے ہیں:

اثبۃ جماعۃ وھو الراجح عندی لوجوہ وقد رجحہ ایضا الحافظ ضیاء الدین المقدسی فی المختارۃ وتبعہ الحافظ ابن حجر فی اطراف المختارہ ۔

حضرت حسن کا حضرت مولیٰ سے سماع ایک جماعت محدثین نے ثابت فرمایا اور یہی متعدد دلیلوں سے میرے نزدیک راجح ہے اسی کو حافظ ضیاء الدین مقدسی نے صحیح مختارہ میں ترجیح دی اور امام الشان حافظ ابن حجر عسقلانی نے اطراف مختارہ میں ان کی تبعیت کی۔

پھر دلائل ترجیح لکھ کر فرماتے ہیں امام ابن حجر نے فرمایا مسند ابی یعلیٰ میں ایک حدیث ہے: حدثنا جویریۃ بن اشرش قال اخبرنا ابن ابی الصہباء الباھلی قال سمعت الحسن یقول سمعت علیا یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل امتی مثل المطر الحدیث ۔

ہمارے شیخ المشائخ محمد بن حسن بن صیرفی نے فرمایا۔ یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن کو مولیٰ علی سے سماع حاصل ہے۔ اس کے ثقات ہیں۔ جویریہ کو ابن حبان اور عقبہ کو امام احمد و یحییٰ معین نے ثقہ کہا۔ انتہیٰ۔

اقول:

یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح وصحیح ہے اور حضرات صوفیہ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی ویقینی ہے جس کے بعد حصول سماع ولبس خرقہ میں اصلاً محل سخن نہیں۔ وللہ الحمد۔

۲- علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

من شم الورد و لم یصل علی فقد جفانی ھو باطل و کذب و کذا من ثم الورد الاحمر الخ ز[۱] قد کتبت

یہ حدیث کہ جس نے پھول سونگھا اور مجھ پر درود نہ بھیجا، اس نے مجھ پر ظلم کیا، باطل و کذب ہے ایسی ہی وہ حدیث جو

---

[۱] الفتنی یکتب رمز علی ما یزید من عند نفسہ فلعلھار مز للزیادۃ ۱۲ منہ

فی شان الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند شم الطیب لشیخنا الشیخ علی المتقی قدس سرہ ھل لہ اصل فکتب الجواب عن شیخنا الشیخ ابن حجر قدس سرہ او غیرہ بما نصہ اما الصلوٰۃ علی النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم عند ذٰلک ونحوہ فلا اصل لھا ومع ذٰلک فلا کراھۃ عندنا اھ ملخصا۔

گلاب کا پھول سونگھنے میں آئی۔ میں نے اس باب میں اپنے شیخ علی متقی مکی قدس سرہ الملکی کو لکھا کہ خوشبو سونگھتے وقت درود پڑھنے کی کچھ اصل ہے؟ انہوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمتہ اللہ تعالٰی کے یا کسی اور عالم کے حوالے سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت بھی نہیں۔

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اس وقت غافلانہ بے نیت ثواب درود نہ پڑھنا چاہیے۔

ارشاد فرماتے ہیں: اما من استیقظ عند اخذ الطیب او شمہ الی ماکان علیہ صلی اللہ علیہ وسلم من محبۃ للطیب واکثارہ منہ فتذکر ذٰلک الخلق العظیم فصلی علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حینئذ لما وقر فی قلبہ من قلبہ من جلالۃ واستحقاقہ علی کل امۃ ان یلحظوہ بعین نھایۃ الاجلال عند رویۃ شیء من اثارہ او ما یدل علیھا فھذا الا کراھۃ فی

ہاں خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت متنبہ ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور بکثرت استعمال فرماتے تھے۔ اس خلق عظیم کو یاد کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور تمام امت پر حضور کا یہ حق ہونا اس کے دل میں جما کہ جب حضور کے آثار شریفہ یا ان پر دلالت کرنے والی کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کریں تو ایسے کے حق

حقه فضلا عن الحرمة بل هواٰت بما فيه اكمل الثواب الجزيل والفضل الجميل وقد استحبه العلماء لمن راٰی شیئا من اثاره صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولا شك ان من استحضر ماذكرته عند شمه الطیب یكون كالرأی لشیء من اثاره الشریفه فی المعنی فلیس له الاكثار من الصلوة والسلام علیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم ح اھ مختصرا۔

میں حرمت چھوڑ کراہت کیسی۔ اس نے تو وہ کام کیا جس پر ثواب کثیر وفضل جمیل پائے گا کہ زیارت آثار شریفہ کے وقت درود پڑھنا علماء نے مستحب روا رکھا ہے اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگھتے وقت یہ تصور کیا وہ گویا آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے اسے تو اس وقت حضور پرنور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کی کثرت سنت ہے۔

دیکھو باآنکہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصلاً سند نہیں۔ پھر بھی علماء نے جائز رکھا اور بہ نیت نیک باعث اجر عظیم وفضل کریم قرار دیا۔

۳- فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادعیہ واذکار صبح وشام ہے:

ویشبها ما یتداوله السادة الصوفیة من قول لا اله الا الله سبعین الفامرة یذكرون ان الله یعتق بها رقبة من قالها واشتری بها نفسه من النار یحافظون علیها لا نفسهم ولمن مات من اهالیهم واخوانهم وقد ذكرها الامام الیافعی والعارف الكبیر

انہیں دعاؤں کا مشابہ ہے وہ جو سادات صوفیائے کرام میں ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کا رواج ہے اور بیان کرتے ہیں کہ جو ایسا کہے گا۔ اللہ عزوجل آزاد فرمائے گا۔ اس نے اپنی جان دوزخ سے بچا لی اور اس پر اپنی اور اپنے اموات اقارب واحباب کے لیے محافظت فرماتے ہیں۔ اسے امام یافعی اور عارف کبیر سیدی محی الدین ابن عربی

المحی الدین ابن العربی واوصی بالمحافظة علیها وذکروا انه قدرو دفیها خبر نبوی لکن قال بعض المشائخ لم ترد به السنة فیما اعلم وقد وقفت علی صورة سوال للحافظ ابن حجر رضی الله تعالٰی عنه عن هذا الحدیث وهو من قال لا اله الا الله سبعین الفاً فقد اشتری نفسه من الله وصورة جوابه الحدیث المذکور لیس بصحیح ولا حسن ولا ضعیف بل هو باطل موضوع اھ هکذا قال النجم الغیطی وعقبه بقوله لکن ینبغی للشخص ان یفعل ذلك اقتداء بالسادة وامتثالاً لقول من اوصی بها وتبرکاً بافعالهم اھ مخلصاً ۔

قدس سرہما نے ذکر کیا اور شیخ اکبر نے اس پر محافظت کی تاکید فرمائی صوفیائے کرام اس باب میں حدیث نبوی کا آنا بیان فرماتے ہیں۔ لیکن بعض مشائخ نے کہا میری دانست میں کوئی حدیث اس میں وارد نہ ہوئی اور میں نے ایک فتوی دیکھا کہ امام ابن حجر سے اس حدیث کی نسبت سوال ہوا کہ جو کوئی ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے اس نے اپنی جان اللہ عزوجل سے خرید لی۔ امام نے جواب لکھا کہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن نہ ضعیف' بلکہ باطل وموضوع ہے علامہ نجم الدین غیطی نے اس فتوے کا ذکر کر کے فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ اس عمل کو بجالائے کہ اولیائے کرام کی پیروی اور اس کے وصیت فرمانے والوں کا حکم ماننا اور ان کے افعال سے برکت لینا حاصل ہو۔

یہ علامہ نجم الدین محمد بن محمد غیطی' امام شیخ الاسلام فقیہ محدث عارف باللہ سیدی زکریا انصاری قدس سرہ الشریف کے تلمیذ اور امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز صاحب کے استاذ سلسلۂ حدیث ہیں۔ دیکھو انہوں نے امام ابن حجر کا وہ فتوی نقل کر کے حدیث کے باطل اور موضوع ہونے کو برقرار رکھا۔ پھر بھی فعل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور ان کے حکم کا امتثال اور ان کے افعال سے تبرک نصیب ہو۔ وباللہ التوفیق۔

اسی طرح جناب شیخ مجدد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی۔ جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں: بیاران و دوستاں فرمائند کہ ہفتاد ہزار بار کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و بروحانیت مرحومہ ہمشیرۂ اوام کلثوم بخوانند وثواب ہفتاد ہزار بار رابروحانیت یکے بخشند و ہفتاد ہزار بار دیگر رابروحانیت دیگر از دوستاں دعا و فاتحہ مسئول است۔

باقی اس باب میں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریمہ حضرات اولیائے کرام کی تحقیق افادہ ۱۹ میں دیکھیے۔

۴- مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے موضوعات کبیر میں نقل فرمایا: احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلها باطلته۔ جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں فلاں فلاں عضو دھوتے وقت یہ دعا پڑھے، سب موضوع ہے۔

بایں ہمہ فرمایا:

ثم اعلم انه لا یلزم من کون اذکار الوضوء غیر ثابتة عنه صلی الله علیه وسلم ان تکون مکروهة اوبدعة مذمومة بل انها مستحبه استحبها العلماء الاعلام والمشائخ الکرام لمناسبة کل

پھر یہ جان رکھ کر ادعیہ وضو کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونا کچھ اسے مستلزم نہیں کہ وہ مکروہ یا بدعت شنیعہ ہوں، بلکہ وہ مستحب ہیں۔ علماء عظام و اولیائے کرام نے ہر ہر عضو کے لائق دعا اس کی مناسبت سے مستحب مانی ہے۔

۱؎ شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی روایت کہ مرقاۃ سے گزری فتح الملک المجید میں بھی نقل کی طرفہ یہ کہ وہابیہ نانوتہ دیوبند کے امام مولوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا اور حضرت شیخ کی جگہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار کا لاکھ یا پچھتر ہزار بنایا۔ شاید یہ دھوکا انہیں سوم کی چنون سے لگا ہو۔ تحذیر الناس میں لکھتے ہیں حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ کہا اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید نے لاکھ یا پچھتر ہزار بار کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے جی ہی جی میں اس کو بخش دیا بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان خوش ہے کہ اب میں والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اسکے مکاشفہ سے ہو گئی۔ ۱۲ منہ

عضو بدعأيليق فی المقام .

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت موضوعیت حدیث استحباب فعل کی بھی منافی نہیں اور واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت عدم حدیث ہے اور درود حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں کہ اس کے ارتفاع سے اس کا انتفاء لازم آئے۔ کما لا یخفی .

تنبیہ

اس بارہ میں سب احادیث کا موضوع ہونا ابن القیم کا خیال ہے اسی سے مولانا علی قاری نے نقل فرمایا اور ایسا ہی ذہبی نے ترجمہ عباد بن صہیب میں حسب عادت حکم کیا۔ مگر عندالتحقیق اس میں کلام ہے۔ اسباب میں ایک مفصل حدیث ابوحاتم اور ابن حبان نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ انصافاً غائت اس کی ضعیف ہے اور مقام مقام فضائل راجع الحلیۃ شرح المنیۃ للامام ابن امیر الحاج تجدما یرشدك الی الحق یسراج وھاج فی لیل داج .

۵- سب سے طرفہ تر یہ کہ حدیث مسلسل بالا ضافتہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی اجازت مع ضیافت آب وخرما اپنے شیخ علامہ ابوطاہر مدنی سے لی اور اسی طرح مع ضیافت اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور انہوں نے اپنے نواسے میاں اسحٰق صاحب کو دی۔ اس کا مدار عبداللہ بن میمون قداح متروک پر ہونے کے علاوہ خود الفاظ متن ہی سخت منکر واقع ہوئے ہیں۔ بایں ہمہ اکابر محدثین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چاہا کیے ہیں۔ جن کے اسمائے کرام سلسلہ سند سے ظاہر شیخ شیخنا فی الحدیث مولانا عابد سندی مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ثبت حصر الشارد میں اسے ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ھذا مما تفرد بہ عبداللہ بن میمون القداح وصرح غیر واحد بانہ متھم بالکذب	یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی اور متعدد ائمہ نے اس کے متہم بالکذب ووضع ہونے کی تصریح فرمائی۔ امام سخاوی فرماتے

والواضع قال السخاوی لایباح ذکرۃ الامع ذکر وضعہ لکن المحدثین مع کثرۃ کلامھم فیہ ومبالغتھم فیہ درسیہ بالوضع لایزالون یذکرونہ یتبرکون بالتسلسل اھ۔

نہیں اس کا ذکر بے بیان موضوعیت روانہیں، مگر محدثین باآنکہ بہ نہایت شدت قداح میں قدح کرتے اور اس پر وضع حدیث کا طعن فرماتے ہیں ہمیشہ اس حدیث کو ذکر کرتے اور تسلسل کی برکت چاہتے رہتے ہیں۔

اقول:

یہ حدیث ہمیں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دو طریق سے پہنچی۔ اول بطریق شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی بسندہ الی الامام ابی الخیر شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری بسندہ الی ابی الحسن الصقلی بطریقہ الی القداح عن الامام جعفر الصادق عن ابائہ الکرام عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجوھھم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسری بطریق شاہ ولی اللہ دھلوی بسندہ الی ابی الحسن الی القداح الی امیر المؤمنین عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ قداح رجال جامع ترمذی سے ہے۔ متروک سہی حدوضوع تک منتہی نہیں۔ متن طریق دوم میں مبالغات عظیمہ ہیں۔ اس پر حکم بطلان بعید نہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی ہے اور اسی میں ہمارا کلام مگر طریق اوّل میں صرف اتنا ہے کہ من اضاف مؤمنا فکانما اضاف اٰدم ومن اضاف اثنین فکانما اضاف ادم و حوّا ومن اضاف ثلثۃ فکانما اضاف جبرئیل و میکائیل و اسرافیل۔ ان میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی نخواہی وضع پر شہادت دے۔ ولہٰذا ابن الجزری نے اسی قدر فرمایا: حدیث غریب لم یقع لنا بھٰذا الوجہ الابھٰذا الاسناد ظاہر ہے کہ تفرد متروک مستلزم وضع نہیں۔ کما بیّناہ فی الافادۃ التّاسعۃ اماما اعلہ الشیخ ابو محمد محمدبن محمد الامیر المالکی المصری المدرس بالجامع الازھر بعد ایرادہ فی ثبتہ

بالمتن الثانی المذکور فیه الاضافة الی تمام العشرة بذکر الملائکة فی الضیافة وھم لا یاکلون ولا یشربون قال فان صح فھو خارج مخرج الفرض والتقدیر ۱ھ کما انباھا به فی الجملة مرویاته شیخنا العلامة زین الحرم السیّد احمد بن زین دحلان المکی عن الشیخ عثمان بن حسن الدمیاطی عن مؤلفة الشیخ الامیر المالکی فاقول لیس باعجم مما انبانا السیّد حسین بن صالح جمل اللیل المکی عن الشیخ محمد عابدی السندی المدنی بسنده المشھور الی صحیح مسلم بسنده المعلوم الی ابی ھریرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم ان اللّٰہ عزوجل یقول یوم القیامة یا ابن اٰدم مرضت فلم تعدنی الحدیث وفیه یا ابن اٰدم استطعمتك فلم تطعمنی۔ قال یا رب کیف اطعمك وانت ربّ العالمین قال اما علمت انه استطعمك عبدی فلان فلم تطعمه اَما اعلمت انك لواطعمته لوجدت ذٰلك عندی۔ یا ابن اٰدم ! استستیقتك فلم تسقنی الحدیث المعروف۔

ثم اقول: تحقیق مقام یہ ہے کہ عمل بموضوع وعمل بمافی موضوع میں زمین وآسمان کا فرق ہے **کما یظھر مما قدمناہ فی الافادة الحادیة والعشرین** ثانی مطلقاً ممنوع نہیں، ورنہ ایجاب وتحریم کی باگ مفتریانِ بیباک کے ہاتھ ہو جائے۔ لاکھوں افعالِ مباحہ جن کے خصوص میں نصوص نہیں۔ وضاعین ان میں سے جس کی ترغیب میں حدیث وضع کردیں، حرام ہو جائے جس سے ترہیب میں گھڑ لیں، وہ واجب ہو جائے کہ تقدیرِ اوّل پر فعل ثانی پر ترک مستلزم موافقت موضوع ہوگا اور وہ ممنوع۔ لطف یہ کہ اگر ترغیب وترہیب دونوں میں بنا دیں تو فعل ترک دونوں کی جان پر بنا دیں نہ کرتے بن پڑے نہ چھوڑتے **فاعلم وافھم ان کنت تفھم** اور اوّل میں بھی حقیقۃ محذور نفس فعل میں نہیں، بلکہ نظرِ امتثال واعتقاد ثبوت میں تو فرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصلِ فعل سے۔ سفہائے وہابیہ ہمیشہ ذات وعارض میں فرق نہیں کرتے۔

ما علی مثلھم یعد الخطاء

افادۂ بست ونہم

بالفرض کچھ نہ سہی۔ تو اقل درجہ اس فعل کو اعمالِ مشائخ سے ایک عمل جھیے کہ بفرضِ روشنائی بصر معمول ایسی جگہ ثبوتِ حدیث کی کیا ضرورت۔ صیغۂ اعمال میں تصرف و استخراجِ مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔ ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعثِ نفع بندگانِ خدا ہوتے ہیں۔ کوئی ذی عقل حدیث سے اس کی سند خاص نہیں مانگتا۔ کتبِ ائمہ سلف و علماء و مشائخ و اساتذہ شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا باتوں سے مالا مال ہیں، انہیں کیوں نہیں بدعت ممنوع کہتے ہیں۔ خود شاہ ولی اللہ ہوامع[1] میں لکھتے ہیں:

اجتہاد اور اختراع اعمال تصریفہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہ ہائے قرابادین را ایں فقیر را معلوم شدہ است کہ دروقت اول طلوع صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن وچشم را باں نور دوختن یا نور رامکرر گفتن تاہزار بار کیفیت ملکیہ راقوت میدہد واحادیث نفس رامی نشاند آہ ملخصاً۔

اوسی[1] میں ہے: چندنوع کرامت از ہیچ ولی الا ماشاء اللہ منفک نمے شود۔ ازا نجملہ فراست صادقہ وکشف واشراف برخواطر وازاں جملہ ظہور تاثیر درد عاورقے واعمال تصریفیہ او تاعالم یفیض نفس او منتفع شود آہ ملتقطاً۔

عزیزو! خدارا انصاف، ذرا شاہ ولی اللہ کے قول الجمیل دیکھو اور ان کے والد و مشائخ وغیرہم کے اختراعی اعمال کا تماشا کرو۔ دردسر کے لیے تختہ پر ریتا بچھانا کیل سے ابجد ہوز لکھنا، چیچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا، پھونک کر گرہیں لگانا، اسمائے اصحاب کہف سے استعانت کرنا، انہیں آگ، لوٹ، چوری سے امان سمجھنا، دیواروں پر ان کے لکھنے کو آمد جن کی بندش جاننا، دفع جن کو چار کیلیں گوشہائے مکان میں گاڑنا، عقیمہ کے لیے گلاب وزعفران سے ہرن کی کھال پر لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا ہار کرنا،

---

[1] ہامعہ عاشرہ از ہوامع مقدمہ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

اسقاط حمل کو کم. کارنگا گنڈا نکالنا' عورت کے قد سے ناپنا' گن کر نو گرہیں لگانا۔ دروازہ کو آیاتِ قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا۔ فرزند نرینہ کے لیے ہرن کی کھال اور وہی گلاب وزعفران کا خیال بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچ لینا' ان پر ٹھیک دوپہر کو قرآن کریم پڑھنا' لڑکا نہ ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا' ستر سے کم شمار نہ ہونا' دفع نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا' کنڈل کے اندر چھری رکھنا' عاین وساحر کا نام لے کر پکارنا' ناپ کر تین گز ڈورا لینا' اس پر شہت بہت کیا کیا الفاظ غیر معلوم المعنی پڑھنا' قنطاع النجا خدا جانے کون ہے؟ اسے ندا کرنا' چور کی پہچان کا عمل نکالنا' یٰسین پڑھ کر لوٹا گھمانا' بخار کو عیسیٰ وموسیٰ ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسمیں دینا' مصروع کو تانبے کی تختی دو پر اسم کھدوانا' پھر تعیین یہ کہ دن بھی خاص اتوار کا ہو اس کی بھی پہلی ساعت میں کار ہو۔ اس کے سوا صدہا باتیں ان میں کونسی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے بتایئے قرون ثلاثہ میں کب تھیں اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں۔ شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد وفرزند ارجمند واساتذہ ومشائخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے۔ یہ سب سند حلال ونفائس اعمال مگر ازان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا' آنکھوں سے لگانا' اس سے روشنی بصر کی امید رکھنا' اکابر سلف سے ماثور' علماء وصلحاء کا دستور' کتب فقہ میں مسطور' یہ معاذ اللہ! حرام ووبال وموجب ضلال' تو کیا بات۔ یہاں نام پاک حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم درمیان ہے' لہٰذا وہ دلوں کی دبی آگ کو بحیلہ بدعت شعلہ فشاں ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

یہ سب درکنار' شاہ صاحب اور ان کے اسلاف واخلاف' یہاں تک کہ میاں اسماعیل دہلوی تک نے امر عظیم دین تقرب رب العالمین' یعنی راہ سلوک میں صدہا نئی باتیں نکالیں۔ طرح طرح کے ایجاد واختراع کی طرحیں ڈالیں اور آپ ہی صاف صاف

۱؎ ھامعہ خامسہ تحت قول شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذھب لنا من لدنک ریحا طیبۃ الخ ۱۲ منہ

تصریحیں کیں کہ ان کا پتہ سلف صالحین میں نہیں، خاص ایجاد بندہ ہیں۔ مگر نیک وخوب وخوش آئندہ ہیں۔ محدثات کو ذریعۂ وصول الی اللہ جانا، باعث ثواب وتقرب ربّ الارباب مانا۔ اس پر حضرات کو نہ کل بدعة ضلالة کا کلیہ یاد آتا ہے نہ من احدث فی امر نا مالیس منہ یہاں فھو رد کا قلعت پاتا ہے، مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری ع۔

من کنم آنچہ من خواستم، تو مکن آنچہ خواستی

ان امور کی قدرے تفصیل اور ان صاحبوں کی تصریحات جلیل فقیر کے رسالہ انھار الانوار من ۱۳۰۵ ایم صلوة الاسرار میں مذکور اور عدم ورود کو ورود عدم جاننے کا قلع کافی وقمع وانی کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد وکتاب لاجواب اذاقة الأثام لمانعی عمل المولد والقیام۔

وغیرہما تصنیفات شریفہ وتالیفات منیفہ اعلیٰ حضرت تاج المحققین الکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیة السلف المصلحین حجة الخلف المقلحین سیدی ووالدی ومولائی مقصدی حضرت مولانا ملوی محمد نقی علی خان صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واجزل قربہ منہ اور بقدر حاجت باجمال ووجازت رسالہ اقامة القیامة علی طاعن القیام لنبی تھامہ وغیرہا رسائل ومسائل فقیر میں مسطور والحمد للہ العزیز الغفور والصلاة والسلام علی منیر النور وعلی اٰلہ وصحبہ الی یوم النشور اٰمین۔

افادۂ سیم اقول

ہمیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز واستحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہٖ عزوجل باحسن وجوہ نقش مراد کرسی نشین اور عرش تحقیق مستقر ومکین ھوا وللہ الحمد علی ما اولی من نعم لا تحصیٰ مگر حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبرلیں۔ ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا، مستحب کیسا؟ خاص سنت سنیہ بلند وبالا ہے اور اس کا منکر سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا رد کرنے والا بات بظاہر بہت چونکنے کی ہے کہ کہاں وہابی

کہاں یہ انکی مذہب بھر کی خرابی مگر نہ جانا کہ توہب واضطراب وتقلب وانقلاب دونوں ایک پستان سے دوھ پیتے ہیں۔ رفاقت دائم کا عہد کیے ہیں ؎

گر براند نرود ور برود باز آید
ناگزیر است تناقض سخن نجدی را

طائفہ جدید کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب براہین قاطعہ **ما امر اللہ بہ ان یوصل** میں مسئلہ قبول ضعاف **فیما دون الاحکام** کے اگرچہ بکمال سلیم القلبی وبصیر العینی وعجیب وغریب معنے تراشے کہ جدت کی لہریں حدث کے تماشے ایک ایک ادا پر ہزار ہزار مکابرے۔ اپنی جانیں واریں عقل وہوش چشم وگوش اپنے عدم ملکہ کو صدقے اتاریں۔ خادمان شریعت چاکرانِ ملت **مالم تسمعوا انتم ولا اباؤکم** پکاریں۔ حضرت کی تمام سعی باطل تطویل الاطائل کا یہ حاصل بے حاصل کہ ارشادات علماء[1] کی یہ مراد کہ صرف وہ حدیث ضعیف قابل قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور اگرچہ خاص اس عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو جیسے روزہ ماہ رجب وغیرہ۔ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نکلے۔ جب کوئی خاص ثواب وفضیلت مذکور نہ ہو مقبول نہیں کہ یہ تو حدیث عمل کی ہوئی نہ فضائل عمل کی۔ پھر بشرط مذکور حدیث اگرچہ مقبول ہوگی، مگر وہ عمل باوصف قبول حدیث وتسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا۔ جب تک حدیث حسن لغیرہ نہ ہوجائے۔ حدیث ضعیف سے ثبوت استحباب محض اختراع وخلاف اجماع ہے۔ علماء نے جتنے اعمال کو بہ نظر ورود احادیث مستحب مانا۔ ان سب میں حدیث حسن لغیرہ ہوگئی ہے۔ دلیل یہ کہ احادیث ادعیہ وضو کو علامہ طحطاوی نے کہہ دیا کہ

---

[1] اقوال قبول ضعیف کہا سب کا یہی مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے بھلا لیلۃ الجمعہ شب برأت عیدین کے صدقہ میں کونسی فضیلت وثواب عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو روایات میں کوئی ثواب مذکور نہیں۔ فقط روح کا آنا اور حسرت ناک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے یہ فضائل اعمال کس طرح ہوئے ہاں اعلام ان کے آنے کا ہے یہ باب علم کا ہے نہ فضائل عمل کا کیونکہ ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور اگر کوئی بپاس خاطر موافق عمل تسلیم بھی کرلے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل ہاں حدیث صوم واجب و صلوٰۃ الاوابین میں فضل عمل ہے آہ ملتقطا ۱۲ منہ

حسن لغیرہ ہیں۔ بس معلوم ہوگیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں۔ آخر دیگ میں ایک ہی چاول دیکھتے ہیں۔ یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال متعلقہ بجوارح میں آئیں اور جو کچھ متعلق ؎ بجوارح نہیں۔ وہ اگرچہ سیرہوں۔ خواہ مواعظ' خواہ معجزات' خواہ فضائل صحابہ واہل بیت وسائر رجال جن میں قبول ضعاف کے علماء کے برابر تصریحیں فرماتے آئے ہیں۔ خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان جس میں کسی طرح کا اعلام واخبار ہو۔ اگرچہ وہ نفیا واثباتا عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو، یہ سب کا سب باب عقائد سے ہے۔ جس میں ضعاف درکنار بخاری ومسلم کی صحیح حدیثیں بھی مردود ہیں۔ جب تک متواتر وقطعی الدلالۃ نہ ہوں۔ مثلاً یہ حدیث کہ روحیں شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی ہیں اور صدقات چاہتی ہیں۔ باب عقائد سے ہے اور بنظر طلب اگر صدقہ ہو تو باب عمل سے کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ تو مذکور نہ ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ جو متعلق بجوارح نہیں۔ اس میں صحاح احاد بھی بے اعتبار اور متعلق بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار ہاں ثواب بھی مذکور ہو' تو ضعاف مقبول اور یہی مراد علماء مگر مستحب نہ ٹھہرائے گا جب تک حسن لغیرہ نہ ہو۔ شروع صفحہ ۸۱ سے وسط صفحہ ۸۹ تک ان محدث نے یہی قاعدہ حادثہ احداث کیا ہے۔ ان خرافات بے سروپا کے ابطال میں کیا وقت ضائع کیجیے جس نے افاداتِ سابقہ

؎۱ انوار ساطعہ میں تھا فقہا اس عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہو مستحسن لکھتے ہیں چنانکہ صلوٰۃ الاوابین گردان کا مسح رجب کا روزہ اس پر کہا یہ سرتا پا غلط ہے کسی نے نہ کہا محض ایجاد ناصواب ہے مستحب کا ثبوت صحیح یا حسن سے ہونا ہے ضعاف کہ ان ابواب میں تعدد طرق سے حسن بغیرہ ہو گئے قال الدر المختار رواہ ابن حبان وغیرہ من طرق فی رد المختار فارتقی الی الحسن ط اقوال لکن هذا اذا کان ضعفه بسو ضبط ادارسال او تدلیس او جهالة حال امالو لفسق او کذب فلا انتهٰی پس جس قدر نظار مؤلف نے لکھے اور جس قدر کتب فقہ میں ہیں سب حسن لغیرہ سے ثابت ہوئے ہیں۔ ۱۲ ملخصا ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔

؎۲ شب جمعہ وغیرہ ارواح کے آنے اور صدقہ چاہنے کی احادیث کو کہاں روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہے یہ مسئلہ عقائد کا ہے۔ اس میں مشہور ومتواتر صحاح کی حاجت ہے یہ اعتقادیات میں داخل ہے کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کرے اور اعتقاد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا ۱۲ ھ بالالتقاط ۱۲ منہ

میں ہمارے کلمات رائقہ دیکھے وہ اس تارو پود عنکبوت کو بعونہٖ تعالیٰ نیم جنبش نظر میں تار تار کرسکتا ہے۔ معہٰذا ہم نے یہاں بھی تلخیص تقریر میں اس کے اجمالی ابطال کی طرف اشارے کیے اور مواقع مؤاخذات پر ہندسے لگا دیئے۔ خیر یہ تو ان کا نہیں ان کی سمجھ کا قصور ہے جب خدا فہم نہ دے بندہ مجبور ہے۔ مگر ہمیں یہاں یہ کہنا ہے کہ تقبیل ابہامین کی سنیت ثابت ہوگئی کہ اگر بنظر تعدد طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہیے فبہا ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے کہ متعلق بعمل جوارح بھی ہے اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور تو احادیث مفید استحباب نہ سہی جواز تو ضرور ثابت کریں گے۔ قبول ضعاف فی الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہوگا۔ اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد مانیے کہ جو حدیث جس باب میں مقبول لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے۔ خواہ اجماع علماء سے کہ ایسی جگہ حدیث معمول بہ خواہ قرآن عظیم وحدیث صحیح کیف وقد قیل وحدیث صحیح اتقہائے شبہات واحادیث مذکورۂ افادہ ۱۸ وغیرہا سے کہ قبول وعمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں خواہ قاعدہ مسلمہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ یعنی اخذ بالاحتیاط سے ہر طرح ایک دلیل شرعی اس پر قائم اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرع صراحۃً ودلالۃً کسی طرح دال ہو' اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اس کی جنس کا بھی کوئی فعل قرون ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنت ہے تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا۔ اس براہین کے صفحہ ۲۸ و ۲۹ پر ارشاد ہوتا ہے مؤلف اپنی خوبی فہم سے معنی قرون ثلاثہ میں نہ موجود ہونے کی یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر جزئی خاص نے ان قرون میں وجود خارجی نہ پایا۔ اگرچہ دلیل جواز کی موجود ہو تو وہ بدعت سیئہ ہے' مگر یہ بالکل غلط فاحش اور کور علمی اور کج فہمی ہے' بلکہ معنی یہ ہیں کہ جو شے بوجود شرعی قرون ثلاثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے۔ وجود شرعی اس کو کہتے ہیں کہ بدوں شارع کے بتانے کے معلوم نہ ہوسکے پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا۔ خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً ودلالۃً۔ جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہوگیا۔ وہ شے وجود شرعی میں آگئی۔ اگرچہ اس کی جنس بھی خارج

میں نہ آتی ہو۔ پس جس کا جواز کا حکم کلیتہً ہوگیا۔ وہ بجمیع جزئیات شرع میں موجود ہوگیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہوگیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہوگیا۔ پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو' خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا۔ وہ سب بدعت ضلالہ ہے۔ اس قاعدہ کو خوب سمجھ لینا ضروری ہے۔ مؤلف اور اس کے اشیاع نے اس کی ہوا بھی نہ سونگھی۔ اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہاندیدہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃً رکھتا ہوں کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاید ہدایت وہ الخ ملخصاً۔

اقول:

ماشاء اللہ کیا چمکتا جوہر کتاب میں رکھا ہے کہ آدمی وہابیت کے اپنے جوہر گر گئے نجدیت بیچاری کے دو رکن ہیں شرک وبدعت' رکن پسین پر قیامت گزر گئی۔ کبرائے طائفہ کی برسوں کی مالا جسے جپتے بیتی۔ جس کا لقب بحمداللہ آپ ہی کی زبان سے غلط وفاحش وکور علمی وکج فہمی کہ فلاں فعل صحابہ نے نہ کیا۔ تابعین نے نہ کیا۔ فلاں شخص بانی تھا۔ تم کیا صحابہ وتابعین سے بھی محبت وتعظیم میں زیادہ ہو کہ انہوں نے نہ کیا تم کرنے پر آمادہ۔ بہتر ہوتا' تو وہی کر گزرتے۔ فعل میں اتباع ہے' ترک میں کیوں نہیں کرتے؟ نیم شوخی میں ساری بکھر گئی۔ صحابہ وتابعین نے ہزار نہ کیا ہو۔ بلکہ اس جنس کا بھی کوئی کار نہ کیا ہو' کچھ ضرر نہیں۔ اشارۃً' دلالتہً۔ جزئیتہً کسی طرح ارشاد شارح سے جواز نکلے۔ پھر سنتے ماننے سے مضر نہیں ؎

طائفہ بھر کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں
للہ الحمد اسے ہیبت حق کہتے ہیں

طرفہ

یہ کہ اب قرون ثلاثہ کی وہ ہٹ نئی طائفہ کی پرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہے ہو' مہمل رہ گئی۔ لفظ کا سوار پکڑا کیجیے۔ معنی کی نیا اس پار بہہ گئی۔ جب ان میں وجود سے

سود نہ عدم سے زیان پھر ان کا قدم کیا درمیان' خود کہتے ہو کہ وجود خارجی درکار نہیں اور وجود شرعی بے ارشاد شارح محال تو کیا صحابہ تابعین پر کوئی نئی شریعت اترے گی کہ ان کے قرون میں وجود نو کا خیال ارشاد شارح سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں بوجود شرعی موجود اور جس کا منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم ومفقود۔ پھر قرن دون قرن سے کیا کام رہا۔ محض ارشاد اقدس میں کلام رہا۔ یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو' قواعد شرعیہ پر عرض کریں گے۔ اباحت سے وجوب یا ترک اولیٰ سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو' وہی فرض کریں گے۔ یہی خاص مذہب مہذب ارباب حق ہے۔ صاف نہ کہہ دو' شرم نباہنے کو اگلی رٹ کا ناحق سبق ہے۔ تم سمجھنا کہ اب تو کہنی تھی کہہ گئے۔ ہم جان لیں گے کہ تم جنم کے ایسے ہی تھے' چلو

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

طرفہ تر

یہ کہ جس کا جواز دلیل شرع میں موجود وہ سب سنت جس کا معدوم وہ سب بدعت وضلالت' اب تیسری شق کی کونسی صورت۔ تمام افعال انہیں دو حکموں میں محصور ہو گئے۔ خصوصاً اباحت واستحباب وکراہت تنزیہ[1] تین حکم شرع تو کافور ہو گئے۔ اساتذہ جہابذہ نے سوجھائی تو اچھی کہ دو نے الجھ گئے۔ سلجھائی اچھی۔ اسی ہستی پر یہ ناز وغرور کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دور۔ حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی سونگھیں۔ اہل حق کو معاف رکھیں۔ اچھی تعلیم بھلے تلامذہ زہے تلقین خہے اساتذہ

گر ہمیں مکتب وہمیں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

خیر یہ تو وہابیہ جدیدہ کا نامعتقد عقیدہ کہ تقبیل ابہامین سنت مجیدہ پرانوں کی سنیے۔ تو

---

[1] ظاہر ہے کہ ضلالت کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے۔ مکرہ تنزیہی ہر گز ضلالت نہیں۔ دلیل واضح یہ کہ ہر ضلالت میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لاباس بہ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

اور ہی ہوا کہ یہ فعل معاذ اللہ زنا و ربا وقذف محصنہ وقتل ناحق نفس مومنہ سب سے بدتر' بلکہ عیاذاً باللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں خلل انداز کہ آخر باجماع طائفہ بدعت حائفہ اور ''تقویۃ الایمان'' کا یہ عقیدۂ زائفہ شرک وبدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں کہ وہ ایمان میں خلل ڈالتے ہیں۔ اب خدا جانے انہوں نے سنت کو کفر سے ملایا یا انہوں نے قریب بہ کفر کو سنت بنایا۔ خیر طویلہ کے لتیاؤ میں ہمیں کیا مقال۔

کفی اللہ اھل الحق القتال والحمد اللہ المھیمن المتعال والصلوٰۃ والسلام علی ذی الافضال والہ وصحبہٖ خیر صحب واٰل اٰمین ۔

حکم اخیر وخلاصہ تحریر

بالجملہ حق اس میں اس قدر کہ فعل مذکورہ بحکم احادیث بہ تصریح کتب فقیہ مستحب ومندوب وامید گاہ فضل مطلوب وثواب مرغوب۔ جو کتب علماء وعمل قدما وترغیب وارد پر نظر رکھ کر اسے عمل میں لائے اس پر ہر گز کچھ مواخذہ نہیں' بلکہ ثواب مردی کی امید اور حسن ظن وصدق نیت باعث فضل جاوید اور جو اسے مکروہ وممنوع وبدعت بتائے۔ مبطل وخاطی۔

علمائے کرام مقتدایان عام جب کسی منکر کو دیکھیں' اس کے سامنے ہی ضرور کریں کہ مذہب کا رد اور اس کے دل پر غیظ اشد ہو۔ جس طرح ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو نہر افضل مگر معتزلی منکر[1] اس کے سامنے حوض سے بہتر۔ کما بینہ المولی المحقق فی فتح القدیر وغیر ھافی غیرہ[2] جب ترک افضل اس نیت سے افضل تو مستحب ومندوب تو آپ ہی افضل۔ والحمد اللہ ولی الانعام وافضل الصلوٰۃ واکمل

---

[1] یہ لفظ یہاں عجیب لطیف واقع ہوا کہ معتزلہ حوض سے وضو ناجائز بتاتے ہیں یہاں یہی مراد اور وہ اشقاء حوض کوثر کے بھی منکر ہیں۔ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[2] کالدر و حواشیہ و آخرین کلھم فی المیاہ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

السلام علی سیّدنا الختام قمر التمام و اله و صحب الغز الکرام ۔ امین ۔

خاتمہ ۔ فوائد منشورہ میں

ایھا المسلمون : اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بلاد نزدیک و دور سے بار بار آیا۔ ہر دفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر، کبھی کچھ مطول، کبھی دو ایک صفحہ، کبھی دو چار ہی سطر جواب لکھتا رہا۔ بار آخر قدرے زیادہ تفصیل کی کہ ایک جز تک پہنچ کر صورت رسالہ میں جلوہ گر ہوئی۔ سائل نے علماء اعلام بدایوں و بریلی ورامپور وقین عن الشور و بقین بالسرور سے مہریں کرائیں۔ تصدیقیں لکھائیں اصل رسالہ ''منبر العین'' اسی قدر تھا۔ اب کہ بفرمائش سیّد معظم مولانا مولوی غلام حسین صاحب جونا گڑھی نزیل ممبئی حفظہ اللہ عن شر کل بشرورئی واہتمام تمام مولانا المکرّم مولوی محمد عمر الدین صاحب ہزاروی جعلہ اللہ کما سمہ عمر الدین وعمر بہ عمران الدین المتین وعلو ہمت سیٹھ حاجی محمد بن حاجی محمد عبداللطیف لطف بھما المولٰی اللطیف ماہ مبارک اشرف وافضل شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہوا۔ سرکار مفیض سے مضامین کثیرہ کا القاء وافاضہ دل نواز ہوا اور ادھر کاپی کی تیاری ادھر تصنیف جاری۔ جو جز لکھا روانہ کیا یہاں تک کہ ایک جز کا رسالہ دس جز تک پہنچا۔ الحمد للہ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ۔ جس میں سے رسالہ عربیہ مدارج طبقات الحدیث جدا کرلیا۔ ادھر یہ تعجیل ادھر ورود فتاویٰ سے فرصت قلیل نظر ثانی کی بھی فرصت نہ ملی۔ بعض فوائد حاضرہ کی تجرید رہ گئی بعض نے نظریا خاطر میں وقعت غابر میں تجلی کی۔ ہنوز کہ سیارہ طبع بذریعہ حرکت بمعنی القطع مبدء کا تارک منتہی کا طالب ہے۔ نہ الحاق باقی۔ مواقع ماضیہ سے میسر نہ اس کا ترک ہی مناسب ہے اور ائمہ تصنیف کا داب شریف کہ آخر کتاب میں کچھ مسائل تازہ کچھ متعلق بابواب سابقہ تحریر اور انہیں مسائل شتیٰ یا مسائل منشورہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ لہٰذا اقتفاء ''ابہم یہ فوائد منشورہ بعونہ تعالیٰ سلک تحریر میں انتظام پاتے ہیں۔

فائدہ ۱: نفیسہ جلیلہ

فضیلت و افضیلت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ وہ اسی باب سے ہے جس میں

ضعاف بالاتفاق قابل قبول اور یہاں بالاجماع مردود نامقبول۔

اقول:

جس نے قبول ضعاف فی الفضائل کا منشاء کہ افادات سابقہ میں روشن بیانوں سے گزرا ذہن نشین کرلیا ہے' وہ اس فرق کو بنگاہ اولین سمجھ سکتا ہے۔ قبول ضعاف صرف محل نفع بےضرر میں ہے۔ جہاں ان کے ماننے سے کسی تحلیل یا تحریم یا اضاحت حق غیر غرض مخالفت شرع کا بوجہ من الوجوہ اندیشہ نہ ہو۔ فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں۔ جن بندگان خدا کا فضل تفصیلی خواہ صرف اجمالی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے۔ ان کی کوئی منقبت خاصہ جسے صحاح وثوابت سے معارضت نہ ہو۔ اگر حدیث ضعیف میں آئے۔ اس قبول تو آپ ہی ظاہر کہ اِن کا فضل تو خود صحاح سے ثابت یہ ضعیف اسے مانے ہی ہوئے۔ مسئلہ میں تو فائدہ زائدہ عطا کرے گی اور تنہا ضعیف ہی فضل میں آئے اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو' وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید نہ سہی۔ خلاف بھی تو نہیں۔ بخلاف افضلیت کہ اس کے معنی ایک کو دوسرے کے عنداللہ بہتر وافضل ماننا۔ یہ جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت ومحقق ہوجائے۔ ورنہ بے ثبوت حکم لگادینے میں متحمل کہ عنداللہ امر بالعکس ہوتو افضل کومفصول بنایا۔ یہ تصریح تنقص شان ہے اور وہ حرام تو مفسدہ تحلیل حرام وتضیع حق غیر دونوں درپیش کہ افضل کہنا حق اس کا تھا' دیا اس کو۔ یہ اس صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو۔ پھر وہاں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ جہاں عقائد حقہ میں ایک جانب کی تفصیل محقق ہواور اس کے خلاف احادیث سقام وضعاف سے استناد کیا جائے۔ جس طرح آج کل کے جہال حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تفصیل حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح مضادت شریعت ومعاندت سنت ہے۔ لہٰذا ائمہ دین نے تفضیلیہ کوروافض سے شمار کیا۔ کما بیناہ فی کتابنا المبارک۔

مطلع القمرین (۱۲۹۷ھ) فی ابانۃ سبقۃ العمرین

بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے۔ قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بفرض باطل صالح تاویل نہ ہو۔ واجب الرد کہ تفضیل شیخین متواتر واجماعی ہے کما اثبتنا علیہ عرش التحقیق فی کتابنا المذکور اور متواتر واجماع کے مقابل احاد ہرگز نہ سنے جائیں گے۔ لہٰذا امام علامہ احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث عرض علی عمر بن الخطاب وعلیہ قمیص یجرہ قالو افما اولت ذلك یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قال الدین فرماتے ہیں:

لئن سلمنا التلخیص بہ رای بالفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فھو معارض بالا حادیث الکثیرۃ درجۃ التواتر المعنوی الدالۃ علی افضلیۃ الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلا تعارضھا الاحادولئن سلمنا التساوی بین الدلیلین لکن اجماع اھل السنۃ والجماعۃ علیٰ افضلیۃ وھو قطعی فلا یعاوضہ ظنی۔ بالجملہ مسئلہ افضلیت ہرگز باب فضائل سے نہیں جس میں ضعاف سن سکیں۔ بلکہ مواقف وشرح مواقف میں تو تصریح کی کہ باب عقائد سے ہے اور اس میں احاد صحاح بھی نامسموع حیث قالا لیست ھٰذا المسألۃ متعلقہ بھا عمل فیکتفی فیھا بالظن الذی ھو کاف فی الاحکام العملیۃ بل ھی مسالۃ علمیۃ یطلب فیھا الیقین۔

فائدہ ۲: مہمہ عظیمہ

افادہ ۲۳ پر نظر تازہ کیجیے۔ وہاں واضح ہو چکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروحوں مطعونوں شدید الضعیفوں کی روایات بھری ہیں۔ وہیں کلبی رافضی متہم بالکذب کی نسبت سیرت العیون الاثر کا قول گزرا کہ اس کی غالب روایات سیر وتواریخ میں ہیں جنہیں علماء ایسوں سے روایت کرتے ہیں' وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد گزرا کہ

سیر موضوع کے سوا ہر قسم ضعیف وسقیم و بے سند حکایات کو جمع کرتی ہے۔ پھر انصافا یہ بھی انہوں نے سیر کا منصب بتایا جو اسے لائق ہے کہ موضعات تو اصلاً کسی کام کے نہیں۔ انہیں وہ بھی نہیں لے سکتے۔ ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب واباطیل بھرے ہیں۔ کمالا یخفی۔

بہر حال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنون نہیں تو بدمذہبی ہے۔ بدمذہبی نہیں تو جنون ہے۔ سیر جن بالائی باتوں کے لیے ہے۔ اس حد سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ اس کی روایات مذکورہ کسی حیض ونفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کے لائق نہیں نہ کہ معاذ اللہ! ان واہیات ومعضلات و بے سروپا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام پر طعن کرنا۔ اعتراض نکالنا' ان کی شان رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا۔ مگر گمراہ بددین مخالف ومضار حق مبین آج کل کے بدمذہب مریض القلب منافق شعار ان خرافات سیر وخراقات تواریخ وامثالہا سے حضرات عالیہ خلفائے راشدین وام المومنین وطلحہ وزبیر ومعاویہ وعمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ وغیرہم اہل بیت وصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موحش ومہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب واحض اور بہت الحاقات ملعونہ روافض چھانٹ لاتے اور ان سے قرآن عظیم وارشادات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم واجماع امت واساطین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں۔ بے علم لوگ انہیں سن کر پریشان ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں۔ ان کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنیٰ مسمان کو گنہگار ٹھہرانے کے لیے مسموع نہیں ہو سکتے نہ کہ ان محبوان خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمالی سے کلام اللہ وکلام رسول اللہ مالا مال ہیں۔ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

امام حجۃ الاسلام مرشد الانام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

لاتجوز مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال ان ابن	کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام ہے۔ ہاں یہ کہنا جائز ہے

ملجم قتل علیا فان ذلک مثبت متواترا۔ | کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی الآخرین نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا کہ یہ بتواتر ثابت ہے۔

حاش للہ! اگر مؤرخین وامثالہم کی ایسی حکایات ادنیٰ قابل التفات ہوں تو اہل بیت وصحابہ درکنار۔ خود حضرات عالیہ انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے کہ ان مہملات مخذولہ نے حضرات سعادا تنا وموالینا آدم صفی اللہ وداؤد خلیفۃ اللہ وسلیمان نبی اللہ ویوسف رسول اللہ سے سیّد المرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سب کے بارے میں وہ وہ ناپاک بے ہودہ حکایات موحشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ! اصل ایمان کو رو بیٹھنا ہے۔ ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل مع رد جلیل کتاب مستطاب شفا شریف قاضی عیاض اور اس کے شروح وغیرہا سے ظاہر لاجرم ائمہ ملت وناصحان امت نے تصریحیں فرمائیں کہ ان جہال وضلال کے مہملات اور سیر وتواریخ کی حکایات پر ہرگز کان نہ رکھا جائے۔ شفاء شرح شفا ومواہب ومدارج شیخ محقق وغیرہا میں بالا تفاق فرمایا جسے میں صرف مدارج النبوۃ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں (رحمۃ اللہ تعالیٰ)۔

از جملہ توقیر وبرآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم توقیر اصحاب وبرایشاں است وحسن ثناء ورعایت ادب بایشاں ودعا واستغفار مرایشاں را وحق است مرکسے را کہ ثناء کردہ حق تعالیٰ بروے وراضی است ازوے کہ ثناء کردہ شود بروے وسب وطعن ایشاں اگر مخالف ادلہ قطعیہ است، کفر است' والا بدعت وفسق، ہمچنیں امساک وکف نفس از ذکر اختلاف ومنازعات ووقائع کے میان ایشاں شدہ وگزشتہ است واعراض واضراب از اخبار مؤرخین وجہلہ رواۃ وضلال شیعہ وغلاۃ ایشاں ومبدعین کہ ذکر قوادح وزلات ایشاں کنند کہ اکثر آں کذب وافتراء ست وطلب کردن درآں چہ نقل کردہ شدہ است از ایشاں از مشاجرات ومحاربات احسن تاویلات واصوب مخارج وعدم ذکر ہیچ یکے از ایشاں بہ بدی

وعیب بلکہ ذکر حسنات وفضائل وحمائد صفات ایشاں از جہت آنکہ صحبت ایشاں بآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یقینی است وماورائے آں ظنی است وکافی است دریں باب کہ حق تعالیٰ برگزیدایشاں رابرائے صحبت حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم طریقہ اہل سنت وجماعت دریں باب ایں است' درعقائد نوشتہ اند لاتذکر احدامنهم الا بخیر۔ وآیات واحادیث کہ درفضائل صحابہ عموماً وخصوصاً واقع شدہ است دریں باب کافی است اھ مختصراً۔

امام محقق سنوسی وعلامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

مانقله المورخون قلة حیاء وادب — مورخین کی نقلیں قلت حیاوادب سے ہیں۔

امام اجل ثقہ ثبت حافظ متقن قدوہ یحییٰ بن سعید قطان نے کہ اجلہ ائمہ تبع تابعین سے ہیں۔ عبداللہ قواریری سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو فرمایا: تکتب کذبا کثیرا (بہت سا جھوٹ لکھو گے) ذکرۃ فی المیزان[1] تفصیل اس مبحث کی ان رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تصنیف کیے۔ یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثناء عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے۔ مطاعن افضل الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طعن سوم تخلف جیش حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ردّ میں فرماتے ہیں:

جملہ لعن الله من تخلف عنها ہرگز درکتب اہل سنت موجود نیست۔ قال الشهرستانی فی الملل والنحل ان هٰذه الجملة موضوعة ومفتراة۔ بعضے فارسی نویساں کہ خود رامحدثین سنت شمردہ اند درسیر خود ایں جملہ را آوردہ برائے الزام اہل سنت کفایت نمکیذ' زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت بیافتن حدیث درکتب مسندہ محدثین است مع الحکم بالصحہ' حدیث بے سند نزد ایشاں شتر بے مہار است کہ اصلا

---

[1] فی ترجمه محمد بن اسحق حیث قال ماله عندی ذنب الا ما قد حشنا فی السیرة من الاشیاء المنکرة المقطوعة والاشعار المکذوبة قال الفلاس سمعت یحیٰی القطان یقول لعبد الله القواریری الی این تذهب قال الی وهب بن جریر لکتب السیرة قال تکتب کذبا کثیرا.

۱۲ منه سلمه ربه

گوش[1] بآں نمی تہند۔

فائدہ ۳:

افادۂ دہم دیکھیے جو حدیث ان پندرہ قرائن وضع سے منزہ ہو۔ ہم نے اس کے بارے میں کلمات علماء تین طرز پر نقل کیے۔ اصلاً موضوع نہ کہیں گے۔ تفرد کذاب ہوتو موضوع، تفرد متہم ہوتو موضوع اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی اور اقرب بالصواب ہے۔ افادۂ ۱۰ میں امام سخاوی سے اس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نظیر تصریح ذکر کی۔ دوسری نظیر صاف وسفید حدیث مرغ سفید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۴ میں گزری۔ وہیں دلیل ثامن میں بشہادت حدیث وحکم عقل اس کی تقویت کا ایما کیا۔

والان اقول:

یہی مذہب فقیر نے کلام امیر المومنین فی الحدیث شعبۃ بن الحجاج سے استنباط کیا۔ فائدہ تاسعہ میں آتا ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا۔ ابان بن ابی عیاش حدیث میں جھوٹ بولتا ہے۔ پھر خود ابان سے حدیث سنی۔ اس پر پوچھا گیا۔ فرمایا اس حدیث سے کون صبر کرسکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس کی طرف ایسی رغبت اور وہ بھی ایسے امام اجل سے چہ معنی؟

ثم اقول:

اور فی الواقع بھی اظہر ہے کہ آخر الکذوب قد یصدق میں کلام نہیں اور یہ بھی مسلم کہ ایک شخص واحد کا روایت حدیث سے تفرد ممکن یہاں تک کہ غریب فرد میں صحیح حسن ضعیف بہ ضعف قریب وضعف شدید سب قسم کی حدیثیں مانی جاتی ہیں تو یہ کیوں نہیں

---

[1] اقول: یعنی درامثال باب تا باب احکام فا تا دون او کہ باب تساہل است نقل معتمدے بسند است۔ اگر چند بے سند است۔ چنانکہ در افادۂ بست وہفتم تحقیق نمودیم۔ خود شاہ صاحب درہچو مقام بہ بسیارے از روایت بے سند استناد کردہ است۔ کما لایخفی علی من طالع کتبہ وسرانجام است کہ بکمال تحقیق ایں معنی در فائدہ انسبہ گرائیم۔ ۱۲

ممکن کہ کبھی موسوم بتکذیب بھی تفرد کرے اور اس حدیث خاص میں سچا ہو۔اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم۔ لا جرم یہی مذہب مہذب مقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح وامام عراقی وامام قسطلانی وغیرہم اکابر ہے۔ ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وہ حدیث کہ جوڑی گھڑت اور افترا اور نبی[1] اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی ہو۔علوم الحدیث امام ابوعمرو وتقریب میں ہے: الموضوع هو المختلق المصنوع۔ الفیہ میں ہے

شر الضعيف الخبر الموضوع
الكذب المختلق المصنوع

ارشاد الشاری میں ہے: الموضوع هو الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم ويسمى المختلق ' ہاں اس میں کلام نہیں کہ حکم وضع کبھی قطعی ہوتا ہے کبھی ظنی جیسا کہ ہم نے بے شمار قرائن میں تبدیل اسلوب عبارت سے اس کی طرف اشارہ کیا م کہ حدیث مطعون بالکذب کو موضوع کہنے والے بھی اس کی موضوعیت بالیقین کا دعویٰ نہیں فرماتے بلکہ وضع ظنی میں رکھتے ہیں كما صرح به شيخ الاسلام فی النزهة۔

شیخ محقق عبدالحق دہلوی قدس سرہ القوی مقدمہ لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں:

حديث المطعون بالكذب يسمى موضوعاً ومن يثبت عنه تعمد الكذب فی الحديث وان كان وقوعه مرة لم يقبل حديثه ابدافالمراد بالموضوع فی اصطلاح المحدثين هذا الا انه ثبت كذبه وعلم ذلك فی هذا الحديث بخصوصه والمساله ظنية والحكم بالوضع والافتراء بحكم الظن الغالب اھ ملخصاً۔

---

[1] بناء على ان ما وضع على غيره صلى الله تعالى عليه وآله وسلم فيقال له الموضوع على فلان و مطلقه لا يرواد به الا الملكذوب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم وعليه يتبنى ما فی الارشاد وان اطلقت فانت فی سعته منه كما هو ظاهر كلام آخرين۔۱۲ منه

اقول:

مگر محل تامل یہی ہے کہ مجرد کذب فی الاحادیث سے کہ معاذ اللہ کسی طمع دنیا یا تائید مذہب فاسد یا غضب ورنجش وغیرہا کے باعث ہوظن غالب ہوجائے گا کہ اب جتنی حدیثوں میں یہ منفرد ہو سب میں وضع وافترا ہی کرے گا اگرچہ وہاں کوئی طمع وغیرہ غرض فاسد نہ ہو، شاید زور اگر کسی طمع یا عداوت سے ایک جگہ غلط گواہی دے تو اس کی سب گواہیاں مردود ضرور ہوں گی کہ فاسق ہے مگر بے لاگ جگہ میں خواہی نخواہی یہ ظن غالب نہ ہوگا کہ یہاں بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے وجدان صحیح اس پر شہادت کو بس ہے اور اگر سند ہی چاہیے تو امام ائمہ الشان محمد بن اسماعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری کا ارشاد سنیے محمد بن اسحاق صاحب سیرت ومغازی کو ہشام بن عروہ پھر امام مالک، پھر وہب پھر یحییٰ قطان نے کذب کہا[1]

---

[1] وحال التفصی عن ھٰذا فی المیزان بقوله قلت ومایدری هشام بن عروة فلعله سمع منها فی المسجد اد سمع منها هو صبتی اودخل علیها فحدشته من وراء حجاب فای شیء فی ھٰذا وقد کانت امرأة قدکبرت وامنت اه ثم قال افبمثل ھٰذا یعتمد علی تکذیب رجل من اهل العلم لھٰذا مردود ثم قدوری عنها محمد بن سوقه الخ اقول لقائل ان یقول ان الحفاظ اناقدین ربما یعرفون کذاب الرجل بقرائن تلوح لهم و تقد نری قوما من الائمة یکذبون رجلاء ولا یذکرون من اسبب الاما هو قاصر عندنالعدم علمنا بالقرائن فتبدوع لنا آحتمالات شتیٰ لعل الامر کذا عسی ان کذا وهی جمیعًا مند فقه عندهم نص علی ذلك الامام النووی فی مواضع من شرحه لصحیح مسلم فقال هنا قاعدة تنبه علیها فیها بعد الثناء اللّٰه تعالیٰ وهی ان عفان رحمه اللّٰه تعالیٰ قال انما ابتلی هشام (هو ابن زیاد الاموی) یعنی ضعفوه من قبل ھٰذا الحدیث کان یقول حدی یحییٰ عن محمد ثم ادعی بعدانه سمعه من محمد وھذا القدور وحده لا یقضی ضعفا لا نه لی فیه تصریح بکذب الاحتمال انه سمعه من محمد ثم نسیه فحدث عن یحییٰ عنه ثم ذکر سماعه من محمد فرواه عنه ولکن انضم الی ھٰذا قرائن وامور اقضنت عند العلماء بهذا الفن الحذاق فیه المبر زمین من اهله العارفین بد قائق احوال رواته انه لم یسمعه من محمد فحکموا بذلك لما قامت الدلائل الظاهره عند هم بذلك وسیاتی بعد ھٰذا اشیاء کثیرة من اقوال الائمة فی الجرح بحوهذا وکلها یقال فیها ما قلنا هنا واللّٰه تعالیٰ اعلم اھ وقال بعد ذلك معنی هذالکلام ان الحسن (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اخرجه ابن عدی عن ابی بشر الدولابی و محمد بن جعفر یزید عن ابی قلابة الرقاشی ثنی ابوداؤد سلیمٰن بن داؤد قال قال یحییٰ القطان اشهد ان محمد ابن اسحق کذاب قلت وما یدریك قال قال لی وهب فقلت لوهب مایدریك قال قال لی مالك بن انس فقلت لمالك ومایدریك قال قال لی هشام بن عروة قلت لهشام بن عروة وما یدریك قال حدث عن امراتی فاطمه ابنت المنذر ادخلت علی وهی بنت تسع ومارا ٰها رجل حتی لقیت اللّٰہ تعالیٰ۔

امام بخاری[1] جزء القرأة خلف الامام میں توثیق[2] ابن اسحاق ثابت فرمانے کو اس سے جواب دیتے ہیں: رأیت علی بن عبداللّٰہ یحتج بحدیث ابن اسحق وقال

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے) بن عمارة کذب فروی هذا الحدیث عن الحکم عن یحییٰ عن علی وانها هوعن الحسن البصری من قوله و قدمنا ان مثل هذا وان کان یحتمل کونه جاء عن الحسن وعن علی لکن الحفاظ یعرفون کذب الکاذبین بقرأتن وقدیعرفون ذلك بد لائل قطعیة یعرفها اهل هذا الفن فقولهم مقبول فی کل هذاه ما قولك افبمثل هذا یعتمدل الخ اقول افترائی هولاء الائمة الجلة الا عاظم یشهدن جزا فامن دون ثم هذا کله انماذکرنا ه لیعرف ان الذهبی کیف یحتال لکذب عن قدری امره قد ظهر واذا وقع بسنی اشعری او ولی اللّٰه صوفی صارلا یبقی ولا یذرکما بینه تلمیذه الامام تاج الدین السبکی رحمه اللّٰه تعالیٰ فی الطبقات والا فا الراجح عند علمائنا ایضًا هو توفیق ابن اسحق کما ستذکره انشاء اللّٰه تعالیٰ واللّٰه اعلم ۱۲ منه سلمه ربه

[1] نقله الزیلعی فی نصب الرایه قبیل کتاب الخنثی ۱۲ منه سلمه

[2] ہمارے علماء کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحٰق کی توثیق ہی ہے محقق علی الاطلاق فتح میں زیر مسئلہ یستجب تعجیل المغرب فرماتے ہیں توثیق ابن اسحق هوا لحق الابلج وما نقل عن کلام مالك فیه لا ثبت ولوی صح لم یقبله اهل العلم کیف وقد قال شعبة فیه هو امیر المؤمنین فی الحدیث وردی عنه مثل الثوری وابن ادریس و حماد بن زید یزید بن زریع وابن علتیه وعبد الوارث وابن المبارك واحتمله احمد وابن معین وعامه اهل حدیث غفر اللّٰه تعالیٰ لهم وقد اطال البخاری فی توثیقه فی کتاب القرأة خلف الامام له وذکره ابن حبان فی الثقات وان الکارجع عن الکلام فی ابن اسحق دا صطلح معه وبعث الیه هدیةً ذکر۔۲۲ منه

علی عن عینیه مارأیت احدایتهم محمد بن اسحق (الی ان قال) ولوصح عن مالك تناوله عن ابن اسحق فلربما تکلم الانسان فیرمی صاحبه بشئی واحد ولا یتهمه فی الامور کلها الخ۔ دیکھوں صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے ہر جگہ متہم سمجھنا لازم نہیں آتا۔ لاجرم امام ابن عراق تنزیہ[۱] الشریعۃ میں فرماتے ہیں:

قال الزر کشی فی نکته علی ابن الصلاح بین قولنا موضوع وقولنا لا یصح برن کبیر فان الاول اثبات الکذب والا ختلاق والثانی اخبار عن عدم الثبوت ولایلزم منه اثبات العدم وهٰذا یحیئی فی کل حدیث قال فیه ابن الجوزی لا یصح ونحوه قلت وکان نکتة تعبیره بذلك حیث عبره انه لم یلح له فی الحدیث قرینة تدل علی انه موضوع غایة الامرانه احتمل عنده ان یکون موضوعاً لانه من طریق متروك او کذاب وهٰذا انما یتم عند تفرد الکذاب المتهم علی ان الحافظ ابن حجر خص هٰذا فی التخیّة باسم المتروك ولم ینظمه فی مسلك الموضوع۔

دیکھیے تفرد کذاب کو صرف احتمال وضع کا مورث بنایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہنے سے لایصح وغیرہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ٹھہرایا کہ بوجہ تفرد کذاب یا متہم احتمال وضع تھا۔ اگر غلبہ ظن ہوتا حکم بالوضع سے کیا مانع تھا کہ آخر تصحیح موضوع وغیرہما تمام احکام میں غلبہ ظن کافی اور بلاشبہ حجت شرعی ہے۔

اقول: والاشارة فی قوله خص هٰذاانما تلمح الی الاقرب وهو المتهم فهو الذی خصه الحافظ باسم المتروك اماما تفردبه الکذاب فهو عین الموضوع عنده فانما عرفه بما فیه الطعن یکذب الراوی فلیتنبه هٰذا کله ماظهر لی والحمد لله واحد العلی۔ فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کر کے لکھا تھا: هٰذا مایظهرلنا والمحل محل تامل فلیتامل لعل الله

---

[۱] فی الفصل الثانی من کتاب التوحید علی ما اثره فی السعی المشکور ۱۲ منه

یحدث بعد ذلك امرا ۔

الحمد للہ اب بوجوہ کثیرا سے تاکدوتاید حاصل ہوا۔ کلام امام سخاوی کی تصریح کلام علامہ قاری وعلامہ مناوی میں اس کے نظائر صریح' کلام امام اجل شعبہ بن الحجاج سے استنباط' صحیح تعریف امام ابن الصلاح وامام' نووی وامام عراقی وامام قسطلانی کا اقتضائے نجیح۔ حدیث سے تائید دلیل عقل سے تشئید کلام امام بخاری وعلامہ ابن عراق سے تاکید۔ **الحمد الله سرا و جهرا فقد حقق رجائي واحدث امرا ۔**

تنبیہ

اس عبارت تنزیہ الشریعۃ سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ چاہیے۔ اگر صراحۃً موضوع یا باطل کہہ دیا تو مؤلف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی اور اگر لا یصح وغیرہ ہلکے الفاظ کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول بے چیزے نیست ظاہرا خود مؤلف کو اس پر حکم وضع کی جرأت نہ ہوئی۔ صرف احتمالاً درج کیا فافهم **فلعله حسن وجيه ولم اره لغيرة فليحفظ ۔**

فائدہ ۴:

افادۂ دوم میں گزرا کہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بہت محققین کی طرف نسبت کیا اور امام اجل ابوطالب مکی نے اسی کو مذہب فقہائے کرام واولیائے عظام قرار دیا اور یہی مذہب ائمہ اعلام کا ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) مسلم الثبوت وفواتح الرحموت میں ہے:

> (لا) جرح (بان له راويا) واحدا (فقط) غيره (وهو مجهول العين باصطلاح) كمعان ليس له رائو غير الشعبى فان المناط العدالة والحفظ لا تعدد الرواة وقيل لا يقبل عند المحدثين وهوتحكم اھ مختصرًا ۔

پس دربارۂ مجہول قول مقبول یہ ہے کہ مستور ومجہول العین دونوں حجت ہاں مجہول الحال جس کی حالت ظاہری بھی معلوم نہ ہو احکام میں حجت نہیں۔ فضائل میں بالاتفاق

وہ بھی مقبول۔

تنبیہ

مجہول جب مطلق بولا جاتا ہے، تو کلام محدثین میں غالباً اس سے مراد مجہول العین ہے امام بکی شفاء الاسقام میں فرماتے ہیں:

جهالة العين هو غالب اصطلاح اهل هٰذا الشان فی هٰذا الاطلاق ۔

فائدہ ۵:

ہم نے افادہ ۲۱ میں روشن دلیلوں سے ثابت کیا کہ مادون الاحکام میں ضعیف محتاج ورود صحیح نہیں اور دلیل ثالث میں اس کے دس نظائر کے بھی پتے دیئے۔ سب سے اجل واعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعاظم محدثین اعلام مثل امام ابن عساکر وامام ابن شاہین وامام ابوبکر خطیب بغدادی وامام سہیلی وامام محب الدین طبری وعلامہ ناصرالدین ابن المنیر وعلامہ ابن سیّد الناس وحافظ ابن ناصر و خاتم الحفاظ وعلامہ زرقانی وغیرہم نے حدیث احیاء ابوین کریمین کو باوصف تسلیم ضعف دربارۂ فضائل ایسا معمول ومقبول مانا کہ اسے احادیث صحاح سے کہ بظاہر مخالف تھیں متاخر ٹھہرا کر ان کا ناسخ جانا تو خود اس باب میں حدیثِ صحیح کی حاجت درکنار اس کے مقابل صحاح اس سے منسوخ ٹھہرائیں۔ شرح مواہب لدنیہ میں ہے:

قال السيوطی فی سبل النجاة مال الی ان الله تعالٰی احيا هما حتی اٰمنا به طائفة من الائمة وحفاظ الحديث واستندوا الی حديث ضعيف لا موضوع كالخطيب وابن عساكرو ابن شاهين والسهيلی والمحب الطبری والعلامة ناصر الدين بن المنير وابن سيّد الناس ونقله عن بعض اهل العلم ومشی عليه الصلاح الصفدی والحافظ ابن ناصر وقد جعل هولاء الائمة هٰذا الحديث فاسخا للاحاديث الواردة سما يخالفه ونصوا علی انه متاخر عنها فلا تعارض بينه وبينهما اھ وقال فی الدرج المنيفة جعلوه ناسخا

ولم يبالوا بضعه لان الحديث الضعيف يعمل به في الفضائل والمناقب وهذه منقبة هٰذاالجهبذ وهو في غاية التحريم اھ ملخصاً۔

تنبیہ ضروری اقول

جب کسی اصل کا کلمات علماء سے اثبات منظور ہو تو اس کے لیے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فروع میں اس پر مشی فرمائی۔ معلوم ہوا کہ یہ اصل ان کے نزدیک متاصل ہے۔ ان کلمات کی نقل سے غرض مستدل اسی قدر سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص بنظر کسی اور وجہ کے اس کو مسلم نہ ہو ہم نے افادہ بست وہشتم میں اس امر کے اثبات کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر نقل کیے کہ دیکھوں حدیث کو موضوع اور فعل کو مشروع مانا۔ اسی قدر سے استدلال تمام ہوگیا۔ اگرچہ ہمیں ان بعض احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو یوں ہی یہاں اتنی بات سے کام ہے کہ علمائے کرام نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ ناسخ جانا دعویٰ غنا مؤید ومشید ہوگیا۔ اگرچہ ہم قابل نسخ نہ ہوں اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ دفع کرکے ان ضعاف کو قبول کریں یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ متکلمین وہابیہ دھوکہ دیتے ہیں اور خارج از مبحث اس فرع کے ترجیح وتزییف کی طرف کترا جاتے ہیں۔ خاتمۃ المحققین سیّدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے قاعدہ یازدہم اصول الرشاد شریف میں ان سفہاء کے اس کید ضعیف کی طرف ایمائے لطیف فرمایا یوں ہی فقیر نے آخر نکتہ جلیلہ فصل سیزدہم نوع اول مقصد سوم کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں اس کی نظیر پر متنبہ کیا۔ فليحفظ۔

فائدہ ۶:

افادہ ۲۰ میں گزرا کہ فضائل تو فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محل احتیاط ہو اور نفع بے ضرر ہو اس کی ایک اور نظیر نیز علامہ حلبی کا فرمانا ہے کہ نماز میں سترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ دائیں یا بائیں ابرو پر ہو کہ حدیث میں

ایسا وارد ہوا اور وہ اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں مقبول: حیث قال [1] ینبغی ان یجعلها حیال احدحا حبیه لماروی ابوداؤد من حدیث ضباعة بنت المقداد بن الاسود عن ابیها رضی الله تعالٰی عنه قال مارأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی الی عود ولا عمود ولا شجرة الا جعله علی حاجبه الایمن اولا یسرو لا یصمد له صمدا وقد اعل بالولیدین کامل وبجهالة ضباعة لکن هذا الحکم مما یجوزا العمل فیه بمثل هذا لانه من الفضائل اھ باختصار۔

ایک اور اعلٰی واجل نظیر کلام امام حافظ محدث ابوبکر بیہقی وامام محقق علی الاطلاق وامام ابن امیر الحاج وعلامہ حسن شرنبلالی وعلامہ ابراہیم حلبی وعلامہ سیّد احمد طحطاوی وعلامہ ابن عابدین شامی وغیرہم علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالٰی سے یہ ہے کہ سنن ابی داؤد وابن ماجہ میں بطریق ابوعمر یا ابومحمد بن محمد بن حریث عن جدہ حریث رجل من بنی عذرة عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه عن ابی القاسم صلی الله علیه وسلم دربارئہ سترہ نماز مروی ہوا: فان لم یکن معه عصبا فلیخطط خطاً (اگرچہ لکڑی پاس نہ ہو تو اپنے سامنے خط کھینچ لے) امام سفیٰن بن عیینہ نے فرمایا:

لم نجدشیئا نشد به هذاالحدیث ولم یجئی الامن هذا الوجه۔ ہم نے کوئی چیز نہ پائی جس سے اس حدیث کو قوت دیں اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے نہ آئی

یوں ہی امام شافعی اور امام بیہقی وامام نووی وغیرہم ائمہ نے اس کی تصنیف [2]

---

[1] فی الباب الاوّل تحت حدیث الاوّل ۱۲ منه سلمه ربه

[2] اواخر کراهیة الصلوة قبیل الفروع ۱۲ منه

[3] قال فی الحلیة ثم فی ردالمحتار وقدیعارض تبصحیح احمد بن حبان وغیر هما له اھ وعقبه فی الحلیة بما یاتی عنها من قوله ویظهران الاشبه الخ وقال فی المرقاة قد اشار الشافعی الی ضعفه واطرابه قال ابن حجر صحیحه' احمد و ابن المدینی وابن المنذر وابن حبان وغیرهم بضعفه النووی اھ ملخصًا قلت و هووان فرض صحته لم یضرنا فیما نحن بصدده لما قدمنا انفافی التنبیه ۱۲ منه سلمه ربه

فرمائی۔ بایں ہمہ ائمہ وعلمائے مذکورین نے تصریح کی کہ حدیث ضعیف سہی ایسے حکم میں حجت ومقبول ہے کہ اس میں نفع بے ضرر ہے۔ مرقاۃ میں شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے منقول ہے:

قال البیھقی لابأس بالعمل به وان اضطراب اسناده فی مثل هذاالحکم انشاء الله تعالیٰ حلیہ میں فرمایا: یظھران الاشبه قول البیھقی ولابأس بالعمل بھٰذا الحدیث فی هذاالحکم انشاء الله تعالیٰ وجزم به شیخنا رحمه الله تعالیٰ فقال والسنة اولیٰ بالا تباع ۔ غنیہ میں ہے: من جوزه استدل بحدیث ابی داوٗد وتقدم مافیه لکن قدیقال انه یجوز العمل بمثله فی الفضائل کما مر انفاولذا قال ابن الهمام والسنة اولی بالا تباع اھ ملخصاً ۔

نیز غنیۃ پھر امداد الفتاح شرح نور الایضاح پھر حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے: ان سلم انه یعنی الخط غیر مفید فلا ضرر فیه مع مافیه من العمل باالحدیث الذی یجوز العمل به فی مثله ۔ ردالمحتار میں ہے: یسن الخط کما هوالروایة الثانیة عن محمد لحدیث ابی داوٗد فان لم یکن معه عصا فلیخطط خطا وهو ضعیف لکن یجوزا لعمل به فی الفضائل ولذاقال ابن الهمام والسنة اولیٰ بالا تباع الخ ۔

تنبیہ:

ان دونوں نظیروں میں علامہ ابراہیم حلبی اور نظیر اخیر میں علامہ شامی کا ان افعال میں سترہ کو ابرو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اس معنی کی صریح تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے افادہ ۲۱ میں ذکر کیا تھا۔ کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال فضائل ہیں، یعنی وہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثوابِ اعمال یہاں سے خیالات باطلۂ گنگوہیہ کی تفضیح کامل ہوتی ہے۔ وللہ الحمد ۔

فائدہ ۷:

عبارت ردالمحتار کہ ابھی منقول ہوئی بتا رہی ہے کہ امثال مقام میں نہ صرف

استحباب بلکہ سنیت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہو سکتی ہے۔ یوں ہی افادہ ۱۷ میں علی قاری کا ارشاد گزرا کہ حدیث ضعیف کے سبب ہمارے علماء مسح گردن کو مستحب یا سنت مانا۔

اقول: لکن قال الامام ابن امیر الحاج فی الحلیة بعد ماذکر حدیث ابن ماجه عن الفاکه وعن ابن عباس والبرار عن ابی رافع رضی الله تعالیٰ عنهم فی اغتسال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یوم العیدین وقال ان فی اسانید هذه ضعفاء مانصه واستنان غسل العیدین ان قلنا بان تعدد الطرق الوادرة فیه یبلغ درجة الحسن والا فالندب وفی ذلك تامل اھ فقد ارشاد رحمه الله تعالیٰ ان الضعیف لا یفیدالاستنان ولك ان تقول ان السنة ربما تطلق علی المستحب کعکسه کما صرحوابهما فیتجه کلام الشامی والقاری وبه یحصل التوفیق بین الروایتین عن علمائنا فی المسئالة اعنی مسئالة الخط فمن اثبت ارادا لاستحسان ومن نفی نفی الاستنان وقد کان متائد ابمافی الحلیة هل یتوب الخط بین یدیه منا بها فعن ابی حنیفة وهواحدی الروایتین عن محمد انه لیس بشیء ای لیس بشیئی مسنون اھ لولا انه ذاد بعده بل فعله وترکه سواءً انتهی ففیه بعد بعد فافهم۔

فائدہ ۸:

ہم نے افادہ ۱۱ میں بہت نصوص نقل کیے کہ بارہا محدثین کا کسی حدیث کو موضوع یا ضعیف کہنا ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ اصل حدیث کے سنیے حدیث صحیح زکوٰۃ حلی مروی سنن ابی داؤد و نسائی:

انامراة اتت النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ومعهاابنتها وفی ید بنتها مسکتان غلیظتان من ذهب فقال تعطین زکوٰة هذا قالت

یعنی ایک بی بی خدمت اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی۔ اس کی بیٹی اس کے ساتھ تھی۔ دختر کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے حضور اقدس

لاقال الیسرك ان یسورك اللہ بهما یوم القیمة سوا دین من نار قال فخلعتهما فالقتهما الی البنی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فقالت هما للہ ورسوله .

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکوۃ دے گی عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن ان کے بدلے آگ کے کنگن پنہائے۔ اس بی بی نے اتار کر ڈال دیئے اور عرض کی یہ اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے ہے۔ (جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم)

جسے امام الوالحسن ابن القطان وامام ابن الملقن وعلامہ سیّد میرک نے کہا: اسنادہ صحیح (اس کی سند صحیح ہے) امام عبدالعزیز منذری نے مختصر میں فرمایا: اسنادہ لامقال فیه (اس کی صحت سند میں کچھ گفتگو نہیں) محقق علی الاطلاق نے فرمایا: لاشبهة فی صحة (اس کی صحت میں کچھ شبہ نہیں) امام ترمذی نے جامع میں روایت کر کے فرمایا:

لایصح فی هذا الباب عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم شیء .

اس باب میں بنی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ صحیح نہ ہوا۔

امام منذری نے فرمایا:

لعل الترمذی قصد الطریقین اللذین ذکرهما والا فطریق ابی داؤد لا مقال فیه .

شاید ترمذی ان دو طریق کو کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داؤد میں اصلاً جائے گفتگو نہیں

• ابن القطان نے فرمایا: انما ضعف هذا الحدیث لان عنده فیه ضعیفین ابن لهیعه والمثنی بن الصباح۔ انہوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ ان کے پاس اس کی سند میں دو راوی ضعیف تھے۔ ذکره الامام المحقق فی الفتح ثم العلامة القاری فی المرقاة۔ اور جیسے حدیث ردشمس کہ حضور پرنور سیّد الانوار ماہ عرب وعجم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا۔ مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہو گیا۔ یہاں تک کہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے نماز عصر

ادا کی جسے امام طحاوی وامام قاضی عیاض وامام مغلطائی وامام قطب خیضری وامام حافظ الشان عسقلانی وامام خاتم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجلہ کرام نے حسن وصحیح کہا۔ کما هو مفصل فی الشفاء وشروحه والمواهب وشرحها ۔ علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

اماقول الامام احمد وجماعة من الحفاظ بوضعه فالظاهرا نه وقع لهم من طريق بعض الكذابين والافطرقه السابقه يتحذرمعها الحكم عليه بالضعف فضلا عن الوضع ۔ عام تر سینے۔

امام شیخ الاسلام عمدۃ الکرام مرجع العلماء الاعلام تقی الملّۃ والدین ابوالحسن علی بن عبد الکافی سبکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب مظہر الصواب مرغم مدغم الایمان شفا الاسقام فی زیارۃ خیر الانام علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام میں فرماتے ہیں[1]:

ممايحب ان يتنبه اله ان حكم المحدثين بالانكار والا ستغراب قد يكون بحسب تلك الطريق فلا يلزم من ذلك ردمتن الحديث بخلان اطلاق الفقيه ان الحديث موضوع فانه حكم على المتن من حيث الجمله	اس سے آگاہ رہنا واجب ہے کہ محدثین کا کسی حدیث کو منکر یا غریب کہنا کبھی خاص ایک سند کے لحاظ سے ہوتا ہے تو اس سے اصل حدیث کا رد لازم نہیں آتا۔ بخلاف فقیہ کے موضوع کہنے کے کہ وہ بالا جمال اس متن پر حکم ہے۔

لطیفہ جلیلہ منیفہ

ابوداؤد ونسائی کے یہ حدیث صحیح عظیم جلیل میں اس بی بی نے کڑوں کے صدقہ میں اللہ عزوجل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک بھی ملایا اور حضور نے انکار نہ فرمایا۔ بعینہٖ یہی مضمون صحیح بخاری وصحیح مسلم نے حدیثِ توبہ کعب بن مالک رضی

[1] اے فی الباب الاوّل تحت الحديث خامس من حج البيت ولم يزرني فقد جفاني ۱۲ منه سلمه ربه

اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی: یا رسول ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقة الی اللہ والی رسولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

(یارسول میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے صدقہ کروں)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ یہ حدیثیں حضرات وہابیہ کی جان پر آفت ہیں۔ انہیں دو پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بجواب استفتائے بعض علمائے دہلی ایک نفیس وجلیل وموجز رسالہ مسمی بنام تاریخی الامن والعلی لناعتی المصطفیٰ[1] بدافع البلاء ۱۳۱۰ھ ملقب بلقب تاریخی اکمال الطامة علی شرك سوی بالامور العامة تالیف کیا۔ اس میں ایسی بہت کثیر وعظیم باتوں کا آیات واحادیث سے صاف وصریح ثبوت دیا' مثلاً قرآن وحدیث ناطق ہیں کہ اللہ ورسول[2] نے دولت مند کر دیا۔ اللہ[3] ورسول نگہبان ہیں۔ اللہ ورسول[4] بے والیوں کے والی ہیں۔ اللہ ورسول[5] مالوں کے مالک ہیں۔ اللہ ورسول[6] زمین کے مالک ہیں۔ اللہ ورسول[7] کی طرف توبہ۔ اللہ ورسول[8] کی دوہائی۔ اللہ ورسول[9] دینے والے ہیں۔ اللہ ورسول[10] سے دینے کی توقع۔ اللہ ورسول[11] نے نعمت دی۔ اللہ ورسول[12] نے عزت بخشی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حافظ ونگہبان ہیں

---

[1] صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

[2] جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

[3] جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

[4] جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

[5] جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

[6] جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم [7] جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

[8] جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم [9] جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

[10] جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم [11] جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

[12] جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

حضور کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں۔ حضور[1] کے آگے سب گڑگڑا رہے ہیں۔ حضور[2] ساری زمین کے مالک ہیں۔ حضور[3] سب آدمیوں کے مالک ہیں۔ حضور[4] تمام امتوں کے مالک ہیں۔ ساری دنیا کی مخلوق حضور[5] کے قبضے میں ہے۔ مدد کی کنجیاں حضور[6] کے ہاتھ میں ہیں۔ نفع کی کنجیاں حضور[8] کے ہاتھ میں ہیں۔ جنت کی کنجیاں حضور[9] کے ہاتھ میں ہیں[10]۔ دوزخ کی کنجیاں حضور[11] کے ہاتھ میں ہیں۔ آخرت میں عزت دنیا حضور کے ہاتھ میں ہے۔ قیامت میں کل اختیار وضو کے ہاتھ میں ہیں۔ حضور[12] مصیبتوں کے دور فرمانے والے۔ حضور[14] سختیوں کے ٹالنے والے' ابوبکر صدیق عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) حضور[15] کے بندے' حضور[16] کے خادم نے بیٹا دیا۔ حضور[17] کے خادم رزق آسان کرتے ہیں۔ حضور[18] کے خادم بلائیں دفع کرتے ہیں حضور[18] کے خادم بلندی مرتبہ دیتے ہیں۔ حضور[20] کے خادم تمام کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔ اولیاء کے سبب بلا دور ہوتی ہے: اولیاء کے سبب مدد ملتی ہے۔ اولیاء کے سبب مینہ اترتا ہے۔ اولیاء کے سبب زمین قائم ہے۔ یہ اور ان جیسی اور بیسیوں باتیں صرف قرآن حدیث سے لکھی ہیں۔ وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں۔ اللہ و رسول کی جناب میں بکیں یا خدا و رسول سے لڑیں ۱۷ اگر لڑ سکیں۔ اس میں یہ بھی روشن دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

ا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۲ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۳ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۴ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۵ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۶ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۷ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۸ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۹ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۱۰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۱۱ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۱۲ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۱۳ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۱۴ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۱۵ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۱۶ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۱۷ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۱۸ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۱۹ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۲۰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہاں تک کہ خود ربّ العزت جل جلالہ کسی کو سخت شنیع الزام لگانے سے نہیں چھوڑا۔ ضمناً یہ بھی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب و مرزا جان جاناں صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے اساتذہ ومشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسماعیل دہلوی سب کے سب پکے مشرک تھے غرض وہابی مذہب پر شرک امور عامہ سے ہے جس سے معاذ اللہ ملائکہ سے لے کر رسولوں بندوں سے لے کر ربّ جلیل تک شاہ ولی اللہ سے ان کے پیروں استادوں شاہ عبدالعزیز صاحب سے خود میاں اسمٰعیل تک کوئی خالی نہیں۔ وہابیت کا پھاگ نجدیت کی ہولی شرک کا رنگ تقویۃ الایمان کی پچکاری ہے۔ زدر گھنگھور شراٹوں کا شور خارا جہان شرابور پر نو کی قید نہ اماوس پہ چھور یہ انوکھا پھاگن بارہ ماس جاری ہے ۔

اشراک بمذہبی کہ تا حق بر سد

مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ مختصر رسالہ کہ چار جز سے بھی کم ہے ایک سوتیں سے زیادہ فائدوں اور تیں آیتوں اور ستر سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملیں گے۔ بحمداللہ تعالیٰ اس کی نفاست اس کی جلالت' اس کی صولت' اس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ذٰلك فضل اللہ علینا وعلی الناس ولٰکن اکثر الناس لایشکرون ۵ ربّ اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی وعلی والدی وان عمل صالحًا ترضیه واصلح لی وذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین ۵ والحمد للہ ربّ العٰلمین ۵

فائدہ۹:

ہم نے افادہ ۲۱ میں ذکر کیا کہ محدثین میں بہت کم ایسے ہیں' جن کا التزام تھا کہ ثقہ ہی سے روایت کریں جیسے شعبہ ابن الحاج وامام مالک وامام احمد اور افادہ دوم میں

یحییٰ بن سعید قطان وعبدالرحمٰن بن مہدی کو گنا اور انہیں سے ہیں: امام بقی بن مخلد وحریز عثمان وسلیمان بن حرب ومظفر ابن مدرک خراسانی وامام بخاری مقدمہ صحیح مسلم شریف میں ہے:

حدثنی ابو جعفر الدار می ثنا بشرین عمر قال سالت مالك بن انس رفذ کر الحدیث قال وسالة عن رجل اخرنسیت اسمه فقال هل راية فی کتبی قلت لاقال لو کان ثقة لراية فی کتبی۔

منہاج امام نووی میں ہے: هذا تصریح من مالك رحمه الله تعالٰی بان من ادخله فی کتابه فهو ثقة فمن وجدناه فی کتابه حکمنا بانه ثقة عند مالك وقد لایکون ثقة عند غیره۔

میزان میں ہے: ابراهیم بن العلا ابوهارون الغنوی وثقة جماعة ووهاه شعبة فیما قیل ولم یصح بل صح انه حدث عنه۔

اوسی میں ہے: عبدالاکرم بن ابی حنیفة عن ابیه وعنه شعبة لایعرف لکن شیوخ شعبة جیاد اھ اقول لکن قال یذید بن هارون قال شعبة داری وحماری فی المساکین صدقة ان لم یکن ابان ابن ابی عیاش یکذب فی الحدیث قلت له فلم سمعت منه قال ومن یصبر عن ذاالحدیث یعنی حدیثه عن ابراهیم عن علقمه عن عبدالله عن امه انها قالت رایت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قنت فی الوتر قبل الرکوع کمافی المیزان ولك التفصی عنه بان السماع شیء والتحدیث شیء والکلام فی الا خبروان کان اسم الشیخ یتناول الوجهین وستذ کرا خر هذه الفائدة ان الامام ربما حمل عمن شاء فاذا حدث تثبت نعم لعل الصواب التقیید بمن حدث عنه فی الاحکام دون مایتسا هل فیه لما تقدم فی الا فادة الثالثه والعشرین من قول ابن عدی ان شعبة حدث عن الکلبی ورضیه بالتفسیر کما نقله فی المیزان وفیه ایضا فی محمد بن عبد الجبار قال العقیلی مجهول

بالنقل قلت شیوخ شعبة نقادة الا النادر منهم هٰذا الرجل قال ابوحاتم شیخ اھ قلت وھٰذا لا یضر فقد یکون الرجل ثقة عنده وعند غیره مجروح اومجهول حتی ان من شیوخه الذین وثقهم وصرح بحسن الثناء علیهم جابر بن یزید الجعفی ذاك الضعیف الرافضی المتهم قال الا مام اعظم رضی الله تعالٰی عنه مارایت فیمن رایت افضل من عطاء ولا کذب من جابر الجعفی و کذلك کذبه ایوب وزائدة ویحیی والجوز جانی وترك القطان وابن مهدی والنسائی اخرون

شفاء السقام[1] شریف میں ہے: احمد رحمه الله تعالی لم یکن یروی الا عن ثقة وقد صرح الخصم (یعنی ابن تیمیه) بذلك فی الکتاب الذی صنفه فی الرد علی البکری بعد عشر کراریس منه قال ان القائلین بالجرح والتعدیل من علماء الحدیث نوعان منهم من لم یروالاعن ثقة عند کمالك وشعبة ویحیی ابن سعید وعبدالرحمن بن مهدی واحمدبن حنبل و کذلك البخاری وامثاله اھ۔

تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں: خارجة بن الصلت البرحمی الکوفی روی عنه الشعبی وقد قال ابن ابی خثیمة اذاروی الشعبی عن رجل وسماه فهو ثقة یحتج بحدیثه۔

تدریب[2] میں ہے: من لایروی الاعن عدل کان مهدی ویحیی ابن سعید اھ اقول ولایعکر علیه بمافی المیزان عن عباس الدوری عن یحیی بن معین عن یحیی بن سعید لولم اروالا عمن ارضی ما رویت الاعن خمسة اھ فان رضی یحییٰ غایة لاتدرك و کیف یظنّ به ان الخلق کلهم عنده ضعفاء الاخمسة وانما المرضی له جبل ثبت شامخ راسخ لم یزل

---

[1] فی الهاب الاوّل تحت حدیث الاوّل ١٢ منه

[2] فی ترجمة اسرائیل بن یونس ١٢ منه

ولم يتزلزل ولا فی حرف ولا مرة۔

تہذیب التہذیب میں ہے: سلیمٰن بن حرب بن بجیل الاذدی الواشجی قال ابو حاتم امام من الائمة کان لایدلس وقال ابو حاتم ایضا کان سلیمٰن بن حرب قل من یرضی من المشائخ فاذا رائیة قدروی من شیخ فاعلم انه ثقة اھ ملتقطًا۔

تقریب التہذیب میں ہے: مظفر بن مدرك الخراسانی ابو کامل ثقة متقن کان لایحدث الاعن ثقته۔

نافعہ جامعہ

امام سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں: تتمه من کان لایروی الاعن ثقة الا فی النادر الامام احمد وبقی بن مخلدد حریز بن عثمٰن وسلیمٰن بن حرب وشعبة واشعبی وعبدالرحمن بن مهدی ومالك ویحیی بن سعید القطان وذلك فی شعبة علی المشهور فانه کان یتعنت فی الرجال ولا یروی الاعن ثبت والاا فقد قال عاصم بن علی سمعت شعبة یقول لولم احدثکم الا عن ثقة لم احدثکم الا عن ثلثة وفی نسخة ثلثین وذلك اعتراف منه بانه یروی عن الثقة وغیره فینظر وعلٰی کل حال فهو لا یروی عن متروك ولا عمن اجمع علی ضعفه واما سفین الثوری فکان یترخص مع سعة علمه وشدة ورعه ویروی عن الضعفاء حتّٰی قال فیه صاحیه شعبة لا تحملوا عن الثوری الا عمن تعرفون فانه لا یبالٰی عمن حمل وقال الفلاس قال لی یحیٰی بن سعید لاتکتب عن معتم الاعمن تعرف فانه یحدث عن کل اھ۔

اقول ماذکر عن عاصم فیجوزبل یحبب حمله علی مثل قدمنا فی کلام یحیی کیف وان الثقة اطلاقا اخراخص واضیق کما قال فی التدریب ان ابن مهدی قال حدثنا ابو خلدة فقیل له اکان ثقة فقال کان صدوقا وکان مئامونا وکان خیراثقة شعبة وسفین قال وحکی المروزی قال سالت ابن

حنبل عبدالوهاب بن عطاء ثقة قال تدری ماالثقة انما الثقة یحیی بن سعید القطان اھ فعلیك بالتنبت فان الا مرجل واضح۔

ثم اقول

انہیں ائمہ محتاطین سے ہیں۔ علم اعلم امام اعظم سیّدنا ابو حنیفة النعمان انعم اللہ تعالٰی علیه بانعام الرضوان ونعمه بانعم نعم الجنان یہاں تک کہ اگر بعض مختلطین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التغیر پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین میں کرتے ہیں۔

محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں: قال محمد بن الحسن رضی اللہ تعالٰی عنه فی کتاب الاثار اخبرنا ابو حنیفة ثنالیث بن ابی سلیم عن مجاهد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه قال لیس فی مال الیتیم زکوٰة ولیث کان احد العلماء العباد وقیل اختلط فی اخر عمره ومعلوم ان ابا حنیفة لم یکن لیذهب فیا خذعنه فی حال اختلاطه ویرویه وهو الذی شدد فی امر الروایة مالم یشدده غیره علی ماعرف اھ۔

تنبیہ

قلت هذا اتوسع وقلة المبالاة فی الاخذ قد حدث فی العلماء من لدن التابعین الاعلام اخرج الدار قطنی عن ابن عون قال قال محمد بن سیرین اربعة یصدقون من حدثهم فلا یبالون ممن یسمعون الحسن وابو العالیة وحمید بن هلال ولم یذکر الرابع ذکره غیره فسماه انس بن سیرین ذکره الامام الزیلعی فی نصب[۲] الرایة وقال علی بن المدینی کان عطاء یاخذ عن کل ضرب مرسلات مجاهد احب الی من مرسلاته بکثیر وقال احمد بن حنبل مرسلات سعید بن المسیب اصح المرسلات ومرسلات

[۱] فی معرفة من تقبل روایة ۱۲ منه

[۲] فصل نواقص الوضوء ۱۲ منه

ابـراهيـم الـنـخعى لا بائس بها وليس فى المرسلات اضعف من مرسلات الـحسـن وعـطاء بن ابى رياح فانهما كانا ياخذان عن كل . وقال الشافعى فـى مـراسيـل الزهرى ليس بشىء لانا نجده يروى عن سليمان بن الا وقم ذكـر هـا فـى التـدريـب قلت ومراسيل الا ئمة الثقات مقبولة عندنا وعند الـجـماهير والا شك ان عطاء والحسن والزهرى منهم وقلة المبا لا ة عند التـحـمل لا يقتضيها عند الا داء فقد يا خذ الا مام عمن شاء ولا يرسله الا اذا استـوثـق وقـد وافـقـنـا علىٰ قبول مراسيل الحسن ذاك الورع الشديد عظيم التشديد قدوة الشان يحيىٰ بن سعيد القطان وذاك الجبل العلىٰ على بـن المدينى الذى كان البخارى يقول ما استصغرت نفسى الا عنده وذلك الا مـام الا جل نقاد العلل ابوز رعة الرازى وناهيك بهم اما القطان فقال ما قال الحسن فى حديثه قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الا وجدنا لـه اصـلـه الا حـديثـا اوحديثين واما على فقال مرسلات الحسن البصرى التـى رواهـا عـنـه اثقات صحاح ما اقل ما ما يسقط منها واما ابوزرعة فقال كـل قـال الـحسـن قـال رسـول الله صـلـى الله تعالىٰ عليه وسلم وجدت له اصـلاثـابتا ما خلا اربعة احاديث نقلها فى التدريب قلت وعدم الوجدان لا يقتضى عدم الوجود فلم ليفت يحى الا واحدا واثنان ولعل غير يحى وجد مـالـم يجده وفوق كل ذى علم عليم ونقل فى مسلم الثبوت عنه رضى الله تـعـالـى عنه انه قال متى قلت لكم حدثنى فلان فهو حديثه ومتى قلت قال رسـول الله صـلـى الله تعالىٰ عليه وسلم فحن سبعين اهـ وفـى التدريب قال يـونـس بـن عبيد سالت الحسن قلت يا ابا سعيد انك تقول قال رسول الله صـلـى الله تـعالىٰ عليه وسلم وانك لم تدر كه فقال يا ابن اخى لقد سالتنى عـن شـىء مـا سالنى عنه احد قبلك ولو لا منزلتك منى ما اخبرتك انى فى زمـان كـمـا تـرى وكـان فـى زمـيـن الحجاج كل شىء سمعتنى اقوله قال

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھو عن علی بن ابی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع ان اذکر ھلیا اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

فائدہ ۱۰:

سفہائے زمانہ نے احادیث طبقہ رابعہ کو مطلقا باطل و بے اعتبار قرار دیا جو شانِ موضوع ہے جس کا ابطال بین یا بینِ وجوہ افادہ ۲۴ میں گزرا۔ یہاں اتنا اور سن لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے ان کی روایت دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے۔ موضوعات کبیر میں زیر حدیث

من طاف بالبیت اسبوعا ثم اتی مقام ابراھیم فرکع عندہ رکعتین ثم اتی زمزم فشرب من مائھا اخرجہ اللہ من ذنوبہ کیوم ولدۃ امہ۔

جو سات پھیرے طواف کر کے مقام ابراھیم میں دو رکعت نماز پڑھے۔ پھر زمزم شریف پر جا کر اس کا پانی پیے۔ اللہ تعالٰی اسے گناہوں سے ایسا پاک کر دے گا۔ جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

فرماتے ہیں:

حیث اخرجہ الواحدی فی تفسیرہ والجندی فی فضائل مکۃ والدیلمی فی مسندہ لایقال انہ موضوع غایۃ انہ ضعیف

جبکہ اسے واحدی نے تفسیر اور جندی نے فضائل مکہ اور دیلمی نے مسند میں روایت کیا تو اسے موضوع نہ کہا جائے گا' نہایت یہ کہ ضعیف ہے۔

اقول:

وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور بوجہ خلط صحاح وسقام وثابت وموضوع۔ جس طرح وضع ممکن۔ یوں ہی صحت محتمل۔ تو جب تک خصوص متن وسند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہو۔ احد الاحتمالین خصوصاً خلاف اصل کو معین کر لینا محض ظلم وجزاف ہے۔ تو ان کی حدیث قبل تبین حال جس جس طرح بہ سبب احتمال ضعف وسقوطِ احکام میں مستند ومعتبر نہ ہو گی۔ یوں ہی بوجۂ احتمال صحت وحسن وضعف محض موضوع وباطل وساقط بھی نہ ٹھہ

سکے گی۔ لا جرم درجہ توقف میں رہے گی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تمسک فی الفضائل نہیں۔ یوں ہی یہاں بھی **کما لا یخفی علی اولی لنھی**

فواتح الرحموت میں ہمارے علمائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے:

الراوی وان کان غیر معروف بالفقاھة ولا بالروایة بل انما عرف بحدیث او حدیثین فان قبله الائمه او سکتوا عنه ظھور الروایة اوا ختلفوا کان کالمعروف وان لم یظھر منھم غیر الطعن کان مردودًا وان لم یظھر شیء منه لم یجب العمل بل یجوز فیعمل به فی المندو بات والفضائل والتواریخ۔

فائدہ ۱۱:

ان ضروری فوائد سے کہ بوجہ تعجیل ہنگام تبییض تجرید سے رہ گئے۔ تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال ہے کہ اس میں مجرد ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑی بھاری متکلمین منکرین نے کیا' حالانکہ محض جہالت و بے رہی یا دیدہ ودانستہ مغالطہ وہی تذکرہ مذکورہ بھی کتب قسم ثانی سے ہے اس میں ہر طرح کی احادیث لاتے اور کسی کو موضوع کسی کو لم یوجد' کسی کو منکر' کسی کو لیس بثابتٍ' کس کو لا یصح' کسی کو حنیف کسی مؤول۔ کسی کو رجالہ ثقات کسی کو لا باس بہ' کسی کو صحہ کسی کو صحیح فرماتے ہیں۔ حدیث تقبیل ابہامین انہیں میں ہے' جنہیں ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صرف لا یصح پر اقتصار اور تجربہ کثیرین سے استظہار کیا۔ خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتھرة علی الالسن والصواب خلافھا علی نمط ذکرته فی التذکره فیه من عرف نفسه عرف ربه لیس بثابتٍ ح رایت ربی فی صورة شاب له وفرة صحیح محمول علی رویة المنام اوھوول ح المومن غر کریم والمنافق خب لئیم موضوع[1] ح ماشھد

[1] فی مسئلة معرف العدالة ۱۲ منه

رجل علی رجل بکفر الا باء احدھما ضعیف [١] فیہ طلب العلم فریضة علی کل مسلم طرقھا واھیہ [٣] ح من ادی الفریضة وعلم الناس الخیر کان فضلہ علی العابد الحدیث ضعیف اسنادہ لکنھم یتساھلون فی الفضائل ح الوضوء علی الوضوء نورٌ علی نور لم یوجد [٤] فیہ مسح العینین بباطن السباتین بعد تقبیلھما لا یصح وروی تجربة ذلک عن کثیرین فیہ الصلٰوة عما دالدین ضعیف وصلٰوة التسبیح ضعیف [٥] الدارقطنی اصح شیء فی فضل الصلٰوة صلٰوة التسبیح فیہ طعام الجواد دواء وطعام لبخیل داء فی المقاصد [٦] رجالہ ثقات وفی المختصر منکر فی المقاصد ماء زمزم لما شرب لہ ضعیف [٧] لکن لہ شاھد فی مسلم ح ان اللہ یبعث لھذہ الامة علی رائس کل مائة من یجد لھا دینھا صححہ [٨] الحاکم ح مثل امتی کا لمطر

[١] اقول ھذا عجیب فقدا خرجہ ابوداؤد الترمذی والحاکم عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بلفظا الفاجر مکان المنافق واسنادہ کما قال المناوی جید ١٢ منہ

[٢] اقول بل صحیح من اعلی الصحاح فلما لک والشیخین وغیر ھما عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھا رفعہ اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقد بار بھا احد ھما وللبخاری عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنہ رفعًا من قال لاخیہ یا کافر فقد بار بھا احد ھما ولا بن حبان عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح مرفوعًا ما اکفر رجل رجلًا قط الا بار بھا احد ھما وفی الباب غیر ذلک فان اراد خصوص الفظ فقلیل الجدوی ١٢ منہ

[٣] اقول والصحیح انہ لا ینزل عن الحسن کما تبینہ فی النجوم الثواقبة فی تخریج احادیث الکواکب ١٢ منہ

[٤] بل اخرجہ زرین وان قال المنذری ثم العراقی لم نقف علیہ ١٢ منہ

[٥] الحق انہ حدیث حسن صحیح لاشک حسن لذاتہ صحیح بغیرہ ان لم یکن لذاتہ والتفصیل فی لالی ١٢ منہ

[٦] اقول کذا قال لمناوی وبالغ الذھبی کعادتہ فقال کذب ١٢ منہ

[٧] اقول بل نص الحافظ انہ حجة بطرقہ وحسنہ المناوی وصححہ الامام سفین بن عینیہ والدمیاطی والمنذری وانب الجزری ١٢ منہ

[٨] ورواہ ابوداؤد وقال المناوی الاسناد صحیح ١٢ منہ

لا یدری اوله خیر ام اخر موضوع [1] فی الرجیز انا وابوبکر وعمر خلقنا من تربة واحدة فیه مجاهیل قلت له طریق اخروله شاهد فی اولیس حدیث فی ورقتین قال ابن حبان باطل قلت الوقف اولی فان له طرقاعدیدة لاباس ببعضها ح من اخلص لله اربعین یوماسنده ضعیف وله شاهد ح یکون فی اخرالزمان خلیفة لا یفضل علیه ابوبکر ولا عمر موضوع قلت بل مؤول الی هنا ما فی التذکرة اھ ملتقطًا۔

فائدہ ۱۲: اقول

وباللہ التوفیق اذہان اکثر قاصرین زمان میں سند کی فضیلتیں اور کلام اثرین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرتکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلمات ائمہ معتدین میں بصیغہ جزم مذکور ہوں مطلقاً باطل ومردود وعاطل کہ احکام مغازی سیر فضائل کسی باب میں اصلاً نہ سننے کے لائق نہ ماننے کے قابل' حالانکہ یہ محض اختراع ہیں۔ الاندفاع مشاہیر محدثین وجماہیر فقہا دونوں فریق کے مخالف اجماع ہے۔ غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے۔ محدثین کے نزدیک باختلاف حالات واصطلاحات مرسل منقطع معلق معظل ہے اور فقہاء واصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل۔ اصطلاح حدیث پر تعلیق واعضال یا اصطلاح فقہ واصول پر ارسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں' بلکہ تمام وسائط حذف کر کے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وامثال ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل ومرسل ہے۔ امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفت انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں:

المعضل عبارة عماسقط من اسناده اثنان فصاعد اومثاله مایرویه

[1] قول هذا عجیب بل اخرجه احمد والترمذی فی الجامع عن انس رضی الله تعالی عنه وحسنه فی الباب عن عمران بن حصین رضی الله تعالی عنهما واخرجهالبزار قال السخاوی بسند حسن وفیه عن علی و عمار و عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالی عنهم وقال ابن عبد البران الحدیث حسن وقال ابن القطان لا نعلم لا علة قال المناوی اسناده

تــابـعی التابعی قائلا فیه قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اوعن ابی بکر وعـمـر وغیـر هـمـا غیـر ذاکـر لـلوسائط بینه وبینهم وذکر ابوبکر نصر السـنـجری الحافظ قول الراوی بلغی نحو قول مالك بلغنی عن ابی هریرة ان رسـول اللہ صـلـی اللہ تـعـالٰی عـلیه وسلم قال الملوك طعامه وکسوته الـحدیث وقال اصحاب الحدیث یسمونه المفضل قلت وقول المصنفین مـن الـفقهآء وغیر هم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کذا وکذا ونـحـو ذلك کـلـه مـن قبـیل الـمـعضل لما تقدم وسماه الخطیب ابوبکر الـحـافـظ فـی بـعض کلامه مرسلا وذلك علٰی مذهب من یسمی کل مالا یتصل مرسلا کما سبق اھ باختصار

توضیح میں ہے: الا رسـال عـدم الاسـناد هوان یقول الراوی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من غیران یذکرا لا سناد ۔

عـلامـہ تفتا زانی تلویح پھر مدقق علائی صاحب درمختار اضافة الا نوار علٰی اصول المنار میں فرماتے ہیں: ان لم یذکر الواسطة اصلاً فمرسل ۔

مسلم الثبوت وفواتح الرحموت میں ہے: (المرسل قول العدل قال علیه) وعلٰی اله واصحابه الصلٰوة والسلام کذا وعند اهل الحدیث المرسل قول التـالـعبی قـال وسـول اللہ صـلی اللہ تعالٰی علیه واله واصحابه وسلم کذا والـمـعـلق ماروٰاه من دون التابعی من دون سند والکل داخل فی المرسل عنداهل الاصول اھ مختصرا۔

پھر باجماع علماء محدثین وفقہا یہ سب انواع نوع موضوع سے بے گانہ ہیں اور مادون الا حکام مثل فضائلِ اعمال ومناقب رجال وسیرو احوال میں سلفاً وخلفاً ماخوذ ومقبول جملہ مصنفین علوم حدیث موضوع کو شرالانواع بتاتے اور انہیں اس سے جدا شمار فرماتے آئے اور تمام مؤلفین میر نکیر مراسل ومعضلات کا ذکر واثبات کرتے رہے۔

افادہ ۲۳ میں علامہ حلبی کا قول گزرا کہ سیر بلاغ ومرسل ومنقطع ومعضل غرض

ماسوائے موضوع ہر قسم حدیث کو جمع کرتی ہے کہ ائمہ کرام نے ماورائے احکام میں مسابلت فرمائی ہے۔ یہ عبارت دونوں مطلب میں نص ہے۔ مفصل کا موضوع نہ ہونا اور اس کا مادون الاحکام میں مقبول ہونا خود صحیح بخاری مسلم وصحیح مؤطا میں معضلات وبلاغات موجود ہیں۔ وسط میں بقلت طرفین میں بکثرت خصوصاً بعض بلاغات مالک وہ ہیں کہ اس کی اسناد اصلاً نہ ملیں۔ تدریب[1] میں امام ابوالفضل زین الدین عراقی سے ہے:
ان مالکا لم یفرد الصیح بل ادخل فیه المرسل والمنقطع والبلاغات ومن بلاغاته احادیث لا تعرف کما ذکره ابن عبدالبر۔ وہیں امام مغلطائی سے ہے:
احادیث کتاب البخاری۔ ہیں امام حافظ الشان سے ہے:
کتاب مالك صحیح عنده وعند من یقلده علی ما اقتضاه نظره من الا حتجاج بالمرسل والمنقطع وغیرهما۔
اسناد کی سنت مطلوبہ وفضیلت مرغوبہ وخاصہ امت مرحومہ ہونے میں کسے کلام ہے۔ مقفین قابلین مراسیل ومعاضبل بھی مسانید کو ان پر تفصیل دیتے اور مقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نص علیه فی المسلم وغیره۔ تاکید اثرین بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن ولید ذاکرت حماد بن زید باحادیث فقال ما اجوو هالو کان لها احنحة یعنی الاسناد قطع نظر اس سے کہ عین لا عموم لها۔ ممکن کہ وہ احادیث دربارہ احکام ہوں۔ یوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقاً مسلم کہ معضل ضعیف ہے اور ضعیف جید نہیں۔ قول امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ الاسناد سلاح المومن فاذالم یکن معه سلاح فبای شیء یقاتل صراحۃً دربارہ عقائد واحکام ہے: فان الحاجة الی القتال انما هی فیما یجری فیه التشدید والتماکس دون ما اجمعو اعلی التساهل فیه یوں ہی ارشاد مبارک امام عبداللہ بن مبارک لو لا الا سناد لقال من شاء ماشاء۔
کہ جب قبول ضعاف فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط اور امر عمل قواعد

---

[1] فی الثانیة من مسائل الصحیح ۱۲ منه

مقررہ شرعیہ مثل احتیاط واختیار نفع بے ضرر سے منوط۔ تو ضعیف اثبات جدید نہ کرے گی اور من شاء ماشاء صادق نہ آئے گا۔ کما قدمنا بیانہ فی الافادۃ الثانیۃ والعشرین پر ظاہر کہ یہ اور ان کی امثال جتنے کلمات محدثین کرام سے ضرورت اسناد میں ملیں گے۔ سب کا مفاد ضرورتِ خاص اتصال ہے کہ نامتصل بجمیع اقسامہ ان کے نزدیک ضعیف۔ اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ سلاح۔ وصالح قتال یوں ہی ایک راوی بھی ساقط تو ان کے طور پر وہی من شاء ماشاء کا احتیاطی احتمال ولہٰذا وہ بالاتفاق منقطع ومعضل اور معضل دون معضل میں اصلاً فرق حکم نہیں کرتے اسی لیے فواتح الرحموت میں اصطلاحات مرسل ومعضل ومنقطع ومعلق بیان کر کے فرمایا:

لم یظهر التکثیر الاصطلاح والاسامی فائدہ ۔ بالجملہ جب اتصال نہ ہو تو بعض سند کا مذکور ہونا سب یکساں۔ آخر نہ دیکھا کہ انہیں امام ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث ابن خراش ع الحجاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت کیا فرمایا: اخرج مسلم فی مقدمة صحیحة قال قال محمد یعنی ابن عبداللہ بن فهراذ سمعت ابا اسحق ابراهیم بن عیسیٰ الطالقانی قال قلت لعبد الله بن المبارك یا ابا عبدالرحمن الحدیث الذی جاء ان من البر بعد الیران تصلی لا بویك مع صلواتك وتصوم لهما مع صومك قال فقال عبدالله یا ابا اسحاق عن من هٰذا قال قلت له هٰذا من حدیث شهاب بن خراش فقال ثقة عمن قال قلت عن الحجاج بن دینار قال ثقة عن من قال قلت قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال یا اسحاق ان بین الحجاج بن دینار وبین النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مفاز ینقطع فیها اعناق المطی ولکن لیس فی الصدقة اختلاف ۔ امام نووی شرح میں فرماتے ہیں: معنی هٰذا الحکایة انه لا یقبل الحدیث الا باسناد صحیح۔

اب اگر ان کلمات کو عموم پر رکھیے۔ مرسل منقطع معلق معضل ہر نامتصل باطل وملتحق بالموضوع ہوئی جاتی ہے اور وہ بالاجماع باطل۔ افادہ سوم میں ابن حجر مکی شافعی وعلی قاری

حنفی سے گزرا: المنقطع یعمل به فی الفضائل اجماعاً۔ لا جرم واجب کہ یہ سب عبارات صرف باب اہم واعظم یعنی احکام میں ہیں۔ اگرچہ ظاہر اطلاق وارسال ہو نہ کہ جب نفس کلام تخصیص پر دال ہو کما قررنا فی الکلمات المذکورۃ اور واقعی دربارۂ ردوقبول غالب محاورات علماء صرف نظر بہ باب احکام ہوتے ہیں کہ ہی اکثر محط انظار نخبہ ونزہہ وغیرہما میں دیکھئے کہ حدیث کی دو قسمیں کیں مقبول ومردود مقبول میں صحیح وحسن کو رکھا اور تمام ضعاف کو مردود میں داخل کیا کہ حالانکہ ضعاف فضائل میں اجماعاً مقبول هکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق۔

یہ سب کلام بطور محدثین تھا اور جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو معضلات مذکورہ فضائل درکنار۔ خود باب احکام میں حجت ہیں' جبکہ مرسل امام معتمد فی الدین عارف بالرجال بصیر بالعلل غیر معروف بالتساہل ہو اور مذہب مختار امام محقق علی الاطلاق وغیرہا اکابر میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں۔ ہر قرن کے ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے کما نص علیه فی المسلم[1] وشروحه وغیرها۔

اقول:

انصافاً غیر ناقد کے لیے مراسیل مذکورہ سے احتجاج فی الاحکام اثریین پر بھی لازم

---

[1] المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقا اتفاقا وان من غیرہ فالاکثر و منهم الامام ابو حنفیه والامام مالك والامام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنهم قالو یقبل مطلقًا اذا کان الراوی ثقه' وقال ابن ابان رحمة اللہ تعالیٰ من مشائخنا الکرام یقبل من القرون الثلاثه مطلقًا دمن ائمة النقل بعد تلك القرون وقال طائفة من المتاخرین منهم الشیخ ابن حاجب المالکی والشیخ کمال الدین بن الهمام منا یقبل من ائمة النقل مطلقا من ای قرن کا اعتضد بشی ام لاویتوقف فی الرسل من غیر هم وهو المختار قیل هوا الراد الائمة الثلاثة والجمهور اذا لا یقول احد تبوثیق من لیس له معرفة فی التوثیق والتجریح وعلی هذا خلاف ابن ابان فی عدم اشتراك هٰذا الشرط فی القرون الثلاثه لز عمه عدم الحاجة الی التوثیق فی تلك القرون لا نه الرواة فیها کانو اهل بصیرة فی التوثیق والتجریح اھ من مسلم الثبوت و فواتح الرحموت ملحضًا ۱۲ منه سلمه تعالیٰ

آخراس کی سبیل یہی قول ناقد پر اعتماد ہے نہ نقد کہ تکلیف مالا یطاق ہے تو اس کے لیے ذکر وعدم ذکر سند دونوں یکساں اور بلاشبہ قول ناقد محتاط۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصحیح صریح والتزامی سے اعلیٰ نہیں تو کم بھی نہیں اور جو احتمالات مساہلت وتحسین ظن وخطائی النظر یہاں ہیں۔ وہاں بھی حاصل' بلکہ مجرب ومشاہد۔ با ایں ہمہ امام ابن الصلاح وامام طبری وامام نووی وامام سیوطی وامام زرکشی وامام عراقی وامام ابن حجر عسقلانی وامام سخاوی وامام زکریا انصاری وغیرہم نے تصر تحسین فرمائیں کہ اگر امام معتمد نے کسی حدیث کی صحت پر تنقیص کی یا کتاب ملتزم الصحۃ میں اسے روایت کیا۔ اسی قدر اعتماد کے لیے بس ہے اور احتجاج روا کما ذکر نا نصوصھم فی مدارج طبقات الحدیث وقد تقدم نص القاری عن شیخ الاسلام فی الافادۃ الاحادیۃ والعشرین ۔تو کیا وجہ کہ یہاں اس پر اعتماد نہ ہو۔ لاجرم جس طرح امام احمد یا یحییٰ کا ھذا الحدیث صحیح فرمانا بخاری یا مسلم یا ابن خزیمہ یا ضیاء کا صحاح میں لانا۔ یوں ہی منذری کا مختصر میں ساکت رہنا۔ یوں ہی ابن السکن کا صحیح یا عبدالحق کا احکام میں وارد کرنا۔ یوں ہی امام معتمد ناقد محتاط کا کہنا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الیٰ غیر ذلك من احکامه واحواله ونعوت جماله وشیون جلاله وصفات کماله صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلامه علیه وعلی اله صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلیهم وبارك وسلم وشرف ومجد وعظم و کرم امین ٥ الحمدللہ کہ اس جواب کی ابتدا بھی حضور اقدس واکرم سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نامِ پاک اور حضور پر درود سے ہوئی اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود درود مسعود پر ہوئی۔ امید ہے کہ مولیٰ عزوجل اس نام کریم وصلوٰۃ وتسلیم کی برکت سے قبول فرمائے اور انارت عنون وتنویر قلوب وتکفیر ذنوب وسلامتِ ایمان وامان تنعیم قبر ونجات فی الحشر کا باعث بنائے۔

فانه تعالیٰ بکرمه یقبل الصلوتین وهوا کرم من ان یدع ما بینهما وکان ذلك لیلة التالیة یوم الاثنین لعلها الثامنة عشر من الشهر الفاخرة

شهرر بيع اخر من شهور السنة الثالثة عشر من المئا ئة الرابعة عشر من
هجرة الحبيب سيّد البشر صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ اله وصحبه واوليائه
اجمعين ○ واخر دعونا ان الحمد لله ربّ العٰلمين سبحٰنك اللهم
وبحمدك لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك والله سبحنه وتعالىٰ اعلم
وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

تمّت

عبدہٗ المذنب احمد رضا البریلوی
کتبہ
عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۱۱ھ
عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں

تصدیق ومواہیر علمائے بریلی وغیرہ

الحمدللّٰہ ما اجاب به مولانا المحقق واستاذنا المدقق دام فضله ومد ظله فهو الحق بلا فرية وخلافه باطل بلا مرية الله والله تعالیٰ اعلم

كتبه الفقير عبدالله بن احمد اقريشى

غفرالله تعالیٰ له



الحق ان هٰذا كتاب من احل مايكون لم تر مثله الحيون ۔

كتاب لوتامله ضرير لعاد كريمتناه بلا ارتياب

و لو مرّت حواصله بقبر لعاد الميت حيافى التراب

والله تعالیٰ اعلم



هٰذا هو الحق فماذا بعد الحق الضلال

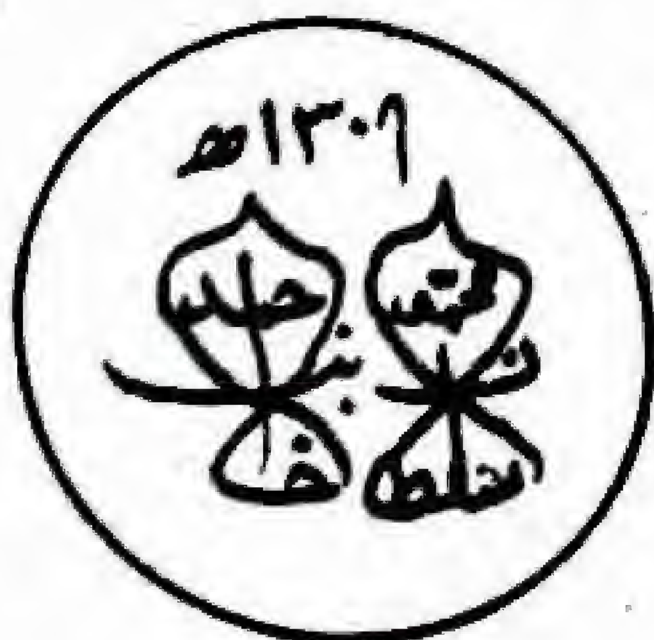


ان هٰذا هو الحق المبين

والحمد لله رب العالمين



ربى لك الحمد ان ادنى مايقال فى حق هٰذا الجواب الحق الصواب الذى هورشحة من بحار علوم مولانا البحر الطمطام ولمعة من انوار فهوم استاذنا البدر التام انه اسعد اسعود وقاتل النحوس وبهجة النفوس ولا بعد عروس۔



علمائے کرام بدایوں وغیرہ

اصاب من اجاب حررہ الفقیر عبد القادر القادری عفی عنہ

۱۲۹۱ھ
محب الرسول قادری
عبد القادر

الجیب مصیب ومصاب والجواب صحیح وصواب حرّرہ الفقیر الحقیر المفتقر مطیع رسول اللہ القادر المدعوا بمحمد عبد المقتدر العثمانی القادری الحنفی غفر اللہ تعالٰی لہٗ بجاہ نبیہ الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم صحیح الجواب بلا ارتیاب

۱۲۹۸ھ
عبد المقتدر
مطیع الرسول



قد اصاب من اجاب

۱۳۰۰ھ
حافظ محمد بخش

للہ در المجیب المصیب

۱۲۹۰ھ
محمد احمد قادری
عبد الرسول

علمائے مصطفیٰ آباد رامپور وغیرہ

احمدی محمد ۱۳۱۸ھ ارشاد حسین

للـه در الـمـجيـب المثاب حيث افاد واطاب واجاد واباد المستحقين للعقاب ۔

ذلك ! الـجواب ! العجاب هو الصواب لا ريب فيـه والا دتياب فلله در المجيب المثاب حيث اني بالتحقيق فيما اجاب

۱۲۸۵ھ محمد امداد حسین

الجواب صواب

نـعـم الـجواب وحبذا التحقيق للصدق والصواب ولعمرى انها لعروة وثـقـى لـطـالـب الرشدو الهدى يستغنى بها عماسوى كيف لا ومن له ادنى بصيرة وروى فـانـه يـريهـا اجـدى من تفاريق العصا ويهتدى بها الى صراط مستـقـيـم وطـريـق سوى ومن جعل الله انوار اونور عين بصيرة له هكجل الا نـصـاف والتـقى فانه لا حمد رضا للفاضل المجيب الذى بذل جهده للحق والسـعـى وجـمـيـع الا دلة واوفى واتى يتحقيق مرضى واستقصٰى حتى صار بمقابلة اهل الضلال مصداقاللقول الدائر والمثل السائر لكل فرعون موسٰى وكـذلك بـحـق الله الـحـق ويقذفه على الباطل فيد مغه فاذاهو زاهق واهوى ومـن كـان فى هذه الوريقه اعمى فهو فى الاخرة اعمٰى واضل سبيلا وربكم اعلم بمن ضل عن سبيلله وهواعلم بمن اهتدى ہ فقط العبد الا ثيم الا واہ۔

سراج الدین محمد سلامت اللہ ابوالذکا ۱۲۹۶ھ

علمائے بمبئی

حـامـدً اومصلياه قد نورت عيونى بمطالعة هٰذا لكتاب فوجدته نوراً مـنيـرً لـلـحـق والصواب نور الله به عيونا عن الحق فى حجاب وجزى الله مـولانـا الـمجيب جزيل الا جر وجميل الثواب حرر واملاه العبد المفتقر الى مولانا محمد عبيد الله رزقه الله نور الايمان وحلاه وحلاه يحلاه ۔

مـا اجاب به المولانا المحقق فهوا لحق لا شك فيه ولا ارتياب والله اعلم بالصواب ۔

نـمـقـه الـفـتـقـر الَى الله الشكور عبدالغفور صانه الله عن الا فات واشـرور الـمـجيب مصيب وله ثواب عظيم ومن انكر فقد ضل وغوىٰ ہ فقط حرره احقر العباد حسن بن نور محمد عفى عنهما الـجـواب صحيح والراى بخيح كتبه العبد الفقير مير عبدالرحمن عـفـا الله تـعـالٰى عنه من اجاب فقد اصاب حرر المسكين السيد يـاسين عفا الله جرائمه الجواب صحيح كتبه مريد احمد عفى الله عـنه الا مر كما ذكر كتبه خادم الشرع قاضى شيخ محمد مرگھے عفى الله عنه وعن جميع المسلمين امين۔



بحمد اللہ ولی الکرمۃ

یہ رسالہ نافعہ' اوہام مخالفین کا دافعہ' خیالات خام وہابیہ کا نافعہ' مریض قلبوں کیلئے شافیہ' اطمینان قلب اہل سنت کیلئے کافیہ' دربارہ ثبوت استحباب تقبیل ابہامین دراذان واقامہ'

مسمّی بنام تاریخی

نہج السّلامہ

فی حکم

تَقْبِیْل الاَبْہامَیْن فِی الاقَامَہْ

(۱۳۳۳ھ)

﴿ازافاضات﴾

حضرت عظیم البرکت رفیع الدرجت صاحب تصانیف کثیرہ باہرہ تالیفات شہیرہ زاہرہ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین

ذی الحشمۃ والفخامہ والکرامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وامطر علیہ شآبیب

رحمۃ الی یوم القیامہ

بصرف زر جماعت مبارکہ

باہتمام

مولانا مولوی ابوالعلا محمد امجد علی صاحب قادری برکاتی رضوی دام بالفیض الصوری والمعنوی

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۵

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مسلہ: از اپر برہما شہر مانڈلے سورتی مسجد مرسلہ مولوی احمد مختار صاحب قادری رضوی صدیقی میرٹھی۔ ۲۶ جمادی الاخری ۱۳۳۳ھ ہجری منقول از فتاوئ امدادیہ معروف یہ فتاوئ اشرفیہ جلد چہارم صفحہ ۵۷ و ۵۸

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جس وقت موذن اقامت میں اشہد ان محمدًا رسول اللہ بولے تو سننے والا دونوں انگوٹھوں کو چوم کر دونوں آنکھوں پر رکھے یا نہیں اگر رکھتا ہے' تو آیا جائز یا مستحب یا واجب یا فرض ہے اور جو شخص اس کا مانع ہوئے اس کا کیا حکم ہے اور اگر نہیں رکھتا ہے تو آیا مکروہ یا مکروہ تحریمہ یا حرام ہے اور جو مرتکب اس فعل کا ہو' اس کا اور جو حکم کرے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اول تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارہ میں نقل کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں۔ چنانچہ شامی بعد نقل اس عبارت کے لکھتے ہیں: وذکر ذلك الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل شیء انتھی (جلد اوّل ۲۶۷) مگر اقامت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں۔ پس اقامت میں انگوٹھے چومنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے۔ اسی واسطے فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا ہے۔ یہ عبارت شامی کی ہے: ونقل بعضھم ان القھستانی کتب علی ھامش نسخة ان ھذا مختص بالاذان واما فی الاقامة فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع

(جلد اول ۲٦٧) یہی مفتی صاحب لم یصح فی المرفوع پر حاشیہ منہیہ لکھتے ہیں: قلت واما الموقوف فانه وان كان منقو لا لكن مع ضعف اسناده ليس فيه كون هذا العمل طاعة بل هو رقية للحفظ عن الرمد والعوام يفعلونه باعتقاد كونه طاعة ۱۲ منہ (حاشیہ صاحب فتاویٰ اشرفیہ برعبارت شامی)

گزارش وموجب تکلیف وہی یہ ہے کہ ہفتہ گزشتہ میں ایک عریضہ دربارہ استفتائے تقبیل ابہامین عند قول المؤذن اشهد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابلاغ خدمت کیا ہے۔ آج فتاوائے امدادیہ میں ایک صاحب نے عبارت مرقومہ بالا دکھائی جو بلفظہ ملاحظہ عالی میں پیش کر کے رفع شکوک کا خواست گار ہوں۔ وهى هذه۔

(۱) علامہ شامی یا دوسرے محققین نے تقبیل کے بارہ میں ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کر کے لم یصح فی الموفوع یا اس کے ہم معنی الفاظ تحریر کیے ہیں۔ ان سے حدیث کے مرفوع ہونے کا انکار ہے یا کلیۃً تقبیل ہی کا ثبوت صحت کو نہیں پہنچتا۔ مفتی صاحب کی تحریر وحاشیہ خود غور طلب ہے۔ پھر ان کے معتقدین تقبیل مطلق کو غیر صحیح فرماتے ہیں۔ خواہ بروایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا بہ تعلیم سیّدنا خضر علیہ السلام جامع الرموز نے کنز العباد سے جو عبارت نقل کی ہے' اس میں اثبات استحباب ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ جلد سوم ۴۲)

طحطاوی ۲ نے شرح مراقی الفلاح مصری ۱۱۸ میں اسی روایت کو نقل کیا ہے نیز فردوس دیلمی سے حدیث ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً لکھ کر حضرت خضر علیہ السلام عملاً روایت بطور تائید بیان کے علیٰ ھذا سادات احناف کی اکثر کتب میں موجود ہے۔

اعانة ۳ الطالبين على حل الفاظ فتح المعين مصرى ۲۴۷ (فقه شافعى) وفى الشنوانى مانصه من قال حين يسمع قول المؤذن اشهدان محمد رسول الله مرحباً بحبيبى وقرة عينى محمد بن عبدالله صلى الله

تعالٰی علیه وسلم ثم یقبل
ابهامیه ویجعلهما علٰی عینیه لم یعم ولم یرمدابدا انتهی کفایة
الطالب الربانی لرساته ابن زید القیروانی فی مذهب سیّدنا الامام مالک
رضی الله تعالٰی عنه (مصری جلد ۱۶۹)

فائدہ:

نقل صاحب الفردوس ان الصدیق رضی الله تعالٰی عنه لما سمع قول المؤذن اشهدان محمد ارسول الله قال ذلک وقبل باطن انملة السبابتین ومسح عینیه فقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم من فعل مثل خلیلی فقد حلت علیه شفاعتی ۔ قال الحافظ السخاوی ولم یصح ثم نقل عن الخضر انه علیه الصلوٰة والسلام قال من قال حین یسمع قول المؤذن اشهدان محمد رسول الله مرحبا بحبیبی وقرة عینی محمد بن عبد الله (صلی الله تعالٰی علیه وسلم)ثم یقبل ابهامیه ویجعلهماعلی عینیه لم یعم ولم یرمدا ابدًا اونقل غیر ذلک ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هٰذا شیء والله تعالٰی اعلم ۔

علامہ الشیخ علی الصعیدی العدوی اسی شرح کے حاشیہ ۱۷۰ میں فرماتے ہیں

(قوله ثم یقبل الخ)لم یبین موضع التقبیل من الا بها مین ۔الا انه نقل عن الشیخ العالم المفسر نور الدین الخراسانی قال بعضهم لقیة وقت الاذان فلما سمع المؤذن یقول اشهد محمد رسول الله قبل ابهامی نفسه ومسح بالظفرین اجفان عینیه من الماتی الی ناحیة الصدغ ثم فعل ذلک عندکل تشهد مرة مرة فسالة عن ذلک فقال کنت افعله ثم ترکة فمرضت عینای فرایة صلی الله تعالٰی علیه وسلم منا ما فقال لم ترکت مسح عینیک عندالاذان ان اردت ان تبر ا عیناک فعدالی المسح فاستیقظت ومسحت فبرئت ولم یعادونی مرضهما الی الان انتهی فهٰذا یدل علی ان الاولٰی

التکریر . والظاهر انه حیث کان المسح بالظفرین ان التقبیل لهما و الله تعالیٰ اعلم .

ان تمام عبارات میں کہیں تقبیل ابہامین پر نکیر ثابت نہیں ہوتی ' بلکہ استحباب کا پتہ الفاظ صریحہ متا ملتا ہے۔ برخلاف اس کے صاحب فتاویٰ اشرفیہ عبارت شامی پر حاشیہ لکھ کر مباح (۲ ملاخطہ ہو) مان رہے ہیں' پھراس مباح کو بھی بدعت ٹھہرا رہے ہیں۔ اس تضاد واشکال کو رفع فرما کر قاطع فیصلہ فرمایا جائے۔

صاحب فتاوائے اشرفیہ عمل مانحن فیہ کو اپنے حاشیہ مذکورہ میں رفیہ مان کر دعوی کرتے ہیں والعوام یفعلونه باعتقاد الطاعة۔ یہاں صرف اشکال یہ ہے کہ اعتقاد قلب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس پر مفتی صاحب مذکور کو کس طرح اطلاع ہوئی۔ درصورتی کہ ان کے نزدیک رسول علیہ اصلوۃ واسلام بھی باوصف اعلام مافی الصد درعلوم غیبیہ سے بے خبر ہیں (معاذ اللہ) وہ بھی عامۂ مومنین کے دلی خیال اور اعتقاد سے اطلاع ہوئی' خواہ وہ ہند میں ہوں یا کابل میں ایران میں ہوں یا عرب شریف میں ہوں یا غرب میں ~~حیث یقول والعوام یفعلونه باعتقاد الطاعة~~ ۔ یہاں بعض الناس نے سخت فتنہ پیدا کر رکھا ہے۔ مترصد کہ جلد تر جواب باصواب سے اعزاز بخشیں۔ اجرکم الله تعالی بجاه طه ویسین صلی الله تعالیٰ علیه وعلی اله وصحبه اجمعین . والحمد لله رب العالمین .

(مختار الصدیقی)

الجواب

اس مسئلہ کی تحقیق بالغ وتنقیح بازغ میں بائیس سال ہوئے فقیر نے کتاب منیرالعین فی حکم تقبیل الابہامین ۱۳۱۱ھ لکھی کہ بیس سال ہوئے بمبئی میں چھپ کر ملک میں مفت تقسیم ہوئی۔ اب میرے پاس صرف ایک نسخہ باقی ہے کہ آپ جیسے علم دوست حق پرست کی اعانت کو بغرض ملاخط مرسل۔ ایک ذاتی نسخہ بھی اور ہوتا تو ہدیۃً حاضر کر دیتا۔ بعد

ملاحظہ بیرنگ واپس فرمائیں۔ یہ رسالہ باذنہ تعالیٰ دربارہ حدیث وفقہ منکرین کے خیالات باطلہ عاطلہ کی بیخ کنی وصفرا شکنی کو بس ہے، لہٰذا ان سے زیادہ تعرض کی حاجت نہیں۔صرف بعض امور جہالات فتوائے مذکور کے متعلق اجمالاً گزارش۔وبـــالله التوفیق۔

(۱) دعوی یہ کہ اذان میں کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور اس پر دلیل شامی کی جراحی سے نقل کہ ان میں سے کوئی حدیث مرفوع درجہ صحت کو نہ پہنچی جو خود مشیر ہے کہ اس کی احادیث موقوفہ پر یہ حکم نہیں، ورنہ مرفوع کی تخصیص کیوں ہوتی۔ عبارات کتب میں مفہوم مخالف بلاشبہ معتبر ہے۔اسی شامی طابع قسطنطنیہ جلد ۵۲۵ میں ہے فان مفاهیم الکتب حجة ولو مفهوم لقب علی ماصرح به الا صولیون . فیز جلد اول ۱۶۷ یفتی به عند السوال لان مفاهیم الکتب معتبرة کما تقدم۔ درمختار بیان سنن وضو میں نہر الفائق سے ہے مفاهیم الکتب حجة بخلاف مفاهیم اکثر النصوص احادیث موقوفہ کیا روایت نہیں۔ لاجرم ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں کل مایروی فی هذا فلا یصح رفعه البتة لکھ کر فرمایا قلت و اذاثبت رفعه الی الصدیق رضی الله تعالی عنه فیکفی للعمل به لقوله صلی الله تعالی علیه وسلم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین یعنی اگرچہ اس بارہ میں کوئی حدیث مرفوع صحیح نہیں، مگر جبکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے تو اس پر عمل کے لیے کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا تم پر لازم ہے میرا طریقہ اور میرے خلفائے راشدین کا طریقہ۔

(۲) صحیح کی نفی سے معتبر کی نفی جاننا فن حدیث سے جہالت پر مبنی۔ کتب رجال میں ہزار جگہ ملے گا۔ یعتبر بـه و لا یحتج بـه اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالا جماع کافی، اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔

(۳) فقہ میں روایت۔ روایت فقہیہ بھی ہے۔ بالفرض اگرچہ حدیث معتبر مطلقاً منفی تو اس سے روایت معتبرہ کی نفی یا جہل محض ہے یا نری غیر مقلدی ہے کہ بے ثبوت

حدیث روایت فقہیہ معتبر نہ مانی۔

(۴) یہیں اسی شامی میں قہستانی دفتاویٰ صوفیہ وکنز العباد سے صراحۃً اس کا استحباب منقول اور بصیغہ جزم بلاتعقب مذکور ومقبول تو شامی سے نسبت حدیث ایک کلام نقل کرلانا اور اسی عبارت میں شامی کے حکم مقرر فقہی کو چھوڑ جانا صریح خیانت ہے۔

(۵) پھر روایت فقہیہ قصداً بچا کر وہ سالبہ کلیہ کہ ''کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں''۔صاف اغوائے عوام ہے کیا کتب فقہ میں ہزار سے کم اس کے نظائر ملیں گے کہ حکم فقہی پر جو حدیث نقل کی، اس میں کلام کر دیا گیا، مگر اس سے روایت فقہی نامعتبر نہ ہوئی۔ ہاں وہی غیر مقلدی کی علت پیچھے ہو تو کیا علاج۔

(۶) اقامت میں کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت موجود نہ ہونے پر شامی کا کلام نقل کیا کہ بعض نے قہستانی سے نقل کیا کہ انہوں نے اپنے نسخہ کے حاشیہ پر لکھا کہ دربارہ اقامت بعد تلاش کامل روایت نہ ملی اور انہیں شامی کا کلام نہ دیکھا کہ ایسی نقل نقل مجہول اور نقل مجہول محض نامقبول جلد دوم ۵۱۲ قول المعراج ورایت فی موضع الخ ذای معزوا الی المبسوط لا یکفی فی النقل لجهالته۔ وہاں بواسطہ مجہول ناقل امام قوام الدین کاکی شارح ہدایہ تھے، یہاں شامی وہاں منقول عنہ بالواسطہ امام شمس الائمہ سرخسی تھے یا خود محرر المذہب امام محمد اور یہاں قہستانی ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

جب وہ بوجہ جہالت واسطہ مقبول نہ ہوئی اس کی ہستی، مگر کیا کیجئے کہ
عقل بازار میں نہیں بکتی

(۷) لم یوجد اور ''موجود نہیں'' میں جو فرق ہے، عاقل پر مخفی نہیں مگر عقل بھی ہو یہ تو خالی نایافت کی نقل ہے کہ شہادۃ علی النفی سے زائد نہ ٹھہرے گی۔ آکد الفاظ فتوے سے فتویٰ منقول ہوا اور بوجہ جہالت نامقبول ہوا، انہیں علامہ شامی کا کلام سنئے عقود الدریہ ۱۰۹۲ نقل الزيلعي ان الفتوی علی قولهما قال الشيخ قاسم فی تصحيحه مانقله الزيلعي شاذ لجهول۔

درمختار میں ہے: علیه الفتوی زیلعی وبحر معزیاً للمغنی لکن دواه

العلامة قاسم فی تصحیه بان ما فی المغنی شاذ لجهول القائل فلا یعول علیه
شامی نے اسے مقرر رکھا۔

(۸) اس پر یہ ادعا کہ اسی واسطے فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا ہے صریح کذب ہے۔

(۹) اس پر کہنا کہ یہ عبارت شامی کی ہے بکف چراغی ہے۔ شامی میں قہستانی سے بنقل مجہول یہ منقول کہ اس کی روایت نہ ملی۔ اگر بفرض غلط یہ نقل مجہول ہو اور عدم وجدان روایت عدم وجود روایت بھی ہو تو نفی روایت روایت نفی نہیں۔ ھذا کا اشارہ جانب نقل ہے نہ جانب حکم فقہاء نے بالکل انکار کیا کس گھر سے لائے۔

(۱۰) اےنہم بر علم تو غایت درجہ یہ قہستانی کا اپنا انکار ہوگا نہ کہ وہ فقہا سے کوئی قول نقل کر رہے ہیں اور قہستانی کا بایں معنی فقہاء میں شمار کہ ان کا اپنا قول بلانقل مسلم ہو یقیناً باطل ہے' بلکہ نقل میں بھی ان کی وہ حالت جو خود یہی علامہ شامی عقود الدریہ ج ۲-۲۹۷ میں بتاتے ہیں کہ القهستانی کجارف سیل وحاطب لیل خصوصا واسناده الی کتب الزاهدی المعتزلی اور کشف الظنون حرف النون میں علامہ عصام اسفرائنی کا قول نہ دیکھنا کہ اس ادعائے باطل کی لگی نہ رکھے گا اور بالکل کشف ظنون بلکہ علاج جنون کر دے گا۔ ہم نے پتا بتا دیا نہ ملے تو پیش بھی کر دیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۱۱) یہ بھی سہی تو کیسا ظلم شدید تعصب عنید ہے کہ مسلہ اقامت میں قہستانی کا اپنا قول بلانقل بلکہ صرف روایت نہ پانا سند میں پیش کیا جائے اور اسے انہیں ایک فقیہ نہیں۔ بلکہ فقہاء کا انکار ٹھہرا دیا جائے اور یہیں یہیں مسلہ اذان میں جو یہی قہستانی خاص روایت فقہی نقل فرما کر حکم استباب بتا رہے ہیں۔ وہ مردود نا معتبر قرار پائے۔ غرض بڑی امام اپنی ہوائے نفس ہے وبس۔

(۱۲) ''اقامت میں اذان سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے'' یعنی بدعت و بے اصل اذان میں بھی ہے۔ یہ وہی مرض غیر مقلدی ہے کہ فقہا اگرچہ صراحۃً مستحب

فرمائیں، مگران کا قول مردوداور بدعت مذمومہ ہونا غیر مسدود۔

(۱۳) نہیں نہیں نری غیر مقلدی نہیں، بلکہ اجماع امت کارداور غیر سبیل المومنین کا اتباع بد ہے جس پر قرآن عظیم میں **نصله جهنم وساء ت مصیرا** کی وعید مؤکد ہے۔ احادیث یہاں قطعا مروی مرفوع بھی اور غایت ان کا ضعف جس کا بیان ''منیر العین'' میں ہے جس سے حق کی آنکھیں پرنور اور باطل کی ظلمتیں دور، بلکہ خود اسی قدر عبارت کہ منکر نے نقل کی مصنف کو کافی کہ اس میں صرف لایصح کہا اور وہ بھی فقط احادیث مرفوعہ اگر سب کو کہتے جب بھی نفی صحت سے غایت درجہ اتنا معلوم ہوتا کہ ضعیف ہیں۔ پھر ضعیف تعدد طرق سے حسن ہو جاتی اور مسائل حلال وحرام میں بھی حجت قرار پاتی ہے اور نہ بھی سہی تو یہ قطعاً باب فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول اور مخالف اجماع مردود ومخذول۔ اربعین امام ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ میں: **قد اتفق العلماء على جواز العمل بالحديث الضعيف فى فضائل الا عمال۔**

(۱۴) اجماع امت کا خلاف وہاں دشوار نہ تھا مصیبت یہ ہے کہ جمہور وہابیہ کی بھی مخالفت ہوئی کہ تخصیص عدم با حادیث مرفوعہ نے صحت موقوف بتائی۔ ملا علی قاری کی عبارت گزری تو قرون ثلثہ میں اصل تحقق ہوئی۔ پھر بدعت وبے اصل کہنا اصول وہابیت پر بھی چھری پھیرنا ہے۔

(۱۵) وہابیت بجہنم سخت تر آفت یہ ہے کہ دیوبندیت کے امام اعظم جناب گنگوہی صاحب سے چل گئی اور وہ بھی بہت بری طرح کہ ان کی سنت، ان کی بدعت، ان کی ہدایت، ان ضلالت۔ یہ فاعل کو بدعتی گمراہ ٹھہرائیں۔ وہ ان کو منکر سنت ضال بدراہ بتائیں۔ پھر یہ کیا انہیں چھوڑے دیتے ہیں، یہ کہیں گے کہ وہ بدعت ضلالت کو سنت بتا کر سخت گمراہ بے دین ہوئے **كفى الله المومنين القتال**۔ اس کا مفصل بیان'' منیر العین'' افادہ ۳۰ میں ملاحظ ہو مجمل یہ کہ یہ احادیث تقبیل گنگوہی صاحب کے نزدیک بھی فضائل اعمال کی ہیں کہ اس پر ترغیب وثواب ان میں مذکور ہے۔ مسند الفردوس کی حدیث میں بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ انہوں نے اذان میں نام سن کر

انگلیوں کے پوروں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر پھیرا۔ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی ۔ جو ایسا کرے جیسا میرے اس پیارے نے کیا اس پر میری شفاعت حلال ہو جائے۔

جامع الرموز وکنز العباد وغیرہما میں ہے:

فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون لہ قائدا الی لجنۃ ۔ جو ایسا کرے گا رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے۔

اور یہ تو روایات عدیدہ میں ہے کہ جو ایسا کرے کبھی اندھا نہ ہوگا نہ کبھی اس کی آنکھیں دکھیں۔ یہ کیا فضیلت وترغیب نہیں۔ بہر حال یہ حدیثیں فضائل اعمال کی ہیں اور گنگوہی صاحب براہین قاطعہ طبع دوم ۹۶ میں فرماتے ہیں: "سب کا مدعا یہ ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے۔" ظاہر ہے کہ درست یہاں بمعنی جائز ہی ہے۔ خصوصاً جبکہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثبوت لیں جیسا کہ عبارت مولانا علی قاری میں گزار۔ جب تو اس مسئلہ قبول ضعاف کی بھی حاجت نہ ہوگی کہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تقلید کا خود احادیث صحیحہ میں حکم فرمایا۔ حدیث خلفاء کلام علی قاری میں گزری۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا: اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر (ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد والئی امت ہوں گے ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

رواہ احمد والترمذی وحسۃ وابن ماجۃ والرویانی والحاکم وصححہ وابن حبان فی صحیحہ عن حذیفۃ والترمذی والحاکم عن النبی ابن مسعود وابن عدی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بلکہ تقلید عام صحابہ ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہ کا مذہب ہے بلکہ وہابیہ کے نزدیک تین قرن تک حکم تقلید بلکہ منصب تشریع جدید ہے کما بیناہ کتبنا فی الرد علیہم ۔ بہر حال اس عمل کی دلیل جواز قرون ثلثہ میں متحقق ہوئی اور گنگوہی صاحب

۲۸ میں کہتے ہیں ''جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو وہ سب سنت ہے۔'' تو روشن ہوا کہ جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا سنت ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ منکر سنت پر لعنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ستة لعنتهم لعنهم الله و كل بنى مجاب (الىٰ قوله) والتارك لسنتى رواه الترمذى عن ام المومنين والحاكم عنها وعن على والطبرانى بلفظ سبعة لعنتهم و كل بنى مجاب عن عمرو بن شغوى رضى الله تعالىٰ عنهم بسند حسن۔

کچھ لوگ ہیں جن پر میں نے لعنت کی' اللہ ان پر لعنت کرے اور نبی کی دعا قبول ہے۔ ازاں جملہ ایک وہ کہ میری سنت کا منکر ہو۔ اب صاحب فتاویٰ اشرفیہ اپنا حکم گنگوہی صاحب سے دریافت کریں یا گنگوہی صاحب کے حق میں خود کوئی حکم فرمائیں۔

(۱۶) اب اقامت کی طرف چلیے شامی سے بحوالہ مجہول قہستانی کا روایت نہ پانا تو نقل کر لائے اور سا سے یہ نتیجہ دیا کہ فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا' حالانکہ فقہائے کرام کا مسلک وہ ہے جو امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر ۱۴ میں فرمایا: عدم النقل لا ينفي الوجود۔

(۱۷) عدم نقل کو نقل عدم ٹھہرانے کا رد خود اسی شامی میں جابجا موجود ازاں جملہ جلد اول ۶۰ میں بعد ذکر احادیث فرمایا: قال العلماء هذه الا حاديث من قواعد الا سلام وهو ان كل من ابتدع شيئا من الخير كان له مثل اجر كل من يعمل به الى يوم القيمة۔

یعنی علمائے کرام نے فرمایا کہ یہ حدیثیں دین اسلام کے قواعد سے ہیں۔ ان سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جو شخص کوئی اچھا کام نیا نکالے کہ پہلے نہ تھا۔ قیامت تک جتنے مسلمان اس پر عمل کریں سب کے برابر ثواب اس ایجاد کرنے والے کو ہوا۔

(۱۸) بدعت و بے اصل کی بھی حقیقت سن لیجئے۔ فتح اللہ المعین جلد ۳-۴۰۲
لااصل لها لا يقتضى الكراهة ولذا   یعنی بے اصل ہونے سے مکروہ ہونا لازم

قال فی الدر ماقیل انها بدعة ای مباحة حسنة۔ نہیں آتا' اسی لیے (درمختار میں) فرمایا کہ اسے جو بدعت کہا گیا اس کے معنی یہ ہیں کہ نو پیدا جائز اچھی بات ہے۔

(۱۹) فرض کردم کہ اس سے بوجہ عدم نقل انکار مطلق ہی مقصور ہو تو بحال عدم نقل احکام فقہا جن کا نمونہ ہم نے ذکر کیا' اس کے معارض ہوں گے اور ترجیح وتوفیق وتوجیہ وتحقیق کہ ہمارے رسائل ردوہابیہ میں ہے' اس کی مونت جناب گنگوہی صاحب نے کم کردی اور منکرین کو کسی عبارت خلاف سے شبہ ڈالنے کی گنجائش نہ رکھی کہ اس سے غایت درجہ مسئلہ عدم نقل میں اختلاف ثابت ہوگا اور گنگوہی صاحب براہین ۱۳۷ میں فرماتے ہیں: ''اس کی کراہت مختلف فیہ ہوئی اور مختلف فیہ مسئلہ تو یوں بھی بلاضرورت جائز ہو جاتا ہے۔'' یہ وہاں کہی اور پوری غیر مقلدی بلکہ بہوائے نفس اتباع رخص حلال کر دینے کی داد دی ہے جہاں ہمارے علماء اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے تو جہاں خود علمائے حنفیہ کے قول دونوں طرف ہوں وہ تو بدرجہ اولیٰ بلاضرورت مطلقاً جائز رہے گا اور منکر کہ قول خلاف سے سند لائے احمق کج فہم ٹھہرے گا۔

(۲۰) نہیں نہیں فقط جائز نہیں' بلکہ گنگوہی صاحب کے دھرم میں وقت اقامت بھی تقبیل مذکور سنت اور تھانوی صاحب کا اس پر انکار گمراہی وضلالت اور بحکم حدیث موجب لعنت ہے۔ علماء فرماتے ہیں اقامت احکام میں مثل اذان ہے سوا مستثنیات کے۔ بلکہ ہدایہ میں ہے: یروی انه لاتکره الا قامة ایضا لانها احدی الا ذانین اور عندالتحقیق تنقیح مناط انتفائے خصوص کرے گی' تو اس کی دلیل جواز بھی متحقق ہوئی اور سنت ٹھہری۔ گنگوہی صاحب کے نزدیک تو سنت ہونے کے لیے اشرف علی کی جنس بھی قرون ثلثہ میں موجود ہونے کی حاجت نہیں یہاں تو اس کی جنس یعنی تقبیل اذان خود موجود ہے۔ گنگوہی ۲۸ میں ہے: ''جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی ان قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے۔'' یہ اس چار سطری تحریر پر تلك عشرون کاملة ہیں وہ

بھی بنہایت اختصار۔ اب ڈیڑھ سطری منہیہ کی طرف چلیے وباللہ التوفیق۔

(۲۱) علمائے کرام نے کہ نفی صحت میں مرفوع کی تخصیص فرمائی بکمال حیا اس کا مطلب یہ گڑھا کہ اس بارہ میں حدیث موقوف اگرچہ منقول ہے، مگر ضعیف الاسناد ہے۔ کیا علماء نے یہ فرمایا تھا کہ اس بارہ میں حدیث مرفوع کوئی منقول ہی نہیں یا یہ فرمایا تھا کہ جو منقول ہے ضعیف نہیں، بلکہ صحیح ہے یا یہ فرمایا تھا کہ ضعیف بھی نہیں، بلکہ موضوع ہے۔ انہیں تین صورتوں میں اس اختراعی مطلب پر مرفوع وموقوف کا تفرقہ اور تخصیص کا فائدہ صحیح رہتا، مگر ہر ذرا سے فہم والا بھی دیکھ رہا ہے کہ یہ بہر وجہ علماء پر افترا ہے۔ علماء نے یہی بتایا ہے کہ اس بارہ میں احادیث مرفوعہ اگرچہ منقول ہیں، مگر درجہ صحت پر نہیں، بلکہ ضعیف ہیں۔ یہی اس بے معنی منہیہ نے حدیث موقوف میں کہا تو فرق کیا رہا۔ صراحۃ تخصیص مرفوع باطل کرنے کو تخصیص مرفوع کا مطلب ٹھہرانا جنون نہیں تو شدید مکاری ڈھٹائی ہے مکاری نہیں تو سخت جنون و بے عقلی ہے۔

(۲۲) بفرض باطل یہی مطلب سہی، مگر یوں بھی کال نہ کٹا۔ امام الطائفہ گنگوہی صاحب ایمان لا چکے کہ یہاں مقبول ہے اگرچہ ضعیف حدیث اور طائفہ بھر کا دھرم قرون کی ثلثیث۔ پھر حدیث موقوف وضعیف موجود مان کر بدعت و بے اصل کہنا کیسا قول خبیث۔

(۲۳) ایک بھاری دیانت یہ دکھائی کہ حدیث سے اس عمل کا طاعت ہونا نہیں نکلتا، بلکہ رمد سے بچنے کا ایک منتر ہے۔ الحق حیا وایمان متلازم ہیں۔ یہ اعتراض اگر چل سکتا تو نہ موقوف وضعیف، بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح اگر صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہوتا، اسے بھی اڑا دیتا حدیثوں میں تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے، اسے اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے اور منہیہ کہتا ہے کہ یہ کوئی طاعت ہی نہیں۔ کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا کہ جس پر یہ عظیم وجلیل ثواب موعود ہوں۔ وہ سرے سے طاعت ہی نہیں، ایک منتر ہے۔

(۲۴) حدیث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے، یوں پڑھے:۔

رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبیا حدیث حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے، یوں کہے:

مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسی طرح حدیث سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے۔ چوتھی روایت میں ہے یوں کہے: صلی اللہ تعالٰی علیک یارسول اللہ قرۃ عینی بک یارسول اللہ الھم متعنی بالسمع والبصر۔ پانچوں میں ہے درود پڑھے چھٹی میں ہے یوں کہے: صلی اللہ تعالٰی علیک یاسیدی یارسول اللہ یاحبیب قلبی ویانور بصری ویا قرۃ عینی۔ ساتویں میں ہے یوں کہے: الھم احفظ حدقتی ونور ھما ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونور ھما۔

منہیہ کے نزدیک یہ اللہ اور رسول کے ذکر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود۔ اللہ عزوجل سے دعا کچھ طاعت ہی نہیں، حالانکہ ذکر ہی روح طاعت ہے اور دعا مغز عبادت اور درود کو مسلمان ایمان کا چین، چین کا ایمان جانتے ہیں، اگرچہ منہیہ منتر مانے:

(۲۵) اس عمل مبارک کے فوائد میں ایک فائدہ جو یہ فرمایا گیا کہ جو ایسا کرے گا۔ اس کی آنکھیں نہ دکھیں گی نہ کبھی اندھا ہو۔ اس جرم پر وہ ذکر الٰہی و درود دعا سب طاعت سے خارج ہو کر رمد کا منتر رہ گئے۔ نام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس عداوت کی کوئی حد ہے، صدہا حدیثیں ہیں جن میں تلاوت قرآن عظیم و تسبیح و تہلیل وحمد و تکبیر ولاحول وغیرہا اذکار جلیلہ پر منافع جسمانیہ و دنیاویہ ارشاد ہوئے ہیں جسے شوق ہو صحاح ستہ و ترغیب و ترہیب امام منذری و جوامع امام جلیل امام سیوطی و حصن حصین امام جزری وغیرہا کتب حدیث مطالعہ کرے۔ منہیہ کے دھرم میں یہ اسلامی ایمانی کلمے اور خود قرآن عظیم سب منتر ہیں جنہیں طاعت سے کچھ علاقہ نہیں۔ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۶) اللہ و رسول جل وجلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں۔

ان کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ عالی ہمت کہ اللہ و رسول جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ و رسول کے لیے یاد کریں۔ اپنی کوئی منفعت دنیوی تو دینوی اخروی بھی مقصود نہ رکھیں۔ یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں۔ ان کے لیے وصل ذات ہے جن کو فرمایا: والذین جاھدوا فینا لنھدنیھم سبلنا۔ دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی ابھارے، مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں۔ باقی کی تلاش ہے قرآن وحدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا: ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنة۔ تیسرے وہ جن کو نفع عاجل کی امید دلانا زیادہ مئوید ہے جن کو فرمایا:

استغفروا ربکم انه کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارًا اور فرمایا قل ھوللذین امنوا ھدی وشفاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اغزو اتغنموا وصوموا تصحوا وسافرو اتستغنوا وفی حدیث حجوا تستغنوا۔ (جہاد کرو غنیمت پاؤ گے اور روزہ رکھو، تندرست ہو جاؤ گے اور حج کرو، غنی ہو جاؤ گے) روی الاول الطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه والاخر عبدالرزاق عن صفوان بن سلیم مرسلا ووصله فی مسند الفردوس۔ چوتھے وہ پست فطرت دون ہمت کہ امید نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک تازیانہ نہ کا ڈر نہ دلائیں۔ قرآن وحدیث میں عذاب نار کے بیان ان کی نظر سے ہیں جن کو فرمایا: ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطنا فھو له قرین وانھم لیصدونھم عن السبیل ویحسبون انھم مھتدون حتی اذا جاء نا قال بلیت بینی و بینك بعد المشرقین فبئس القرین ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون۔

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من لم یدع غضب علیه رواہ ابن ابی شیبة فی المصنف عن ابی ھریرۃ وبلفظ من لم یسئال اللہ یغضب علیه احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجة والبزار

وابن حبان والحاکم وصححاہ وللعسکری عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی المواعظ بسند حسن عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال قال اللہ تعالٰی من لاید عونی اغضب علیہ اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلی الہ وصحبہ وابنہ وجزبہ ابدا امین صاحب منہیہ اللہ عزوجل کی حکمتوں کو باطل کرتا اور طاعت کو صرف قسم اول میں منحصر کرنا چاہتا اور حدیث وقرآن کے تمام اذکار جنت ونار وترغیب وترہیب کو لغو وفضول بلکہ اغوا واضلال بتاتا ہے کہ بندوں کو مقصود سے دور کر کے منتر جنتر میں لا ڈالا۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

(۲۷) عوام پر غیظ ہے کہ وہ یہ ذکر خدا ورسول جل وعلا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باعتقاد طاعت کرتے ہیں۔ الحمدللہ! مسلمانوں کے عوام آپ جیسے خواص سے عقل وفہم وفضل وعلم میں بدر جہا زائد ہیں۔ وہ اپنے ربّ عزوجل کے ذکر ودعا اور اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر ومحبت وتعظیم وتوسل کو طاعت نہ جانیں تو کیا آپ کی طرح ذکر وتعظیم مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح توہینوں کو عبادت مانیں۔ وہ رمد چشم کا عمل ہی سہی۔ فرض کیجئے ایک دیو بندی اپنی آنکھوں کے علاج کو جالینوس کا شیاف یا ابن سینا کی سلائی لگاتا ہے اور ایک مسلمان سورہ فاتحہ وآیۃ الکرسی واسم الٰہی نور وصلاۃ نور سے علاج کرتا ہے۔ آپ کے دھرم میں دونوں برابر ہیں کہ ایک فعل مباح کررہے ہیں طاعت نہ یہ نہ وہ۔ مگر مسلمان جانتے ہیں کہ کہاں جالینوس وابن سینا پر بھروسا اور کہاں کلام اللہ نور وہدی وشفا واسمائے الٰہیہ سے توسل ولتجایہ ضرور طاعت اور اس کے حسن ایمان کی علامت ہے ولکن النجدیہ لایعلمون بات یہ ہے کہ وعیدوں یا جسمانی دنیاوی بلکہ اخروی منفعتوں ثوابوں کے وعدوں سے حاشا یہ مراد خدا اور رسول نہیں (جل وعلا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کہ ان وعیدوں سے بچنا یا ان منافع کا ملنا ہی مقصود بالذات بنا کر اسی غرض ونیت سے ذکر خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرو کہ یہ تو قلب موضوع وعکس مقصود ہے جو عبادت جنت کی نیت سے کرے کہ وہی اس کی مقصود بالذات ہو ہرگز عابد خدا نہیں عابد جنت ہے۔ تورات مقدس سے منقول

ہے اس سے بڑھ کر ظالم کون جو بہشت کی طمع یا دوزخ کے ڈر سے میری عبادت کرے۔ کیا اگر میں جنت ونار نہ بناتا مستحق عبادت نہ ہوتا' بلکہ اس سے مراد صرف ابھارنا ہے کہ اس طمع وخوف کے لحاظ سے عمل لوجہ اللہ کریں مضرت سے بچنا یا منفعت جسمانی خواہ روحانی دنیوی خواہ اخروی کا ملنا مقصود بالعرض ہو جیسے حج میں تجارت جہاد میں غنیمت۔ روزے میں صحت' نماز میں کسرت۔ بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے عوام اپنے رب کی مراد سمجھے اور اس عمل میں بھی وہی ان کا مقصور ہوا کہ اپنے ربّ جل وعلا اور اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں۔ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام اقدس پر براہ محبت وتعظیم بوسہ دیتے ہیں اور یہ سب قطعاً طاعت ومراد شریعت ہے۔ اس کی برکت اس کے طفیل اس کے صدقے سے ہمیں یہ جسمانی فائدہ بھی ملے گا کہ آنکھیں نہ دکھیں گی' اندھے نہ ہوں گے۔ یہ عین وہی نیت ہے جو شارع کو ایسے وعدوں میں مقصود ہوتی ہے' مگر خائب وخاسر احمق وغادر وہ کہ ایسے وعدوں پر پھول کر اصل مقصود خدا اور رسول کو بھول جائے اور ان کے ذکر وتعظیم ومحبت کو نرا منتر بتائے **نسوا اللہ فانسھم انفسھم ۔ والعیاذ باللہ ربّ العلمین۔**

(۲۸) غنیمت ہے کہ مدکا منتر مان کر منتر کے نام سے وہ محض بوجہ عدم روایت یا ضعف مروی بدعت بدعت کا بھوت تواتر اور یہ عمل مباح ٹھہرا اور نہ عدم ورود پر بدعت وبے اصل ہونے جو معنی آپ حضرات کے یہاں ہیں' ان کا مصداق کسی طرح مباح نہیں ہوسکتا اگرچہ اعتقاد طاعت نہ ہو۔

(۲۹) یہ تو اوپر گزرا کہ اسی فعل کو اذان میں ہو خواہ اقامت میں محض جاننا شریعت گنگوہیہ کے بالکل خلاف ہے کہ اس میں یہ عمل سنت ہے تو عوام ہی ٹھیک سمجھے اور طاعت کے طاعت اعتقاد کرنے کو بدعت بتا کر تمہیں بدعتی بدمذہب ہوئے۔ اگرچہ دیوبندیت کی معراج ترقی فی المروق من الدین کے بعد بدعت کی کیا گنتی

ماعلیٰ مثلہٗ بعد الخطاء

مگر یہاں یہ گزارش ہے کہ مباح بمعنی شامل فرض جس طرح امکان عام شامل

وجوب ہے قطعاً یہاں مراد نہیں' ورنہ فرض کو بھی طاعت سمجھنا گمراہی و بدعت ہو لاجرم مباح بمعنی مساوی الطرفین نظیر امکان خاص مراد ہے یعنی وہ فعل کہ نہ محمود نہ مذموم۔ آپ نے اسے رمد چشم کا منتر بنا کر ایسا ہی مباح سمجھا اور یہ شریعت گنگوہیہ سے کفر ہے۔ عالی جناب گنگوہی صاحب کے دھرم میں کوئی فعل ایسا مباح نہیں۔ اس صفحہ ۲۸ پر بولتے ہیں: ''جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزیہ بوجود خارجی ان قرون میں ہوا یا نہ ہوا' وہ سب سنت ہے اور جس کے جواز کے دلیل نہیں' خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا' وہ سب بدعت ضلالت ہے۔''

ظاہر ہے کہ کوئی فعل ہو یا اس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہوگی یا نہیں۔ تیسری شق ناممکن ہے یہ حصر عقلی دائر بین النفی والاثبات ہے اور گنگوہی صاحب دو کلیہ دے گئے کہ شق اول کے سب سنت ہیں اور شق دوم کے سب ضلالت۔ اب وہ کونسا رہا کہ دونوں سے خارج ہو کر نرا مباح ہو' بلکہ نہ ایک مباح کہ مکروہ تنزیہی و خلاف اولیٰ و مستحب۔ یہ سب احکام شرعیہ یکسر اڑ گئے۔ یہ ہے وہ گنگوہی شریعت کا تازہ جوہر جس پر ۲۹ میں یہ ناز ہیں کہ ''اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ضروری ہے اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہابذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃ رکھتا ہوں۔'' کیا نفیس جوہر ہے کہ ادھر تو شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آدھے احکام اڑ گئے۔ ادھر آدھی وہابیت اپنا جوہر کر گئی جس کا بیان ''منیر العین'' افادہ مذکورہ میں ہے۔ ''منیر العین'' نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ پھر بھی متنبہ نہ ہوا اور کیوں ہوتا کہ حضور اقدس عالم ما کان و ما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث صحیح بخاری شریف میں فرما چکے ہیں: ثم لایعودون۔

مباح کا اعتقاد طاعت سے بدعت ہو جانا اگر اس سے یہ مراد کہ جو شئے مباح محض ہے جس کے فعل و ترک شرعاً دونوں مساوی اسے فی نفسہ مامور بہ و مطلوب شرح اعتقاد کرنا اسے بدعت کر دیتا ہے تو منہیہ والے کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ فصل مساوی الطرفین ہے اور عام عوام فی نفسہ اس کو مامور بہ یا مطلوب من جہتہ الشرع اعتقاد کرتے

ہیں۔ اب یہاں وہ علم غیب کا مسئلہ جانگزائے اہل منہیہ ہوگا جو ہمارے سائل فاضل سلمہ نے ایراد کیا اور اگر یہ مراد کہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے بدعت کردیتا ہے' تو شریعت مطہرہ پر محض افترا ہے' بلکہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے قربت کردیتا ہے اور ہر قربت طاعت ہے' تو اس میں اعتقاد طاعت ضرور حق اور اسے بدعت بتانا جہل مطلق۔ اشباہ والنظائر ورد المحتار میں ہے: اما المباحات فتختلف صفتها باعتبار ماقصدت لاجله فاذاقصدبه التقویٰ علی الطاعات اوالتوصل الیها کانت عبادة ۔ غمز العیون میں ہے: کل قربة طاعة ولا تنعكس یہ اس ڈیڑھ سطری منہیہ پر تلك عشرة كاملة ہیں۔

بالجملہ

منکرین کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ادعائے بے دلیل سے بدتر کوئی شے ذلیل نہیں۔ دربارۂ اذان تو احادیث وارد اور اس کا استحباب کتب فقہ میں مصرح۔ تو انکار نہیں' مگر جہل مبین اور دربارۂ اقامت اگر ورود نہیں' کہیں منع بھی نہیں اور بے منع شرعی منع کرنا ظلم مہین۔ ادنی درجہ منع کراہت ہے اور کراہت کے لیے دلیل خاص کی حاجت ہے اور بے دلیل شرعی ادعائے منع شریعت پر افترا وتہمت ہے۔

ردالمحتار جلد۱ صفحہ ۶۸۳ لا یلزم منه انی کون مکروها الا بنهی خاص لان الکراهة حکم شرعی فلا بدله من دلیل۔ بحرالرائق جلد۲-۱۷۶ لا یلزم من ترك المستحب ثبوت الکراهة اذلابد لها من دلیل خاص۔

وہابیہ کی جہالت کہ جواز کے لیے درود خاص مانگیں اور منع کے لیے دلیل خاص کی کچھ حاجت نہ جانیں۔ اس الٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا۔ مگر علت وہی شریعت مطہرہ پر افترا اٹھانا

ردالمحتار جلد۵-۴۵۵ لیس الا حتیاط فی الا فتراء علی الله تعالی باثبات الحرمة اوالکراهة الذین لا بدلهما من دلیل بل فی القول بالا باحة التی هی الاصل۔

ظاہر ہے کہ نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا عرفاً دلیل تعظیم ومحبت

ہے اور امور ادب میں قطعاً عرف کا اعتبار۔ **امام محقق علی الا طلاق فتح القدیر** میں فرماتے ہیں: **یحال علی المعهود حال قصد التعظیم** اور تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً مامور بہ۔ قال **اللّٰه تعالیٰ لتؤمنوا باللّٰه ورسوله وتعزروه وتوقروه**۔ اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر جاری رہے گا۔ جب تک کسی خاص فرد سے منع شرعی نہ ثابت ہو جیسے سجدہ۔ زیادات امام عتابی پھر جامع الرموز پھر ردالمحتار جلد ۵- ص ۳۷۹ میں ہے:

ان المطلق یجری علی اطلاقه الاذا اقام دلیل التقیید نصاً او دلالة فاحفظه فانه للفقیه ضروری۔ مگر یہ ہے کہ اشقیاء کے نزدیک تعظیم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً شرک وظلم ہے شریعت نے برخلاف قیاس بعض مواضع میں خدا جانے کس ضرورت سے ناچاری کو مقرر کر دی ہے' لہٰذا مورد پر مقتصر رہے گی۔ باقی اسی اصل حکم پر شرک وبدعت وحرام ٹھہرے گی۔ فلہٰذا جہاں جہاں وارد ہوئی' خدا کا دہرا سر پر قہر درویش برجان درویش ماننی پڑی وہ بھی فقط ظاہرا نہ دل سے۔ جیسے التحیات میں رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم کو غائبانہ ندا کرنے کا شریعت نے حکم دیا۔ خدا جانے شریعت کو کیا ہو گیا تھا کہ عین نماز میں یہ غیر خدا کی تعظیم اور اس پر دور ونزدیک سے پکارنا رکھ دیا۔ گ خیر **قهرًا اجبرًا** التحیات کے لفظ تو پڑھ لو' مگر انشائے معنی کا ارادہ نہ کرنا۔ وہ دیکھو امام الطائفہ اسماعیل دہلوی ''صراط مستقیم'' میں حکم لگا رہے ہیں کہ ''صرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر ست از استغراق درخیال گاؤ خر خود است۔'' آخر **الکلمة الملعونة لعن اللّٰه قائلها وقابلها**۔ ولہٰذا وہابیہ تصریح کرتے ہیں کہ تشہد میں **السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته** سے حکایت لفظ کا ارادہ کرے قصد معنے نہ کرے۔ تصریح کرتے ہیں کہ دور سے یا رسول اللہ کہنا شرک ہے۔ مگر بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ایمان میں تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین ایمان' ایمان کی جان ہے اور علی الاطلاق مطلوب شرع تو جو کچھ بھی جس وقت بھی جس جگہ بھی تعظیم

اقدس کے لیے بجالائے۔ خواہ وہ بعینہٖ منقول ہو یا نہ ہو سب جائز ومندوب ومستحب ومرغوب ومطلوب وپسندیدہ وخوب ہے۔ جب تک اس خاص سے نہی نہ آئی ہو، جب تک اس خاص میں کوئی حرج شرعی نہ ہو وہ سب اس اطلاق ارشاد الٰھی وتعزوہ وتوقروہ میں داخل اور امتثال حکم الٰہی کا فضل جلیل اسے شامل ہے۔ ولہٰذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ جس قدر ادب تعظیم حبیب ربّ العلمین جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں زیادہ مداخلت رکھے، اسی قدر زیادہ خوب ہے۔ فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق ومنسلک متوسط وفتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے: کل ما کان ادخل من الادب والاجلال کان حسنا ۔امام ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں: تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی ایس فیھا مشارکۃ اللہ تعالیٰ فی الا لوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارھم۔

تو مسلمان اگر وقت اقامت بھی تقبیل کرے، ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں اور اسے شرعاً ناجائز نہ کہے گا مگر وہ کہ شرع پر افترا کرتا یا نام واکرام سیّد الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے جلتا ہے۔ اسی طرح نماز واستماع قرآن مجید واستماع خطبہ جن میں حرکت منع ہے اور ان کے امثال مواضع لزوم کے سوا جہاں کہیں بھی یہ فعل بنظر تعظیم ومحبت حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ ہو جیسا کہ بعض محبان سرکار سے مشہور ہے۔ بہر حال محبوب ومحمود ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم



ہماری چند دیگر مطبوعات











ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 042 - 7352022
Mob: 0300-4477371